اقبال
اور
محبتِ رسول ﷺ

ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی

Marfat.com
Marfat.com

ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی

اقبال اکادمی پاکستان

Marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

ناشر

احمد جاوید

ناظم

اقبال اکادمی پاکستان

(حکومتِ پاکستان، وزارت اطلاعات ونشریات وقومی ورثہ)

چھٹی منزل، ایوان اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور

Tel: [+92-42] 36314-510
[+92-42] 99203-573
Fax: [+92-42] 3631-4496
Email: director@iap.gov.pk
Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 969-416-043-X

طبع اول: ۱۹۷۷ء — طبع دوم: ۱۹۸۸ء — طبع سوم: 1995

طبع چہارم: ۲۰۰۰ء — طبع پنجم: ۲۰۰۲ء — طبع ششم: ۲۰۰۶ء

طبع ہفتم: ۲۰۰۸ء — طبع ہشتم: ۲۰۱۰ء — طبع نہم: ۲۰۱۱ء

طبع دہم: ۲۰۱۵ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت : -/۳۵۰ روپے
7 ڈالر

مطبع : بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

محل فروخت: ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور، فون نمبر ۷۳۵۷۲۱۴

Marfat.com
Marfat.com

مندرجات

Marfat.com
Marfat.com

وضاحت

اس کتاب میں شعری مجموعوں کے حوالے ان نسخوں سے لیے گئے ہیں جو کلیات اقبال، اردو اقبال اکادمی پاکستان ایڈیشن ۲۰۰۰ء، کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی، ایڈیشن ۱۹۹۰ میں شامل ہیں۔

﴿ناشر﴾

Marfat.com
Marfat.com

تمہید

علامہ اقبال سرکار دو عالم کی سیرت پاک کا غائر مطالعہ کرنے، اور مطالب قرآنی پر عبور حاصل کرنے کے بعد، اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات جامع ہے تمام کمالات ظاہر و باطن کی، اور سرچشمہ ہے تمام حقیقت و مجاز کا۔ اقبال کا کلام شاہد ہے کہ وہ جگہ جگہ اس پیغام کا ببانگِ دہل تاکیدی الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو مصطفیٰ ﷺ تک پہنچاؤ۔ کیونکہ آپ ہی کی ذات گرامی سارا دین ہے۔ اگر تم وہاں تک رسائی حاصل نہ کر سکو تو سمجھ لو کہ تم اسلام سے دور ہو اور بولہبی میں گرفتار ہو:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ او ست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بو لہبی است[1]

علامہ اقبال کی طبیعت میں اس قدر سوز و گداز تھا اور آپ حب رسولؐ میں اس قدر سرشار تھے کہ جب کبھی حضور علیہ السلام کا ذکر خیر ہوتا بے تاب ہو جاتے اور دیر تک روتے رہتے۔ اگر کسی وقت آپ سرکار دو عالمؐ کی سیرت پاک کے کسی عنوان پر گفتگو فرمانے لگتے تو ایسی عام فہم، سیر حاصل اور شگفتہ بحث کرتے کہ ہر موافق و مخالف گرویدہ ہو جاتا تھا۔ اگر آپ کے سامنے کوئی مسلمان محمدؐ صاحب کہتا، تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ ایک بار کسی نے سرور دو عالم ﷺ کی شان میں کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تو آپ بے حد برہم ہوئے اور فوراً اس کو محفل سے نکلوا دیا۔

حضرت علامہ اقبال کے نزدیک عشق رسولؐ سرِّ دین ہے اور وسیلۂ دنیا بھی۔ اس کے بغیر انسان نہ دین کا نہ دنیا کا۔ فرماتے ہیں:

ہر کہ از سرِّ نبیؐ گیرد نصیب　　ہم بہ جبریل امیں گردد قریب[2]

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

درِ دل مسلم مقام مصطفیٰ است　　　آبرو ما ز نام مصطفیٰ است[۳]

☆☆☆

زندۂ تا سوزِ اوء در جان تست　　　این نگه دارند ایمان تست[۴]

جناب فقیر سیّد وحید الدین صاحب روزگار فقیر میں لکھتے ہیں:

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز، محبوب اور قابل قدر جذبہ عشق رسولؐ ہے۔ ذات رسالت مآبؐ کے ساتھ انھیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار ان کی چشم نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے ان کے سامنے حضورؐ کا نام لیا ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہی اور ان کا ذکر چھڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے تھے......

اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لب لباب عشق رسولؐ اور اطاعت رسولؐ ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشق رسولؐ کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے۔[۵]

فقیر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

ڈاکٹر صاحب کا دل عشق رسولؐ نے گداز کر رکھا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی تھی، آواز بھرا جاتی تھی اور وہ کئی، کئی منٹ سکوت اختیار کر لیتے تھے، تاکہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں۔

جب ڈاکٹر صاحب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے واپس آئے تو والد صاحب مرحوم ان سے ملنے گئے۔ بڑی مدت کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تھی اس لیے بڑے تپاک سے ملے اور ڈاکٹر صاحب سے ان کے سفر کے تجربات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ والد مرحوم نے اثنائے گفتگو کہا اقبال تم یورپ ہو آئے، مصر اور فلسطین کی بھی سیر کی، کیا اچھا ہوتا کہ واپسی پر روضۂ اطہر کی زیارت سے بھی آنکھیں نورانی کر لیتے۔ یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کی حالت دگرگوں ہوگئی، یعنی چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگے، فقیر میں کس منہ سے روضۂ اطہر پر حاضر ہوتا۔[۶]

فقیر سیّد وحید الدین صاحب نے عبدالقیوم شہید کا واقعہ پوری تفصیل سے درج کیا ہے۔

نتھو رام نے ایک کتاب تاریخ اسلام انگریزی زبان میں شائع کی تھی، اور اس میں حضورؐ کی شان اقدس میں انتہائی گستاخیاں کی تھیں۔ مسلمانوں نے اس شاتم رسولؐ پر مقدمہ دائر کیا، مگر کچھ نہ بنا۔ ہزارہ کا ایک نوجوان عبدالقیوم نامی کراچی میں وکٹوریہ چلاتا تھا۔ اس نے یہ سنا تو اس کے غم وغصے کی

Marfat.com
Marfat.com

کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک دن عین مقدمہ کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھو رام پر حملہ آور ہوا، اور اس کی گردن پر پیہم وار کیے، جس سے نتھو رام اسی وقت واصل جہنم ہوا۔

مسلمانوں نے عبدالقیوم شہید کے مقدمہ کی ہائی کورٹ تک پیروی کی، مگر سزائے موت ہر جگہ سے بحال رہی۔ فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں کہ:

فروری ۱۹۳۵ میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد حکیم الامت علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمہ کی ساری روداد تفصیل سے سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا گیا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کریں اور اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور انھیں اس بات پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید سے بدل دی جائے۔

علامہ وفد کی یہ گفتگو سن کر دس، بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے، اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھیے علامہ کیا فرماتے ہیں۔ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ ایک عاشق رسول کا معاملہ دوسرے عاشق رسولؐ کے سامنے پیش ہے۔ اس سکوت کو علامہ اقبال ہی کی آواز نے توڑا، اُنھوں نے فرمایا: کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟

ارکان وفد نے کہا، نہیں اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیچ کی کوئی بات کہی، وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے مجھے بچانے کی کوشش مت کرو۔

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ تمتما گیا اُنھوں نے برہمی کے لہجہ میں فرمایا: جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لیے وائسرائے کی خوشامد کروں، جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے۔

علامہ کے لہجے میں اس قدر تیزی اور سختی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔[۷]

راج پال اس سے قبل لاہور میں رسولؐ پاک کی شان میں گستاخیاں کر چکا تھا اور انگریز کی نام نہاد عدالت نے اس کو بھی قید و بند کا مستحق نہیں گردانا تھا آخر غازی علم الدین کے جوش ایمان نے اسے کیفر کردار کو پہنچایا اور ان کو انگریزی عدالت سے سزائے موت دی گئی۔ غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم شہید کی محبت رسولؐ میں شہادت اور سرفروشی کے واقعات سے علامہ اقبال

Marfat.com
Marfat.com

بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے ''لاہور اور کراچی'' کے عنوان سے ایک قطعہ کہا جس میں خاص طور پر غازی عبدالقیوم کے اس واقعہ کی طرف بلیغ اشارہ پایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنیٰ کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں؟
حرفِ لا تدع مع اللہ الھاً آخر[8]

آنحضرت ﷺ سے ایسی ہی والہانہ شیفتگی اور سرفروشانہ عقیدت ایمان کی بنیاد اور اساس ہے۔ صحیح حدیث ہے کہ لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہ والناس اجمعین۔[9] (حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایمان میں اس وقت تک پختہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اس کے باپ، بیٹے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر راسخ نہ ہو جائے)۔ عشق و محبت کا یہ مرتبہ ایمان کا خاصہ اور لازمہ ہے۔ اتباع رسولؐ کے بغیر محبت رسول تصور میں نہیں آسکتی۔ حضورؐ کے نقش قدم پر چلنا، سنت رسول اور اُسوہ حسنہ کا کامل اتباع محبت رسولؐ کے لیے لازم ہے۔ حضورؐ کی ذات گرامی رحمۃ للعالمین تھی اس لیے مومن کو بھی رحمت و شفقت کا آئینہ ہونا چاہیے۔ آپؐ مکارم اخلاق سے متصف تھے مرد مومن کو بھی اپنے اندر اوصاف ستودہ، اور اخلاق پسندیدہ پیدا کرنے چاہئیں۔ جو کوئی مقام نبویؐ سے دور رہے اور اُسوہ حسنۂ رسول کا اتباع نہ کرے وہ اسلامی معاشرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ مسلمان کی سرشت ایک موتی کی مانند ہے جسے آب و تاب، بحر رسولؐ سے حاصل ہوتی ہے۔ تو آب نیساں ہے آغوش بحر میں سماجا، اور پھر اس سمندر سے موتی بن کر برآمد ہو۔

دنیا میں خورشید سے زیادہ روشن و تابندہ بن، اور دوامی و ابدی تابانی و درخشانی حاصل کر۔

اقبال کے اشعار پڑھیے:

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است — در جہاں دست و زبانش رحمت است
آنکہ مہتاب ازسر انگشتش دو نیم — رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم
از مقامِ او اگر دور ایستی — از میان معشر ما نیستی

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

طینت پاکِ مسلماں گوہر است　　آب وتابش از یم پیغمبرؐ است
آبِ نیسانی بہ آغوشش درآ　　و ز میانِ قلزمش گوہر بر آ
در جہاں روشن تر از خورشید شو　　صاحبِ تابانیِ جاوید شو[1]

اللہ اور اس کے رسولؐ سے ایسی محبت جو دنیا کے ہر تعلق، ہر رشتے اور ہر شے سے ہزار درجہ بڑھ چڑھ کر ہو۔ خود قرآن حکیم میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔[2]

اے پیغمبر! مسلمانوں کو سمجھا دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیبیاں، اور تمہارے اعزہ اقارب، اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو، اور مکانات جو تمہیں بہت پسند ہوں، اگر یہ سب چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز اور پیاری ہوں، تو ذرا صبر کرو، یہاں تک کہ جو کچھ خدا کا حکم آنا ہو آجائے اور اللہ ان لوگوں کو جو اس کے حکم سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

مثنوی مسافر میں اقبال رموز دین مصطفوی بتاتے ہیں کہ اپنی خودی کو آشکار کرنا سلطانی و شہنشاہی ہے۔ سوال کرتے ہیں کہ دین کیا ہے۔ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ اپنی ذات کے اسرار و رموز کا جاننا دین کا مقتضا ہے۔ جو مسلمان خود شناس بن جاتا ہے وہ خود کو دنیا بھر سے ممتاز بنا لیتا ہے۔ وہ ضمیر عالم سے بھی باخبر ہوتا ہے اور وہی لاموجود الا اللہ کی تلوار بھی ہوتا ہے۔ بندۂ حق پیغمبروں کا وارث ہے اس لیے وہ دوسروں کی قائم کی ہوئی دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ وہ ایک نئی دنیا تخلیق کرتا ہے اور اس مقصد کے لیے جہان کہنہ کو زیر وزبر کر ڈالتا ہے۔ اس کی فطرت دنیا میں ہوتے ہوئے بھی جہات سے ماورا ہوتی ہے اس کی ذات حرم ہے جس کا طواف ساری کائنات کرتی ہے۔ آفتاب اس کی گرد راہ کا ایک ذرہ ہے۔ اس کے عروج کی شہادت کتاب اللہ (قرآن) نے دی ہے۔ اس کی فطرت اُمتِ مسلمہ سے کشائش حاصل کرتی ہے اور ملت سے اس کی آنکھوں میں نور بڑھتا ہے۔ اے نادان! تو ذرا قرآن اور حدیث کا مطالعہ کر اور ان کے معنی اور مطالب پر عبور حاصل کر۔ پھر اپنی خودی کے اندر جھانک اور اپنی حقیقت کو پہچان۔ تو وحدت

Marfat.com
Marfat.com

(اتحاد) سے عاری ہے۔ حالانکہ یہ کائنات اور یہ عالم صرف وحدت سے ہی زندگی پاتے ہیں۔ اسی طرح اپنے دل میں نئی آرزوں کو جنم دے۔ زندگی کی بنیاد آرزو پر ہے۔ آنکھ، کان عقل سب آرزو سے تیز ہوتے ہیں۔ آرزو ہی کی بدولت مٹی سے لالہ جیسے پھول اگتے ہیں۔ جس کے دل میں آرزو جنم نہیں لیتی وہ سنگ وخشت کی طرح دوسروں کی ٹھوکروں سے پائمال ہو جاتا ہے۔ آرزو سلطان اور امیر سب کا سرمایہ ہے اور آرزو ہی فقیر کا وہ جام ہے جو اسے جہاں بینی کی صفت بخشتی ہے۔ اقبال کے اشعار سے لطف اُٹھائیے۔ وہ فرماتے ہیں:

رمز دینِ مصطفیؐ دانی کہ چیست؟ — فاش دیدن خویش را شاہنشہی ست
چیست دین؟ دریافتن اسرار خویش — زندگی مرگ است بے دیدار خویش
آن مسلمانے کہ بیند خویش را — از جہانے برگزیند خویش را
از ضمیر کائنات آگاہ او است — تیغ لا موجود الا اللہ اوست
بندۂ حق وارثِ پیغمبران — او نگنجد در جہانِ دیگران
تا جہانے دیگرے پیدا کنند — ایں جہان کہنہ را برہم زند
فطرت او بے جہات اندر جہات — او حریم و در طوافش کائنات
ذرۂ از گرد راہش آفتاب — شاہد آمد بر عروج او کتاب
فطرتِ او را کشاد از ملت است — چشم او روشن سواد از ملت است
برگ و ساز کائنات از وحدت است — اندریں عالم حیات از وحدت است
ایں کہن ساماں نیرزد باد، و جو — نقشبند آرزوئے تازہ شو
زندگی بر آرزو دارد اساس — خویش را از آرزوئے خود شناس
چشم و گوش و ہوش تیز از آرزو — مشت خاکے لالہ خیز از آرزو
ہر کہ تخمِ آرزو در دل نہ کشت — پایمال دیگراں چوں سنگ و خشت
آرزو سرمایہ سلطان و میر — آرزو جام جہاں بین فقیرؔ

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اگر تمھیں ترقی کی آرزو ہے تو اس کی ایک ہی سبیل ہے۔ سعی و جستجو کو اپنا شعار بناؤ، خدا سے لو لگاؤ اور محمد مصطفیؐ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاؤ۔ پھر تمھیں اس دنیا میں وہ فروغ حاصل ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

آپ کے اشعار یہ ہیں:

به منزل کوش مانند مه نو — دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر — بحق دل بند و راه مصطفیؐ رو[۳]

جاوید نامہ میں اور بھی بصیرت افروز اور دلچسپ نکتہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رنگ و بو کا ظہور ہے اور جہاں بھی آرزو پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔ سمجھ لو کہ یا تو اسے نور مصطفوی کا فیض حاصل ہے یا ابھی وہ تلاش مصطفویؐ میں سرگرم ہے اور منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اشعار دیکھیے، فرماتے ہیں:

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو — آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفی آں را بہا است — یا ہنوز اندر تلاش مصطفیؐ است[۴]

بلاشبہ اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال اپنے اشعار میں اس پر بہت زور دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ہمارے لیے کتاب و سنت ہی سب کچھ ہے۔ ہمارا ساز و برگ سب یہی ہیں۔ یہی دو قوتیں ہیں جن سے ملت اسلامیہ کو عزت و اکرام سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ دنیائے ذوق و شوق ہو یا دنیائے آب و گل۔ پست ہو یا بلند ان سب کی فتح و کشاد سب انعام الٰہی ہے۔ مومن کے لیے یہ سب شان جمالی اور شان جلالی کے ظہور ہیں۔

اقبال کے اشعار کا مطالعہ کیجیے:

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبار ملت است،
آں فتوحاتِ جہانِ ذوق و شوق
ایں فتوحاتِ جہانِ تحت و فوق
ہر دو انعام خدائے لا یزال
مومناں را آں جمال است ایں جلال[۵]

اور زیادہ وضاحت فرماتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر تم کو ثبات و دوام حاصل کرنے کی آرزو ہے تو قرآن سے سبق حاصل کرو۔ میں نے قرآن کے ضمیر میں آب حیات پوشیدہ پایا ہے۔ قرآن ہمیں لاتخف (کسی غیر اللہ سے مت ڈر) کا پیغام سناتا ہے اور پھر لا تخف (مت ڈر) کے

Marfat.com
Marfat.com

مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ سلطان اور امیر سب کو لا اله سے قوت نصیب ہوتی ہے۔ فقیر کو بھی ہیبت، لا اله سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ہمارے پاس لا اور الا کی دو تلواریں تھیں۔ (ہمیں کلمہ توحید کے نفی اور اثبات پر یقین کامل حاصل تھا)۔ ہم نے غیر اللہ کو نیست و نابود کر دیا تھا:

بر خور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیده ام آبِ حیات
می دهد ما را پیام لا تخف
می رساند بر مقام لا تخف
قوت سلطان و میر از لا اله
ہیبت مرد فقیر از لا اله
تا دو تیغ لا و الا داشتیم
ما سوا اللہ را نشان نگزاشتیم[۱۱]

حضرت رسول مقبول ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کی علامہ اقبال نے نہایت عمدہ تفسیر و توجیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اتباع رسولؐ اور تقلید نبوی میں ڈوب جانے کا نام دیدار رسولؐ ہے۔ دنیا میں زندگی ایسے بسر کرو جیسے رسولؐ پاک کا اُسوہ حسنہ تم کو تلقین کرتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو جن وانس سب میں قبولیت حاصل ہو جائے گی۔

آپ کی سنت کی پیروی میں ڈوب کر خود شناسی حاصل کرو، یہی آپ کا دیدار ہے۔ یاد رکھو کہ آپؐ کا اُسوہ حسنہ اور آپ کی سنت آپؐ کے اسرار میں سے ہے۔

جاوید نامہ میں فرماتے ہیں:

معنی دیدار آں آخر زمانؐ
حکم او بر خویشتنِ کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولِ انس و جاں
تا چو او باشی قبول انس و جاں
باز خود را بیں ہمیں دیدار او ست
سنت او سرّے از اسرار اوست[۱۲]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

سیّد المرسلین علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات، اللہ تعالیٰ نے ہم بے سروسامان مفلسوں کو سیّد اولین وآخرین ا کے اتباع کی دولت سے مشرف فرمایا، آپ کی محبوبیت ہی کے صدقے میں اس نے اپنے اسماء صفات کو عالم ظہور میں ظاہر کیا ہے۔ اس نے آپ کو مخلوق میں سب سے اعلیٰ و بہتر خلق فرمایا ہے۔ اللہ آپ کو بہترین وافضل ترین صلوٰۃ وسلام سے مشرف کرے اور ہمیں آپؐ کے اتباع سے سرفرازی بخشے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا کرے۔ اس لیے کہ آپ کی اتباع کا ایک شمّہ اور ایک ذرہ بھی تمام دنیاوی لذتوں اور آخروی انعامات سے بہت بہتر ہے۔ آپ کی روشن سنت کی پیروی ہی میں ساری فضیلت پوشیدہ ہے اور آپ کی شریعت کو جاری کرنے میں ساری بڑائی مضمر ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص آپؐ کی سنت کے اتباع میں دوپہر کو سوتا ہے تو اس کا یہ عمل ہزاروں شب بیداریوں سے جواز راہ متابعت رسولؐ نہ ہوں بہتر اور بڑھ کر ہے۔ اسی طرح شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک جیتل (چھوٹا سکہ) مصرف خیر میں دینا اس پہاڑ برابر سونے کے خرچ کرنے سے بہتر ہے جو آدمی خود اپنی طرف سے خرچ کرتا ہے۔...... اس میں بھید یہ ہے کہ شریعت کے مطابق کوئی عمل کرنا حق کی مرضی پر چلنا ہے اور شریعت کے خلاف کوئی عمل کرنا حق کی مرضی کے خلاف چلنا ہے۔ تو خدا کے سامنے ناپسندیدہ کام میں ثواب کا کیا محل؟ بلکہ اس پر تو عذاب کی توقع ہونی چاہیے۔ خود اس دنیا میں اس کو سمجھنے کے لیے شواہد موجود ہیں۔ ذرا سی توجہ سے آدمی سمجھ سکتا ہے۔ تو (یادرکھو کہ) تمام سعادتوں کا سرمایہ اور مرکز اتباع سنت رسولؐ ہے اور تمام فسادات کا باعث شریعت کی مخالفت۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

در تحریض بر متابعت سیّد المرسلین علیه و علیهم وآلہِ الصلوات والتسلیمات۔ حق سبحانه و تعالی نما مفلسان بے سرو برگ را بدولت اتباع سیّد اولین و آخرینؐ، که بطفیل دوستی او کمالات اسمائی و صفاتی خود را در عرصۂ ظهور آورد، او را بهترین جمیع کائنات خلق کرد، علیه من الصلوات افضلها و من تسلیمات اکملها۔ مشرف گرداند۔ و برآں استقامت بخشاد، که ذرۂ ایں متابعت مرضیه از جمیع تلذذاتِ دنیاوی و تنعمات اخروی بمراتب بهتر است۔ فضیلت منوط بمتابعت سنت سنیۂ اوست۔ و مزیت مربوط به اتیان شریعتِ او۔ علیه و علی آلہِ الصلوۃ والسلام والتحیه۔ مثلاً خواب نیم روزے که از

Marfat.com
Marfat.com

روئے ایں متابعت واقع شود، از کرور کرور احیائے لیالی کہ نہ از متابعت است، اولی و افضل است۔ و ہم چنیں اعطائے جیتلے بامر شارع از انفاق کوہ زر کہ از نزد خود باشد، فاضل تر ست۔ سرّ آنست۔ عمل کہ بموافقت شریعت واقع می شود، مرضی حق است، سبحانہٗ۔ و خلاف آں نا مرضی او تعالیٰ۔ پس در نا مرضی چہ جائے ثواب، بلکہ متوقع عقاب است۔ ایں معنی را در عالم مجاز شاہد واضح است۔ باندک التفات بظہور می آید۔ پس سرمایۂ جمیع سعادات متابعت سنت است، و ہیولائے جمیع فسادات خلاف شریعت است۔[۱۸]

علامہ اقبال نے نبوت ورسالت پر اپنے خطبات میں تفصیلی بحث کی ہے، مگر طویل اقتباس کی بجائے میں حضرت علامہ کی وہ مختصر توضیح نقل کرتا ہوں جو آپ نے سیّد نذیر نیازی صاحب کے استفسار پر ان کو بھیجی تھی۔ یہ تحریر نیازی صاحب نے اپنے رسالہ طلوع اسلام میں چھاپی تھی جو وہ اس وقت دہلی سے شائع کرتے تھے۔ نیز اپنے نام کے خطوط مکتوبات اقبال میں درج کی ہے۔ اور ان سے حاصل کر کے انوار اقبال میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

علامہ نے لکھا تھا:

نبوت کے دو اجزا ہیں: (۱) خاص حالات وواردات جن کے اعتبار سے نبوت روحانیت کا ایک مقام خاص تصور کی جاتی ہے۔ (۲) ایک Socio political institution[۱۹] (معاشرتی سیاسی ادارہ) قائم کرنے کا عمل یا اس کا قیام اس انسٹی ٹیوشن کا قیام گویا ایک نئی اخلاقی فضا کی تخلیق ہے، جس میں پرورش پا کر فرد اپنے کمالات تک پہنچتا ہے اور جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو، یا اس سے انکار کرے وہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں۔ گویا اس دوسرے جزو کے اعتبار سے نبی کا منکر کافر ہے۔

دونوں اجزا موجود ہوں تو نبوت ہے۔ صرف پہلا جزو ہو تو تصوف، اسلام میں اس کو نبوت نہیں کہتے اس کا نام ولایت ہے۔ ختم نبوت کے معنے یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں، یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے، اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے، تو وہ شخص کاذب ہے......

ایک کامل الہام ووحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور الہام ووحی کی غلامی حرام ہے۔ بڑا اچھا

Marfat.com
Marfat.com

سودا ہے کہ ایک کی غلامی سے باقی سب کی غلامیوں سے نجات ہو جائے اور لطف یہ کہ نبی آخر الزماں ا کی غلامی غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے۔ کیونکہ ان کی نبوت کے احکام دین فطرت ہیں۔[۲۱] یعنی فطرت صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرت صحیحہ کا ان کو خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اسی واسطے عین فطرت ہیں۔ ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان حکومت نے ہم پر عاید کر دیا ہو اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہوں اسلام کو دین فطرت کے طور پر Realise [۲۲] کرنے کا نام تصوف ہے اور ایک اخلاص مند مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر پیدا کرے اس کیفیت کو میں نے (Emancipation) [۲۳] سے تعبیر کیا ہے۔[۲۴]

عشق نبویؐ، اتباع مصطفوی، اُسوہ حسنہ، انسان کامل، قرآنِ حکیم، اور دیگر متعلق مسائل و مباحث پر آیندہ صفحات میں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں اس تمہید کو اس قطعہ پر ختم کرتا ہوں۔ جس میں حضرت علامہ اقبال کے عشق مصطفیٰ کے ایک شعر کو تضمین کیا ہے۔

ملاحظہ کیجیے:

آں حکیم اُمت آں دانائے راز
می دہد اسلامیاں را سوز و ساز
می سراید ہمچو مولانائے روم
در نوائے پارس نغمات حجاز
شعر او تفسیرِ قرآن حکیم
قول او مرد مومناں را برگ و ساز
می کشاید پردہ از اسرار جاں
تا عیاں گردد حقیقت از مجاز
شوکتِ شاہیں دہد عصفور را
می کند افتادگاں را سرفراز
رومی و غزالی و سعدی ست او
در ظلامِ عصر نو روشن چو گاز
تا ز اسرار حیات آگہ کند

Marfat.com
Marfat.com

شعر او دارد بتو ناز و نیاز
دل ستان و دل رباؤ دل پذیر
دل گداز و دل کشا و دل نواز
عصر نو دارد بسے مکر و فسون
حرز جان کن گفتۂ دانائے راز
ہاں شنو لا ریب درہا سفتہ است
قول او ہم جان فزا، ہم جان نواز
گفت، می باشد شه دنیا و دینؐ
"دست گیر بندۂ بے برگ و ساز"[۲۵]

☆☆☆

ہر کہ عشق مصطفیؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست[۲۶]

کس قدر صحیح کہا گیا ہے:

محمدؐ عربی کہ آبروے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او[۲۷]

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- کلیات اقبال (اردو)، ارمغان حجاز، ص ۶۲۔
۲- کلیات اقبال (فارسی)، پس چہ باید کرد، ص ۳۲۔
۳- ایضاً، اسرار و رموز، ص ۱۹۔
۴- ایضاً، پس چہ باید کرد، ص ۶۸۔
۵- فقیر سیّد وحید الدین، روز گار فقیر، جلد اول، ص ۹۴-۹۵۔
۶- ایضاً، ص ۳۶-۳۷۔
۷- ایضاً، جلد دوم، ص ۳۶-۳۸۔
۸- 'اللہ کے ساتھ کسی اور کو اعانت کے لیے مت پکارو'، ضرب کلیم، ص ۶۸-۶۹۔
۹- متفق علیہ
۱۰- اسرار و رموز، ص ۱۳۲، ۱۳۳۔
۱۱- سورہ التوبہ، ۹:۲۴۔
۱۲- کلیات اقبال (فارسی)، مسافر، ص ۵۸-۵۹۔
۱۳- ایضاً، ارمغان حجاز، ص ۶۵۔
۱۴- ایضاً، جاوید نامہ، ص ۱۲۸۔
۱۵- ایضاً، مسافر، ص ۸۴، ۸۵۔
۱۶- ایضاً، ص ۸۸۔
۱۷- ایضاً، جاوید نامہ، ص ۱۳۰۔
۱۸- مکتوبات دفتر اول، مکتوب ۱۱۴، ص ۱۳۱۔ ص ۱۳۲۔
۱۹- بمعنی معاشرتی سیاسی ادارہ۔
۲۰- بمعنی ادارہ۔
۲۱- اقبال کے اس شعر سے بصیرت حاصل کیجیے:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(کلیات اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص ۵۰)

Marfat.com
Marfat.com

۲۲- ادراک

۲۳- استخلاص

۲۴- انوار اقبال، ص۴۵، ۴۷۔

۲۵- اقبال کے مصرع میں تصرف کیا ہے، ان کا پورا شعر یوں ہے:

چیست قرآن؟ خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیر بندہ بے ساز و برگ

(کلیات اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص۸۰)

۲۶- کلیات اقبال (فارسی)، پیام مشرق، ص۲۰۔

۲۷- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۴، ص۶۱۔

❀......❀......❀

Marfat.com
Marfat.com

عشق

سب سے پہلے یہ بات علم میں آنی مناسب ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں عشق کی اصطلاح کہیں استعمال نہیں ہوئی۔ یہ لفظ علم النفس، تصوف، ادبیات وغیرہ کے علماء و شائقین نے اختیار کیا اور عرب و عجم سب نے عربی، فارسی، ترکی، اُردو، اور دوسری اسلامی زبانوں میں بے تکلف اور بکثرت استعمال کیا۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں عشق کے بجائے جہاں کہیں استعمال ہوا ہے، حب یا محبت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً بخاری شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ المرء مع من احبہ یا قرآن مجید میں آتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ (الآیۃ)۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ عربی اصل کی رو سے عشق کے معنوں میں ذرا کراہت پائی جاتی ہے۔ قاموس میں عشق کو جنون کا ایک حصہ بتایا گیا ہے۔ مگر یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ تصوف یا ادبیات میں یہیں سے عشق کے مفہوم میں وسعت جامعیت، اور شدت کا پہلو پیدا ہوتا ہے اور اس طرح اسے علمی اور ادبی اصطلاح کا کثیر المعانی اور وسیع المقاصد لفظ قرار دیا گیا۔ ان معانی میں جب عشق کو اصطلاح کا مرتبہ حاصل ہو گیا تو اس کے عام اور خاص استعمال میں کوئی مضائقہ نہ رہا۔ مگر محتاط مصنفین پھر بھی اکثر عشق و محبت دونوں لفظ یک جا استعمال کرتے رہے تاکہ کوئی پہلو اس بحث سے خارج نہ ہونے پائے۔

اس دور کے ایک معروف عالم شریعت اور عظیم صاحب طریقت بزرگ والاحضرت سیّد محمد ذوق شاہ صاحب قدس سرّہ العزیز اپنی بے مثل کتاب سرّ دلبراں میں تحریر فرماتے ہیں:

محبت ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی ایک جھلک دیکھ لینا، اور اس کی جانب دل کا مائل ہو جانا، دل میں اس کی رغبت، اس کا شوق، اس کی طلب و تمنا اور اس کے لیے بے چینی کا پیدا ہونا، اسی کے خیال میں شب و روز رہنا، اسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہو جانا، اس کے فراق سے ایذا پانا، اس کے وصال سے سیر نہ ہونا، اس کے خیال

Marfat.com
Marfat.com

میں اپنا خیال، اس کی رضا میں اپنی رضا، اس کی ہستی میں اپنی ہستی گم کر دینا۔ یہ سب عشق و محبت کے کرشمے ہیں:

عاشقی چیست؟ بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

اس کی حکومت عالم گیر ہے۔ ساری کائنات محبت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ حب ظہور سے کائنات کا آغاز ہوا اور اسی حب کی آخر تک فرماں روائی رہے گی۔ ذرہ، ذرہ میں محبت کے آثار اور محبت کے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں۔ جمادات و معدنیات اور وہ اشیاء تک جنہیں عام طور پر غیر ذی روح قیاس کیا جاتا ہے، محبت کی ہمہ گیری سے محفوظ نہیں۔

ظہور حیات کے اختلاف مدارج کی نسبت سے ظہور محبت کے مراتب میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے اور یہی محبت مختلف مدارج میں مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ غیر ذی روح مادی ذرات میں اسی کشش کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ذی روح ہستیوں میں اسی کشش کا نام محبت ہو جاتا ہے ارفع و اعلیٰ ہستیوں میں جب محبت بھی اپنی ارفع و اعلیٰ شان میں نمایاں ہوتی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں۔ محبت کے انتہائی مرتبے کا نام عشق ہے۔[1]

آگے چل کر فاضل مصنف فرماتے ہیں:

محبت ایک فطری اور طبعی جذبہ ہے، جس کا ظہور مختلف صورتوں اور مختلف حالات میں مختلف کیفیات کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض محبتیں طبعی اور بعض ارادی و اکتسابی ہوتی ہیں۔ وہ بے لوث اور غیر مخلوط محبت جو ایک معصوم بچے کو اپنی ماں یا ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے بالکل طبعی ہوتی ہے۔ اس میں خود غرضی کو مطلق دخل نہیں۔ اگر کسی ماں کو کسی طور پر یقین ہو جائے کہ اس کا پیارا بچہ چھ ماہ بعد مر جائے گا تو باوجود اس تیقن کے کہ وہ بچہ ماں کے بڑھاپے کا سہارا کسی طرح نہیں ہو سکتا، وہ ماں اس چھ مہینے کے عرصے میں ایک لحہ کے لیے بھی بچے کی مفارقت گوارا نہیں کرے گی اور بچے کی پرورش اور خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے دے گی۔

استاد اور شاگرد کے درمیان جو محبت ہوتی ہے وہ ارادی و اکتسابی ہوتی ہے۔ محسن و منعم کے احسانات و انعامات بھی محبت کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ بعض موقعوں پر مصلحتاً محبت پیدا کی جاتی ہے اور کوشش سے اسے بڑھایا جاتا ہے۔ کیونکہ کوشش سے محبت بڑھتی بھی ہے اور گھٹتی بھی ہے۔......
ہم جنسی کی بنا پر جو محبت پیدا ہوتی ہے اس کی مثال وہ محبت بھی ہے جو کسی فن کے جاننے والے کو اس فن میں کمال رکھنے والوں کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔[2]

Marfat.com
Marfat.com

اخلاق، علم النفس اور تصوف کے علماء میں عشق ومحبت کے مدارج کی تقسیم اور ارتقا میں اصطلاحی طور پر بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً بعض ماہرین نے اس دلی لگاؤ کے مدارج یہ قرار دیے ہیں:

(۱) ہوئی، (۲) علاقہ، (۳) کلف، (۴) عشق، (۵) شعف، (۶) شغف، (۷) جوی، (۸) تیم، (۹) تدلیہ، (۱۰) ہیوم [جسے وہ آخری اور اعلیٰ درجہ قرار دیتے ہیں]۔

اعلیٰ حضرت سیّد محمد ذوق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سرِ دلبراں میں جس کا کچھ اقتباس پہلے آچکا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

غواصان رموز بحر عشق ومعرفت نے بڑی باریک بینی سے ان مسائل پر موشگافیاں فرمائی ہیں۔ چنانچہ امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ نے مراتب محبت کو مندرجہ ذیل مراتب میں تقسیم فرمایا ہے:

(۱) لحظہ، (۲) رمقہ، (۳) ہوا، (۴) ودّ، (۵) خلت، (۶) حُب، (۷) عشق [میں نے تشریحات مجذوب کردی ہیں]۔

مجمع السلوک میں شرح رسالہ مکیۃ میں محبت کے حسب ذیل مدارج بیان کیے گیے ہیں:

(۱) موافقت (۲) میل وموانست (۳) مودت (۴) ہوا (۵) خلت (۶) حُب (۷) شغف (۸) تیم (۹) ولہ (۱۰) عشق [یہاں بھی تشریحات بخوف طوالت محذوف کردی ہیں]۔

شیخ عبدالعزیزؒ رسالہ عشقیہ میں محبت کے دس مراتب اور ہر مرتبے کے تحت پانچ پانچ مدارج تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اُلفت، (۲) صداقت، (۳) مودت، (۴) ہوا، (۵) شغف، (۶) خُلت، (۷) محبت، (۸) عشق، (۹) تیم، (۱۰) ولہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مندرجہ ذیل مراتب محبت بیان فرماتے ہیں:

(۱) میل، (۲) رغبت، (۳) طلب، (۴) ولع، (۵) صبابہ، (۶) ہوا، (۷) شغف، (۸) اعزام، (۹) حُب مطلق یا عشق۔ اور فرماتے ہیں کہ حب اور وُد مشترک ہیں درمیان محب اور محبوب کے۔

قاضی حمیدالدین ناگوری تحریر فرماتے ہیں کہ مراتب طریق حسب ذیل ہیں:

(۱) علم، (۲) عمل، (۳) نیت، (۴) صدق، (۵) عشق۔[۳]

جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ للعالمین میں حدیث شریف: والحب اساسی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے محبت کے بیان کے لیے ایک لفظ عبودیت کفایت کرتا ہے۔ اس لیے کہ محبت ہی سے

Marfat.com
Marfat.com

انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے۔
صبر، زُہد، حیا، فقر، سب محبت کے بغیر بے معنی ہیں۔
محبت ہی قوت قلب ہے۔ محبت ہی غذائے روح ہے۔ محبت ہی قرۃ العین ہے۔ محبت ہی حیات الابدان۔ دل کی زندگی، زندگی کی کامیابی۔ کامیابی کو دوام و بقا بخشنے والی۔ غرض محبت ہی سب کچھ ہے۔

محبت سے علاقہ پیدا ہوتا ہے، یعنی دل کسی کی جانب مائل ہوتا ہے اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔ اب کشش اور جذب پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد سوزش اور ہر وقتی جلن، اس کے بعد پیار پیدا ہوتا ہے او وداد سے دل آشنا ہوتا ہے۔ اس میں ترقی ہوتی ہے تو شغف کا تسلط ہوتا ہے اور محبت کا اثر قلب تک پہنچتا ہے۔ مصائب کی برداشت آجاتی ہے اور موانع سبک نظر آتے ہیں۔ قرب کی تدبیر کی لگن ہوتی ہے۔ محبوب کے علاوہ سب تفکرات و تصورات ختم۔ محبوب کی محبت دل پر حکمران۔ اس سے اگلی حالت عشق ہے اس سے بھی آگے تیم کا درجہ ہے۔ جس میں عاشق اپنے خیالات کا غلام بن جاتا ہے جس سے رہائی ناممکن ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے۔ جب کہ محب ہر دعوے سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم، روح، دل، تمنا، آرزو، مراد، سب کو بخوشی چھوڑ کر معبود کی عبودیت پر قانع و شاکر ہوتا ہے۔ عبد کہلایا جانا اس کی واحد آرزو ہو جاتی ہے۔

اس سے بھی بالاتر درجہ خُلت کا ہے۔ جب کہ جذبات اور تمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دل، دماغ، طبع، روح، کامل طاقت و وحدت کے ساتھ محبوب ہی کو مقصود و مطلوب بنا لیتے ہیں۔ اس مرتبہ پر صرف حضرت ابراہیمؑ اور حضورؐ پہنچے۔ عقل انسانی اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ رضوانِ محبوب، مقصود و مطلوب حقیقی ہوتا ہے، محب خود کچھ نہیں سب کچھ محبوب ہے[۴]

اسی لیے صوفیائے کرام کا مشہور قول ہے: العشق نار تحرق ما سوی المحبوب (عشق ایسی آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو جو غیر ہو جلا ڈالتی ہے)۔

فارسی اور اُردو شاعری میں عشق کی تعبیر و تفسیر کے ہزاروں شعر پائے جاتے ہیں۔ غور کیجیے تو گزشتہ صفحات میں محبت کے جو مدارج و مراتب بیان ہوئے شاعری میں انھی میں سے ایک یا دوسری کیفیت، حالت اور جذبے کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر سب کا ماحصل وہی ہے جو عراقی کہہ گئے ہیں:

به گیتی ہر کجا درد دلے بود
بہم کردند و عشقش نام کردند[۵]

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ذوقی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:
انسان سب سے اعلیٰ وارفع مخلوق ہے، بعداز خدا بزرگ توئی، انسان کامل ہی کی شان ہے اس لیے محبت کا انتہائی مرتبہ یعنی عشق بھی انسان ہی کے حصے میں آیا۔ کوئی انسان اس حکمرانی سے آزاد نہیں، کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہر عنایت نہ ہوا ہو، وہ اس کا صحیح استعمال کرے خواہ غلط۔۔۔
محبت ایک نسبت ہے درمیان محبّ ومحبوب کے۔ محبت کوئی چیز نہ ہوتی اگر اس کے یہ دو پہلو نہ ہوتے، محبی ومحبوبی کی نسبت لوازم وعوارضِ ذات محبت سے ہیں۔ لیکن حقیقتِ محبت اپنی ذات میں تقید اور تنزہ سے مبرا ومنزہ ہے اور اس کے فیض کا سریان جملہ محبان ومحبوبان میں جاری وساری ہے...... محبت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبت کی۔ محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت محبت کا۔ یعنی بلا معرفت کے محبت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی۔ مگر محبت سے قبل صرف اجمالی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے اور بعد محبت کے حق تعالیٰ کی جانب سے انعام کے طور پر تفصیلی معرفت عطا فرمائی جاتی ہے۔[۷]

اس لیے عشق کی برکت سے عاشق کو بے پناہ قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ابوالوقت اور ابوالحال بن جاتا ہے۔ انفس وآفاق اس کے زیر نگین ہوتے ہیں اور وہ جن وملائکہ کو اپنے صید زبوں سمجھنے لگتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں[۷]

کارزار حیات میں عشق ہی نقش سلیمانی کا قائم مقام ہے۔ فرماتے ہیں:

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق[۸]

عشق انسانی کارناموں کو حیات دوام بخشتا ہے۔ جیسے مسجد قرطبہ (اسپین) اور تاج محل (آگرہ)۔ عشق کی ان وسیع اور ہمہ گیر قوتوں کا اندازہ اس قطعہ سے کیجیے۔ جو اقبال کی مشہور نظم 'مسجد قرطبہ' کا ایک بند ہے:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

Marfat.com
Marfat.com

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفیؐ
عشق خدا کا رسولؐ، عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہہ حرم، عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل، اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات[9]

علامہ اقبال نے جس شدومد سے عشق کی مدح وستائش کی اور عقل کی مذمت کی ہے اس سے عام طور پر یہ دھوکا ہوا ہے کہ وہ عقل کے یکسر مخالف ہیں۔ حالانکہ ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ حضرت علامہ صرف یہ کہتے ہیں کہ عقل یقین سے بے بہرہ، اور ظن وتخمین میں ڈوبی ہوتی ہے۔ اس لیے اگر مگر، ہچر مچر، تامل وتذبذب کا شکار رہتی ہے۔ اس کے برعکس عشق انجام کا اندیشہ کیے بغیر، محبوب کے فرمان کے مطابق، سبک گام عمل ہوتا ہے۔ اس لیے منزل پر پہنچ جاتا ہے، اور عقل وہم وشک کے گرداب میں غوطے کھاتی رہ جاتی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی[10]

اس معاملے میں عقل وعشق اپنی خاصیت کے اعتبار سے مدح وذم سے ماوراء ہے۔ عقل اگر مصلحت کوشی اور عافیت اندیشی سے عاری ہو، تو وہ پختہ نہیں خام کہی جائے گی۔ اس کے برعکس اگر

Marfat.com
Marfat.com

عشق مصلحت کوش اور عاقبت اندیش ہو تو وہ پختگی سے دور سمجھا جائے گا۔ فرماتے ہیں:

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی[۱۱]

یہی فرق علامہ نے بڑی وضاحت سے مثنوی رموز بے خودی میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مومن کا خمیر عشق سے بنتا ہے اس لیے اس کے واسطے ہر ناممکن شے بھی ممکن ہو جاتی ہے۔ عقل ہر بات کا سبب اور علت تلاش کرنے میں سرگرداں رہتی ہے اور عشق بے تکلف عمل کے میدان میں کود پڑتا ہے۔ عقل شکار کرنے کے لیے کوئی حیلہ تلاش کرتی ہے اور جال پھیلاتی ہے اور عشق اپنے قوت بازو سے شکار کو قابو میں لاتا ہے۔ عقل ہر معاملے میں اگر مگر میں پھنسی رہتی ہے اور عشق کو وہ مضبوط ارادہ اور یقین محکم حاصل ہوتا ہے کہ اسے کسی طرح کا خوف دامن گیر نہیں ہوتا۔ اقبال کے الفاظ میں سنیے:

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن، ما ممکن است
عقل سفاك است و او سفّاك تر است
پاك تر، چالاك تر، بے باك تر
عقل در پیچاك اسباب و علل
عشق چوگان باز، میدان عمل
عشق صید از زور بازو افگند
عقل مکار است و دامے می زند
عقل را سرمایه از بیم و شك است
عشق را عزم و یقین لا ینفك است[۱۲]

حضرت علامہ عقل کے مخالف نہیں۔ مگر اس کے حدود و عجز سے باخبر ہیں اور اسی طرح وہ عشق کی لامحدود اور بے پناہ قوت سے واقف ہیں۔ اسی لیے ان کا مشورہ یہ ہے کہ عقل اور عشق دونوں سے کام لیا جائے تاکہ معرکۂ وجود اور کارزار حیات میں حسب دل خواہ کامیابی حاصل ہو اور تسخیر انفس و آفاق جو انسان کا فطری حق ہے میسر آئے۔ جاوید نامہ میں فرماتے ہیں کہ مغرب عقل کو ساز حیات سمجھتا ہے اور مشرق عشق کو راز کائنات جانتا ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اگر عقل

Marfat.com
Marfat.com

کو عشق کی رہنمائی حاصل ہو تو جبھی وہ یقین کی نعمت سے سرفراز ہوتی ہے اور حق شناس بنتی ہے، اسی طرح اگر عشق کو عقل کا تعاون میسر آئے تو اس کی بنیاد پائیدار ہو جاتی ہے۔ عشق اور عقل ایک دوسرے کے معاون بن جائیں تو ایک نئی دنیا آباد کر سکتے ہیں اور نیا عالم وجود میں لا سکتے ہیں۔ اس لیے اقبال مشورہ دیتے ہیں کہ عشق کو عقل کا ساتھی بناؤ اور ایک نئے عالم کا ڈول ڈالو۔

اقبال کے الفاظ میں پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

غربیاں را زیرکی ساز حیات
شرقیاں را عشق راز کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس
کار عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چوں با زیرکی ہمبر شود
نقشبندِ عالم دیگر شود
خیز و نقش عالم دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیز دہ[۳۱]

علم ایک وسیع لفظ ہے جس کی ہزاروں شاخیں ہیں۔ علم اگر حقائق کی تہہ تک پہنچتا ہے اور اسرار سربستہ کو کھولتا ہے تو اقبال اسے پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور اگر وہ محض پوست سے تعلق رکھتا اور مغز تک نہیں پہنچ سکتا، تو مردود ہے۔ یہاں بھی علم پر ان کی رائے میں عشق کو برتری حاصل ہے، جس کا سبب عشق کی جراَت رندانہ ہے جو زمین و آسمان کو مسخر کر کے بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ فرماتے ہیں:

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل[۳۲]

فقر عشق ہی کا ایک روپ ہے، اور اس لیے ان تمام قوتوں کا حامل اور مرکز جو عشق سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک غزل میں اقبال فقر اور علم کا موازنہ کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ فقر سب سے بڑا امیر اور سب سے بڑا تاجدار ہے۔ علم عقل و خرد کو روشن کرتا ہے، مگر فقر کا مقصود ہے قلب و نگاہ کی پاکی و پاکیزگی۔ علم بڑا عالم اور فلسفی بناتا ہے مگر فقر مسیح و کلیم جیسے بلند مناصب پر فائز کرتا ہے۔ علم راہ کی تلاش میں ہے اور بلاشبہ علم کامل ہو تو راہ پا لیتا ہے۔ لیکن فقر واقف راہ اور دانائے

Marfat.com
Marfat.com

سہل ہے۔ علم معلومات کی مدد سے نتائج اخذ کرتا ہے اور باخبر ہوتا ہے، مگر فقر کے سامنے تمام احوال و مقامات آئینہ ہوتے ہیں۔ علم کے حصول میں کسی بھی درجہ پر از خود رفتہ ہو جانا نقصان دہ ہے، اس کے برعکس فقر اپنے حال میں گم ہو کر مدارج ترقی پر گامزن ہوتا ہے۔ علم اور فقر وجود و موجود کی تحقیق میں جن نتائج تک پہنچتے ہیں وہ یکسر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں تو وہ غزل یہ ہے:

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم کا مقصود ہے، پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستیِ گناہ
علم کا موجود اور، فقر کا موجود اور
اشھد ان لا الٰہ، اشھد ان لا الٰہ
چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغِ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگاہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ[۱۵]

علم اگر کامل ہو، ظاہر و باطن سب کا احاطہ کرتا ہو، تو البتہ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہاں مجھے وہ مشہور واقعہ یاد آتا ہے جو حضرت سلطان ابو سعید ابوالخیرؒ اور شیخ الرئیس بوعلی سیناؒ کی ملاقات سے متعلق کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اوّل الذکر اگر علوم روحانی میں کامل تھے تو آخر الذکر علوم عقل میں رشکِ ارسطو و افلاطون تھا۔ ملاقات کے بعد جب حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے بوعلی سینا کو کیسا پایا تو آپ نے کیا خوب فرمایا تھا: آنچہ من می بینم او می داند۔ یہاں حضوری کے شرف نے مشاہدہ اور نظر بخشی تھی تو وہاں علم کے کمال نے یقین کے مدارج طے کرا دیے تھے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ بس یہی فرق

Marfat.com
Marfat.com

ہے علم اور عشق کے مدارج و مراتب میں۔
حضرت علامہ نے یہی بات ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے "فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر"۔ دربارِ دوست میں حضوری نہ عقل کے ذریعے میسر آسکتی ہے نہ علم کے واسطے سے۔ اسی لیے علامہ فرماتے ہیں:

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں
بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہے تو، تو بے حضور نہیں[۱۶]

زبور عجم میں عشق اور عقل کی قوتوں کا فرق بہت واضح مثال سے ظاہر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہر دو بمنزلے رواں، ہر دو امیر کارواں
عقل بحیلہ می برد، عشق برد کشاں، کشاں[۱۷]

عقل اور عشق دونوں سالار قافلہ ہیں اور رہنمائی کا فرض انجام دیتے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ عقل حیلے حوالے سے اس راہ کو رک، رک کر طے کراتی ہے اور عشق کھینچتا ہوا دوڑاتا ہوا منزل تک پہنچا دیتا ہے۔
عقل کو کس طرح عشق سے مدد اور قوت حاصل ہوتی ہے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ عشق عقل پر صیقل اور جلا کر دیتا ہے۔ گویا پتھر کو چکا جگمگا کے آئینے کی خاصیت عطا کر دیتا ہے۔ عشق وہ قوت ہے جو طور سینا کے باطن کا نور بخشتا ہے مگر اس کے لیے اہلِ دل کا قلب ہونا چاہیے۔ اہلِ ہنر کو عشق ید بیضا جیسی معجز نما قوت اور صلاحیت عطا کرتا ہے۔ عشق کی قوتوں کے سامنے ہر ممکن اور موجود شے شکست کھا جاتی ہے۔ یوں سمجھو کہ ساری کائنات تلخ ہے، اور شیریں ہے تو فقط عشق۔ ہمارے تخیلات وافکار میں گرمی عشق کی آگ سے ہی بھڑکتی ہے۔ اس لیے کہ تخلیق کرنا اور جان ڈالنا سب عشق ہی کے کرشمے ہیں۔ عشق حیوان اور انسان سب کے لیے کافی اور مکتفی ہے۔ سچ

Marfat.com
Marfat.com

پوچھو تو دونوں عالم کے لیے عشق ہی سب کچھ ہے۔ اشعار کا مطالعہ کیجیے:

عشق صیقل می زند فرہنگ را
جوہر آئینہ بخشد سنگ را
اہل دل را سینۂ سینا دہد
با ہنر را منداں ید بیضا دہد
پیش او ہر ممکن و موجود مات
جملہ عالم تلخ و او شاخ نبات
گرمیِ افکار ما از نار اوست
آفریدن جاں دمیدن کار اوست
عشق مور و مرغ و آدم را بس است
عشق تنہا ہر دو عالم را بس است[۱۸]

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- محمد ذوقی شاہ، سرِ دلبراں، ص۳۷۹۔
۲- ایضاً، ص۲۸۱، ۲۸۲۔
۳- ایضاً، ص۲۹۰، ۲۹۳۔
۴- قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، جلد۳، ص۲۴۰-۲۴۱۔
۵- عراقی، دیوان اشعار، غزل نمبر۹۸۔
۶- سیّد محمد ذوقی شاہ، کتاب مذکور، ص۲۸۰-۲۸۴۔
۷- بال جبریل، ص ص۳۱۔
۸- ایضاً، ص۱۱۵۔
۹- ایضاً، ص۹۶-۹۷۔
۱۰- بانگ درا، ص۲۹۴-۲۹۵۔
۱۱- ایضاً، ص۲۹۴۔
۱۲- اسرار رموز، ص۱۰۹۔
۱۳- جاوید نامہ، ص۶۵۔
۱۴- بال جبریل، ص۶۷۔
۱۵- ایضاً، ص۷۷-۷۸۔
۱۶- ایضاً، ۵۱-۵۲۔
۱۷- زبور عجم، ص۲۰۔
۱۸- ایضاً، ص۱۹۰، ۱۹۱۔

Marfat.com
Marfat.com

عشقِ رسولؐ

وہ عشق و مستی جس کو اقبال نے انسان کے ارتقا کے لیے لازمی گردانا ہے کیوں کر حاصل ہوتی ہے؟ صرف عشقِ رسولؐ کے توسل اور اس کے صدقے میں۔ فرماتے ہیں کہ یہ سرشاری و سرمستی آفتاب مصطفویؐ کے انوار و تجلیات کی ایک کرن ہے۔ یہ نصیب میں آ گئی تو سب کچھ مل گیا۔ جب تک اس کا سوز انسان میں ہے اسی وقت تک اسے حقیقی زندگی میسر ہے۔ یہی قوت ہے جس سے یقین و ایمان میں پختگی آتی ہے اور ان کا تحفظ ہوتا ہے۔ اسی لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک بحرِ زخار کی مانند ہیں جس کی موجیں آسمان کو چھوتی ہیں۔ تم بھی اس سندر سے سیرابی حاصل کرو تا کہ تمھیں حیاتِ نو نصیب ہو اور تمھاری وہ بھولی بسری کیفیات جنھیں مادی دنیا نے چھین لیا ہے از سرِ نو تم کو میسر آ جائیں۔ علامہ اقبال کے اشعار میں یہ مضمون ملاحظہ کیجیے:

می ندانی عشق و مستی از کجا ست
ایں شعاع آفتاب مصطفیؐ ست
زندۂ تا سوزِ او در جانِ تست
این نگه دارندۂ ایمان تست

☆☆☆

مصطفیؐ بحر است و موج او بلند
خیز و ایں دریا بجوے خویش بند
یک زمان خود را به دریا در فگن
تا رواں رفته باز آید به تن[1]

اسرار خودی میں اس مضمون کو اور زیادہ شرح و بسط سے بیان فرماتے ہیں کہ ہماری آبرو آپؐ ہی کے نام نامی کی بدولت ہے۔ مسلمان کے دل میں حضور کی محبت جاگزیں ہوتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

وہ ذاتِ گرامیؐ جس نے خود بوریے پر لیٹ کر زندگی گزاری مگر اپنی اُمت کو وہ فروغ بخشا کہ تاج کسریٰ ان کے قدموں تلے روندا گیا۔ اُنھوں نے غار حرا میں تنہائی میں راتیں بسر کیں اور اس طرح ایک قوم، ایک آئین، ایک حکومت عالم کے سامنے پیش کیں۔ آپؐ کی راتیں شب بیداری میں گزریں تا کہ آپؐ کی اُمت تخت خسروی پر متمکن ہو۔ میدان جنگ ہو تو آپؐ کی تلوار لوہے کے ٹکڑے کر دے، مگر خود نماز میں کھڑے ہو کر اپنے معبود کے سامنے اشک ریز رہے۔ آپؐ کی تلوار فتح و نصرت جلو میں لیے رہتی تھی اور ملوکیت کے تخم کی بیخ کنی کرتی تھی۔ آپؐ نے دنیا میں ایک نئے آئین اور ایک نئے نظام کو رواج دیا اور تمام پرانی قوموں کی بساط اُلٹ دی۔ آپؐ نے بتایا کہ دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولو تو راہِ راست پاؤ گے۔ سچ یہ ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی جیسا دوسرا کوئی فرزند مادرِ گیتی کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ کی نظر میں پست و بلند سب برابر تھے۔ آپؐ اپنے غلام کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر ما حضر تناول فرماتے تھے:

در دل مسلم مقام مصطفیؐ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفی است
طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
بوریا ممنونِ خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے اُمتش
در شبستان حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
ماند شب ہا چشم او محرومِ نوم
تا بہ تخت خسروی خوابید قوم
وقت ہیجا تیغ او آہن گداز
دیدۂ او اشکبار اندر نماز
در دُعائے نصرت آمین تیغ او
قاطع نسل سلاطین تیغ او
در جہاں آئین نو آغاز کرد
مسند اقوام پیشیں در نورد

Marfat.com
Marfat.com

از کلید دین در دنیا کشاد
ہمچو او بطن ام گیتی نزاد
در نگاہ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بر یک خواں نشست[۲]

چنانچہ علامہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی مثال گل صد برگ جیسی ہے کہ ہیں تو اس میں سو پنکھڑیاں، مگر سب ایک اصل سے وابستہ ہیں۔ اسی طرح ہمارے نظام حیات کی روح رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اور ظاہر ہے کہ آپ ایک واحد ذات ہیں۔ لہٰذا اس نظام کے تمام افراد بھی فرد واحد کی طرح ہیں۔ آپؐ کی محبت کا بحرِ ذخار میرے اندر موجیں مار رہا ہے اور سیکڑوں نغمے میری آغوش سے اُبلے پڑتے ہیں۔ میں تمھیں کیا بتاؤں کہ آپؐ کی محبت کیا چیز ہے۔ یہ محبت وہ ہے جو بے جان چیزوں کو بھی آپؐ کے لیے بے قرار رکھتی ہے۔ چنانچہ منبر کی خشک لکڑی آپؐ کی جدائی میں ایسے زار و قطار اور بلند آواز سے روئی تھی کہ سننے والے ششدر رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کا وجود آپؐ ہی کے جلووں سے روشن ہے۔ آپؐ کے قدموں کی خاک ایسی مقدس اور بلند رتبہ ہے کہ اس سے طور جنم لیتے ہیں۔ میرا جسمانی وجود آپؐ کے پرتو سے ظہور میں آیا۔ آپؐ کے نورانی اور مقدس سینے سے میری صبحیں روشن و درخشاں رہتی ہیں۔ ہر لحہ آپؐ کے فراق میں تڑپنا میرے لیے باعث راحت ہے۔ میری شامِ فراق صبح محشر سے زیادہ گرم ہے۔ وہ بہار کا بادل ہیں تو میں اس بادل سے شاداب کیا ہوا باغ ہوں۔ میں کہ میرا وجود انگور کی بیل کی مانند ہے۔ انھی کے بارانِ کرم سے سیراب ہوں۔ میں نے ان کی محبت کی کھیتی بوئی اور اپنی آنکھوں کو ان نظاروں سے فیض یاب کیا جو بیان میں نہیں آسکتے۔ سبحان اللہ، خاک یثرب! یہاں کی خاک دونوں عالم سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔ کیا پیارا اور مبارک شہر ہے۔ وہ شہر جہاں ہمارے محبوب آسودۂ خواب ہیں:

چوں گل صد برگ ما را بو یکی ست
اوست جانِ ایں نظام و او یکی ست
شور عشقش در نے خاموش من
می تپد صد نغمہ در آغوش من
من چہ گویم از تو لایش کہ چیست
خشک چوبے در فراق او گریست

Marfat.com
Marfat.com

ہستی مسلم تجلی گاہِ او
طور ہا بالدز گرد راہ او
پیکرم را آفریدہ آئینہ اش
صبح من از آفتاب سینہ اش
در تپید دمبدم آرامِ من
گرم تر از صبح محشر شامِ من
ابر آذار است و من بستانِ او
تاکِ من نمناک از بارانِ او
چشم در کشت محبت کاشتم
از تماشا حاصلے برداشتم
خاک یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است [۲]

عشق اس وقت بے معنی ہے جب تک محبوب کا اتباع نہ کیا جائے۔ محبوب کے عادات و شمائل، افعال واقوال، رفتار وگفتار، عادات واطوار، اخلاق وخصائل، پسند ونا پسند کو اپنے لیے نمونہ بنانا اور تقلید واتباع کا اہتمام کرنا ازبس لازم ہے۔ محبوب کی ہر ادا، ہر انداز، ہر شیوہ، ہر بات، ہر حرکت، ہر اقدام کو اپنے لیے مشعل راہ بنا کر خود کو اسی طرز پر ڈھالنا عشق صادق کا تقاضا ہے۔ اس لیے عاشق پر لازم ہے کہ ہر امر میں محبوب کے نقش قدم پر چلے۔ اتباع کامل کے بغیر عشق پر دعویٰ بے معنی ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ شراب عشق پی کر کیف ہی حاصل ہوتا ہے، مگر خیال رہے کہ تقلید واتباع عشق کے ناموں میں سے ہی ایک نام ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال یاد کرو۔ آپؒ اتباع رسولؐ میں اس قدر سرگرم تھے اور تقلید نبویؐ پر ایسے کاربند کہ آپؒ نے ساری عمر خربوزہ اس لیے نہیں کھایا کہ آپؒ کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ پھل کس طرح کھایا تھا۔ اسی کامل تقلید کا نام عشق ہے۔ تو اگر تم عشق کے دعویدار ہو تو یار کی تقلید میں پختہ ہو جاؤ۔ پھر تمہاری کمند میں وہ گرفت آجائے گی کہ وہ یزداں شکار بن جائے گی۔ ذرا تم اپنے دل کے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار کرو۔ اپنی ہوائے نفسانی کو ترک کرو اور حق کی جانب ہجرت کرو۔ پھر تم کو حق

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف سے مضبوطی اور استحکام حاصل ہوگا کہ تم معرفت نفس کے مدارج طے کر سکو۔ اس طرح تم ہوا و ہوس کے لات و عزیٰ (بت) توڑ ڈالو۔ بارگاہ عشق سے وہ لشکر تم کو حاصل ہوگا کہ تم عشق کے فاران کی چوٹی پر جا بیٹھو گے۔ ایسا کرو گے تو تم پر رب کعبہ کی نوازشیں نازل ہوں گی اور وہ تمھیں انی جاعل فی الارض خلیفۃ (میں دنیا میں اپنا نائب مقرر کرنے والا ہوں) کے منصب پر فائز فرمائے گا:

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق
ہست ہم تقلید از اسمائے عشق
کامل بسطامؒ در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی؟ محکم شو از تقلید یار
تا کمندِ تو شود یزداں شکار
اند کے اندر حرائے دل نشیں
ترک خود کن سوئے حق ہجرت گزیں
محکم از حق شو سوئے خود گام زن
لات و عزائے ہوس را سر شکن
لشکرے پیدا کن از سلطان عشق
جلوہ گر شو بر سر فاران عشق
تا خدائے کعبہ بنوازد ترا
شرح انی جاعل سازد ترا[1]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اتباع کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز جو محبوب کے اخلاق و عادات، اطوار و گفتار سے علم میں آئے اسے تقلید کی دھن میں محبوب سمجھا جائے۔ یہی رمز اس آیت شریف کے مضمون میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم خدا سے محبت کے دعوے دار ہو تو تم میرا اتباع کرو، ایسی صورت میں خود خدا تم کو اپنا محبوب بنا لے گا)۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی متابعت کا اجر عظیم یہ ہے کہ انسان خدا کی محبوبیت کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

در ہر چیز کہ از اخلاق و شمائل محبوب یافتہ می شود آں چیز نیز بہ تبعیت محبوب می گردد۔ و بیان ایں رمز است در آیۂ کریمہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس در متابعت او علیہ الصلوٰۃ والسلام کوشیدن منجر بمقام محبوبیت آمد۔[۵]

نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کنتم خیر أمة اخرجت للناس (تم تمام اُمتوں میں سب سے بہتر ہو جن کو عالم بشریت کے لیے بھیجا گیا)۔ اور حضور ﷺ کی تکذیب کرنے والے بنی آدم میں سب سے بُری مخلوق ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے: الاعراب اشد کفرا ونفاقا (آپ کی تکذیب کرنے والے اہل عرب کفر اور نفاق میں سب سے زیادہ شدید ہیں)۔ جو بھی خوش بختی اور اقبال مندی کی دولت سے مالا مال ہو، اسے حضور نبی کریم ﷺ کی درخشاں و روشن سنت کی پیروی کی توفیق عطا ہوتی ہے اور اسے شریعت حقہ کی متابعت کی عزت ملتی ہے۔ آج وہ زمانہ آ گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین متین کی صداقت کی تصدیق سے متعلق تھوڑا سا عمل بھی عمل کثیر کے برابر ثواب کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

پس ناچار مصدقان ایں چنیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام، خیر الامم باشند۔ کنتم خیر أمة اخرجت للناس، نقد وقت ایشاں است، و مکذبان او علیہ الصلوٰۃ والسلام بدترین بنی آدم، الاعراب اشد کفرا ونفاقا نشان حاصل ایشاں است، تا کدام صاحبِ دولت را بہ اتباع سنت سنیہ او بنوازند، و بمتابعت شریعت رضیہ او سرفراز سازند۔ امروز عمل قلیل را کہ مقرون بہ تصدیق حقیقت دین اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام، بعمل کثیر بر می دارند۔[۶]

اسی مکتوب شریف میں چار سطر بعد تحریر فرماتے ہیں:

چوں آں سرور محبوب رب العالمین است، متابعان او بواسطۂ متابعت بہ مرتبۂ محبوبیت برسند۔ چہ محب در ہر کہ از شمائل و اخلاق محبوب خود می بیند آں کس را محبوب خود می دارد۔ و مخالفان را ازیں جا قیاس باید کرد:

Marfat.com
Marfat.com

محمدؐ عربی کہ آبروے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک دوش نیست خاک بر سر او[۷]

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سطروں میں اسی آیہ کریمہ کی مختصر تفسیر فرمائی ہے، جو اوپر مکتوب ۴۱ کے اقتباس میں نقل ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ سرور دو عالم ﷺ، رب العالمین کے محبوب ہیں، اس لیے آپؐ کی پیروی کرنے والے آپؐ کے اتباع کے صدقے میں محبوبیت الٰہی کے بلند مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ محبّ جن افراد میں اپنے محبوب کے اخلاق و عادات ملاحظہ فرماتا ہے ان کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ اسی پر محبوب کے مخالفوں اور دشمنوں کی حالت کا قیاس کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ محبوب (رسول کریمؐ) کے مخالفوں کو سخت ناپسندیدہ قرار دیتا ہے۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مکتوب شریف میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ نماز فجر کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ پر ایک نظر ڈالی تو ایک صاحب کو موجود نہ پایا۔ ان کے نہ ہونے کا سبب دریافت کیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ شب زندہ دار شخص ہیں۔ ساری رات کی عبادت کے بعد شاید ان کی آنکھ لگ گئی ہو جو جماعت سے رہ گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر افسوس فرمایا اور کہا کہ اگر وہ تمام رات سوتے رہتے مگر فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتے تو بہتر ہوتا۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں، فرماتے ہیں:

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے نماز بامداد را بجماعت ادا کردہ۔ در اصحاب نگاہ کرد۔ یک کس را حاضر نیافت۔ پرسید۔ اصحابؓ عرض کردند کہ آں کس تمام شب را زندہ می دارد، و شاید دریں وقت خوابش بردہ۔ امیر المومنین فرمود کہ اگر او تمام شب خواب می کردے و نماز بامداد را بجماعت گزار دے، بہتر بودے۔[۸]

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ العزیز اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

پس سرمایۂ جمیع سعادات متابعت سنت است۔ و ہیولائے جمیع فسادات خلاف شریعت است۔

تمام نیک بختی اور اقبال مندی کا سرمایہ سنت رسولؐ کی پیروی میں مضمر ہے اور جملہ خرابیوں کی جڑ شریعت حقہ کے خلاف اقدامات ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

صحابہ کرامؓ کی محبت رسولؐ:

صحابہ کرام رضون اللہ علیہم کو حضور ﷺ کا فیض محبت حاصل تھا، وہ آپؐ کے ہر فعل اور ہر عمل کو غور سے دیکھتے اور اس کی تقلید کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کے اقوال مبارکہ پر عمل کرنا لازم جانتے تھے۔ ذرا سا تامل کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو خود اللہ تعالیٰ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ صاف ارشاد ہوا ہے: وما ینطق عن الھوی، ان ھو الاّ وحی یوحی۔ (وہ اپنے دل سے گھڑ کے بات نہیں کرتے ان کی تمام باتیں وحی الٰہی کے مطابق ہوا کرتی ہیں)۔

اسی طرح ارشاد فرمایا: قل ان اتبع الا ما یوحی الی۔ (کہہ دیجیے کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں وہ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے)۔ اس صورت میں صحابہ کرامؓ جن کے سامنے یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں اور جن کو رسول مقبول ﷺ کے اُسوہ حسنہ کے مشاہدے کی خوش بختی حاصل ہوئی تھی کیونکر حضورؐ کی کامل تقلید اور مکمل پیروی کو حرز جان نہ بناتے !

سیرت النبیؐ اور اُسوہ صحابہؓ کے دفتروں کا مطالعہ کیجیے تو ہزاروں ایمان پرور اور بصیرت افروز واقعات سامنے آتے ہیں۔ چند ملاحظہ کیجیے:

۱- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے تو بلا کسی ظاہری سبب کے جا بجا رکتے یا اٹھتے بیٹھتے جاتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضورؐ کو سفر حج میں راستے میں جس جگہ، جو کچھ، جس طرح اور جس طریقے سے کرتے ہوئے دیکھا تھا میں چاہتا ہوں کہ اس سنت مبارک پر جوں کا توں عمل کروں۔

۲- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرماتے تھے کہ مجھے حضورؐ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہ تھا۔ مگر میرے دل میں حضورؐ کا ایسا رعب تھا کہ میں آپؐ کے چہرہ انور کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

۳- حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی بھی (رعب وجلال کی وجہ سے نگاہ بلند نہ کرتا) البتہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نظر اُٹھا کے دیکھ لیتے تھے اور حضورؐ بھی ان کی جانب زیادہ دیکھا کرتے تھے۔ حضورؐ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔

۴- حضرت زید ابن دثنہؓ کو کفار مکہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب پھانسی دینے لگے تو ابوسفیان (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے کہا: زید، تجھے قسم ہے! بتا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ

Marfat.com
Marfat.com

تیری جگہ محمدؐ کو پھانسی دی جاتی اور تو آرام سے گھر میں سوتا۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے حضورؐ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

۵- صلح حدیبیہ میں حضرت عثمانؓ سفیر بن کر مکہ گئے تھے۔ وہاں قریش نے آپؓ سے کہا کہ اب تم بیت الحرام میں آ گئے ہو تو طواف بھی کر لو۔ آپؓ نے پسند نہ کیا اور جواب دیا کہ نبی کریمؐ سے پہلے میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔

۶- حضرت ہندؓ (زوجہ حضرت عمرو ابن الجموح انصاریؓ) کا بیٹا، بھائی، شوہر، سب غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت دشمنوں نے حضورؐ کی ذات گرامی کی بابت بھی بات کا بتنگڑ بنا کر شہرت دے دی تھی۔ حضرت ہندؓ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں۔ تھوڑی تھوڑی دور پر کوئی ملتا جو انھیں بیٹے، یا بھائی، یا شوہر کی شہادت کی خبر سناتا۔ وہ سب کے جواب میں صرف یہ پوچھتیں کہ بتاؤ رسول کریمؐ کیسے ہیں؟ آخر جب وہ حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہو لیں اور اُنھوں نے دیکھ لیا کہ آپ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں تو کہا:

كل مصيبة بعدك جلل (ہر مصیبت آپ کے ہوتے ہوئے ہیچ ہے)۔

۷- حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ نبی کریمؐ کے ساتھ تمھاری محبت کیسی ہوتی تھی؟ آپؓ نے جواب دیا، بخدا! نبی کریمؐ ہم کو مال و اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے۔ جیسے ٹھنڈا پانی پیاسے کو پیارا ہوتا ہے۔

۸- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ پر کسی کی یکا یک نظر پڑتی تو وہ (رعب و جلال) سے دہل جاتا۔ مگر جو تھوڑی دیر پاس بیٹھ جاتا وہ آپؐ سے شدید محبت کرنے لگتا۔

۹- عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر آیا تھا۔ اس نے حضورؐ کا کردار مبارک اور صحابہ کرامؓ کا رویہ دیکھا تو بے حد مرعوب ہوا اور واپس جا کر بتایا کہ "لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا بھی، نجاشی کا دربار بھی۔ مگر اصحاب محمدؐ جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں"۔

عروہ نے جو دیکھا تھا وہ تفصیل سے بتایا اور کہا کہ "حضورؐ وضو فرماتے ہیں تو صحابہؓ اس طرح وضو کے پانی پر گرتے ہیں کہ ایک قطرہ بھی نہیں گرنے دیتے، وہ اس پانی کو ہاتھوں، ہاتھ لیتے اور اپنے منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضورؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو سب تعمیل کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ حضورؐ گفتگو فرمانے لگتے ہیں تو سب ایسے خاموش ہو جاتے ہیں، گویا بولنا ہی نہیں جانتے۔ تعظیم ایسی کرتے ہیں

Marfat.com
Marfat.com

کہ آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے''۔

۱۰۔ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں سب کے روزینے مقرر کیے تو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ تین ہزار سالانہ مقرر کیا، اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کا تین ہزار پانچ سو سالانہ۔ حضرت عبداللہؓ معترض ہوئے اور کہا کہ غزوات میں شرکت کے لحاظ سے مجھے اسامہؓ پر برتری حاصل ہے۔ جواب ملا کہ اس کا باپ تیرے باپ سے، اور خود وہ تجھ سے زیادہ حضورؐ کو پیارے تھے، اس لیے میں نے اسے تجھ پر ترجیح دی ہے۔

۱۱۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ اپنے دور خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے تو ایک عورت روئی دُھن رہی تھی اور خمسہ کا یہ بند گاتی جا رہی تھی:

علی محمدؐ صلوٰۃ الابرار
صلی علیہ الطیبون الاخیار
قد کان قواماً بکیٰ بالاسحار
یا لیت شعری و المنایا اطوار
ھل تجمعنی و حبیبی الدار

محمد ﷺ پر ابرار کے درود، طیبین اور اخیار کے درود۔ وہ راتوں کو جاگنے والے اور صبح کو گریہ فرمانے والے تھے۔ موت تو بہت طرح آتی ہے مگر کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے حضورؐ کی زیارت نصیب ہوگی۔

یہ اشعار سن کر حضرت عمرؓ ایسے بے قابو اور بے تاب ہوئے کہ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور دیر تک سنتے اور روتے رہے اور عشق رسولؐ نے آپؓ کو کئی دن تک صاحب فراش رکھا۔[۹]

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست[۱۰]

اسی لیے کہتے ہیں:

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ
گل شو از باد بہار مصطفی
از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرہء از خلق او باید گرفت

Marfat.com
Marfat.com

مرشد رومی چه خوش فرموده است
آنکه یم در قطره اش آسوده است
مگسل از ختم الرسل ایام خویش
تکیه کم کن بر فن و بر کام خویش[۱۱]

شریعت کے علم کے علاوہ اللہ تک رسائی کسی اور طرح نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح سنت رسولؐ پر عمل کرنا ہے تو پہلے محبت رسولؐ سے دل میں گرمی پیدا کرو اور تجمیعت رسولؐ سے اپنے دل کو اپنا شعار بناؤ۔ پھر دنیا اور آخرت سب تمہارے ہیں تم ریاض مصطفوی کی ایک کلی ہو، بہار مصطفوی کی ہواؤں سے بڑھ کر پھول بن جاؤ۔ یاد رکھو کہ یہی وہ بہار ہے جس سے رنگ اور بو حاصل کرنا چاہیے۔ اسی طرح حضورؐ کے اخلاق کریمانہ اور مناقب جلیلہ کا پرتو اپنے اندر پیدا کرو۔ حضرت مولانا رومؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: ''حضرت خاتم المرسلین ﷺ سے اپنا رابطہ مت توڑو، اپنے ہنر اور عمل پر بھروسہ مت کرو، بلکہ اُسوہ حسنہ کی پیروی کرو'' کہ یہی راہ نجات ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف کے باب چہارم حال صوفیہ کا آغاز اس پورے ارشاد نبویؐ سے کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں، کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے فرزند! اگر تم صبح شام اس حالت میں کر سکو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے میل نہ ہو تو ایسا کرو۔ پھر فرمایا اے فرزند میری ایک سنت ہے۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے خود مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔[۱۲]

❁.....❁.....❁

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- مسافر، ص ۶۸-۶۹۔
۲- اسرار و رموز، ص ۱۹۔
۳- ایضاً، ص ۲۱۔
۴- ایضاً، ص ۳۱۔
۵- مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۴۴، ص ۱۵۔
۶- ایضاً۔
۷- ایضاً۔
۸- ایضاً، مکتوب ۱۱۴، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
۹- ماخوذ از، رحمۃ للعالمین، جلد دوم، ص ۳۴۵-۳۶۷۔
۱۰- اسرار رموز، ص ۱۲۶۔
۱۱- ایضاً، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
۱۲- پروفیسر سیّد عبدالرشید فاضل، علامہ اقبال اور تصوف، ص ۱۰۔

Marfat.com
Marfat.com

اطاعتِ رسولؐ

پروفیسر سیّد عبدالرشید فاضل تحریر فرماتے ہیں:

عشق کی آخری منزل، طلب خدا ہے، جو اطاعت اور بندگی سے شروع ہوتی ہے اور تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ تعالیٰ کے اخلاق وصفات اپنے اندر پیدا کرو) پر عمل پیرا ہو کر صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر جذب کرنے سے درجۂ کمال کو پہنچتی ہے۔

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ[1]

مگر ایسا عشق کسی کامل کے فیضانِ صحبت اور اتباعِ سنت کے ذریعے ارتقائی منزل طے کرتا ہے۔ نفسی اعتبار سے جہاں تقلیدِ سنت اپنے کمال کو پہنچتی ہے، عشق کا منتہائے کمال بھی وہی ہے اور آفاقی نقطۂ نظر سے جو لامتناہی امکانات خودی میں پوشیدہ ہیں، خودی کو استوار اور مسخر موجودات بنانے کے لیے، ان کو قوت سے فعل میں لانا ضروری ہے۔ جو لوگ اپنے ممکناتِ فطرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کو محبوب رکھتے ہیں، وہ ممکنات کو اپنی کوشش کے ذریعے بے نقاب کر کے ان کے حسن و جمال سے دنیا کو محوِ حیرت کر دیتے ہیں اور محبوبیت کا مقام حاصل کر کے دنیا کی توجہات کا مرکز بن جاتے ہیں۔[2]

فرمانِ خداوندی کی رو سے اطاعت رسولؐ فرض ہے۔ بیشتر مقامات ▪ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسولؐ کی اطاعت کو بھی مساوی درجے کے طور پر بیان فرمایا ہے اور بشارت دی ہے کہ "جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ عظیم فلاح اور بڑی کامرانی حاصل کرے گا"۔ آیت مبارکہ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔[3]

پھر یہ بھی واضح حکم دیا گیا ہے کہ "اگر تم میں باہم اختلاف پیدا ہو جائے تو نبی کریم ﷺ کو اپنا

Marfat.com
Marfat.com

حکم بناؤ اور آپؐ کے فیصلے کو بغیر چون و چرا کے تسلیم کرو"۔ کیسی سخت وعید فرمائی ہے کہ "جو لوگ آپؐ کے فیصلے کو صدقِ دل سے قبول نہ کریں اور اس پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہوں ان کا ایمان سالم نہیں رہتا"۔ آیت شریف ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔[۳]

ایک دوسری آیت میں یہی فرمان کچھ اور وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کا مطلب یوں ہے کہ "کسی مومن یا مومنہ کے لیے روا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے میں حکم صادر کر دیں تو وہ اس میں اپنی رائے کو دخل دیں۔ (بے چون و چرا اس فرمان کی تعمیل ان پر فرض ہے) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو بے شک وہ شدید گمراہی میں مبتلا ہو گا"۔ آیت شریف یہ ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔[۵]

غرض قرآن مجید میں اطاعت رسولؐ کی فرضیت، اُسوہ حسنہ کے اتباع اور سنت رسولؐ کی پیروی کا حکم جا بجا طرح طرح سے ذہن نشین کر دیا گیا ہے اور اس کی زور دار الفاظ میں تاکید فرمائی گئی ہے۔ مثلاً سورۂ نور میں حکم دیا گیا ہے کہ "جب مسلمانوں کو یہ کہہ کر بلایا جائے کہ آؤ خدا کا رسولؐ تمھارے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا تو ان پر لازم ہے کہ سمعنا و اطعنا (ہم فرمان عالی سن کر اس پر پوری طرح عمل پیرا ہوں گے) کہہ کر حاضر ہو جائیں۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے"۔ آیت شریف ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[۶]

اسی طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ قولِ رسولؐ فرمانِ الٰہی کے عین مطابق ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اسی کو حرف آخر کا مرتبہ حاصل ہے۔ صاف صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ "رسولؐ تم کو جو کچھ حکم دیتے ہیں اس پر عمل پیرا ہونا لازم جانو، اور وہ جس چیز کو منع فرماتے ہیں اس سے کامل احتراز کرو، خدا سے ڈرو (کہ اس کے اس واضح حکم کی سرتابی تمھیں سرزنش اور مواخذے کا مستحق بنا دے گی) یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہوتا ہے"۔ آیت شریف ہے:

Marfat.com
Marfat.com

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔[۷]

اللہ تعالیٰ کے فرمان کی یہ قطعیت اس لیے ہے کہ عام دستور یہ بتایا گیا ہے کہ ”ہم نے جس رسول ؐ کو بھی بھیجا ہے، اس لیے بھیجا ہے کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی جائے“۔ آیت شریف یہ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔[۸]

اس قاعدہ کلیہ کے مطابق خاص طور پر نبی آخرالزمان ﷺ کی اطاعت اور اتباع کی فرضیت اور اہمیت ذہن نشین کرنے کے لیے زیادہ تاکیدی انداز میں ارشاد کیا گیا ہے کہ ”جو کوئی رسول ؐ مقبول کی اطاعت کرتا ہے وہ بے شک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے“۔ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔[۹]

اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان، رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت کو عالم بشریت کے لیے احسان عظیم قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے: ”اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے رسول بھیجا جو ان کو آیات الٰہی سناتا ہے، ان کا تزکیہ فرماتا ہے اور ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے یہ سب لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔[۱۰]

اسی طرح فرمایا: ”وہ ذات اقدس وہ ہے جس نے ایک امی قوم میں انھی میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو انھیں آیات الٰہی پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ فرماتا ہے اور ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور یہ احسان انھی پر نہیں، بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ہے، جو ابھی پیش نظر نہیں ہیں۔ بے شک اللہ ہی بڑی قوت والا اور حکمت والا ہے۔“

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔[۱۱]

ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنی سباعی موجودہ دور کے عظیم عالم، مفکر اور محقق ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

حکمت سے (جمہور علمائے محققین کے نزدیک) مراد قرآن کی منشا، اور دین کے نظام اور شریعت

Marfat.com
Marfat.com

کے مقاصد کا وہ فہم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو نوازا تھا۔ یہی فہم جب آپؐ کے قول و فعل میں ظاہر ہوا تو سنت کہلایا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ قرآن ہے اور جس حکمت کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں میں نے اپنے دیار کے اہل علم سے یہی سنا ہے کہ وہ سنت ہے۔

حکمت کا ذکر جگہ جگہ کتاب کے ذکر کے بعد آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنے اس احسان کو بیان فرمایا ہے کہ انھیں رسولؐ کے ذریعے کتاب و حکمت سکھائی جا رہی ہے۔ یہاں حکمت سے سنت رسولؐ کے علاوہ کچھ اور مراد لینا ممکن نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے منصب نبوی میں تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کو بھی جمع کیا ہے اور دوسری طرف نبیؐ کی اطاعت اور اس کے اتباع امر کو فرض قرار دیا ہے۔ اب کتاب اللہ کے علاوہ جو شے فرضیت کا مقام حاصل کر سکتی ہے وہ صرف سنت رسولؐ ہے اور یہی دوسرے لفظوں میں الحکمہ ہے۔[۱۲]

اپنی اس کتاب میں اس مسئلے کی اور زیادہ وضاحت کے لیے جناب مصنف آگے لکھتے ہیں:

پس یہ ثابت اور متعین ہو گیا کہ حکمت سے مراد وہ احکام اور اقوال ہیں جو نبی ﷺ کی ذات سے بحیثیت شارع صدور میں آئے اور آپؐ کو قرآن کے علاوہ ایک شے مزید بھی ایسی دی گئی ہے، جس کا اتباع واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے منصب کی تشریح میں فرماتا ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔[۱۳]

(رسولؐ ان کو معروف پر عامل ہونے کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے ان کو نہی فرماتے ہیں اور اچھی چیزوں کو ان کے لیے حلال فرماتے ہیں اور بری چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان پر سے وہ بوجھ اور وہ زنجیریں دور کرتے ہیں، جن میں [illegible] پھنسے ہوئے تھے۔)

اس آیت کے الفاظ بالکل عام ہیں اور ان سے مراد حلت اور حرمت کے [illegible] احکام بھی ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں اور وہ احکام بھی جو نبی ﷺ نے دیے ہیں۔ ابو داؤدؒ نے مقدام ابن معدی کربؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”دیکھو! مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور شے دی گئی ہے“۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر قرآن میں آنحضورؐ کو مصدر احکام قرار دیا گیا ہے اور آپؐ کے امر و نہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔[۱۴]

(رسولؐ جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو، اور وہ جس سے تم کو منع کریں، اس سے دور رہو اور احتراز کرو)۔

Marfat.com
Marfat.com

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[15]

(اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے عوض تم پر رحمت الٰہی نازل ہو)۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔[16]

(اے مسلمانو! جب خدا اور رسولؐ تمھیں دعوت دیں کہ ان کی یہ دعوت تمھارے لیے پیغام حیات ہے تو تم اس پکار کو قبول کرو، اور انھی کی بتائی ہوئی راہ پر چلو)۔

بلکہ اطاعت رسول کو اطاعت اللہ کا ہم معنی و مترادف اور محبت الٰہی کا مدار قرار دیا ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔[17]

(جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہ بلاشبہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے)۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔[18]

(فرما دیجیے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میرا اتباع کرو۔ (ایسی صورت میں) خدا تم سے محبت فرمانے لگے گا اور تمھارے سارے گناہ بخش دے گا)۔

اسی طرح رسولؐ کی عدم اطاعت اور مخالفت امر پر عذاب الیم کی دھمکی دی گئی ہے اور اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے:

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖۤ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔[19]

(جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔ کہ اس حکم عدولی کی بدولت وہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یا ان پر دردناک عذاب نازل ہو جائے گا)۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ۔[20]

(فرما دیجیے کہ اے لوگو! خدا کی اطاعت کرو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر یہ لوگ پلٹ جائیں اور اطاعت نہ کریں تو سن لیں کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں اور کافروں کو پسند نہیں فرماتا)۔

اس کے بعد سورہ احزاب اور سورہ نور کی وہ آیات تحریر کی ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔[21]

ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنی سباعی آگے چل کر لکھتے ہیں:

صرف اطاعت اور عدم اطاعت (رسولؐ) کو مدار ایمان نہیں ٹھہرایا گیا، بلکہ اس امر کو بھی لوازم ایمان میں سے قرار دیا گیا ہے کہ مومنین کسی اجتماعی کام میں رسولؐ کے ساتھ شریک ہوں، تو بلا اجازت وہاں سے رخصت نہ ہوں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ

Marfat.com
Marfat.com

لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[۲۲]

(وہ مسلمان جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی کام کے لیے جمع ہوتے ہیں تو اس اجتماع سے اس وقت تک نہیں جاتے جب تک رسولؐ سے اجازت نہ لے لیں۔ جو لوگ آپؐ سے (اس طرح) اجازت طلب کرتے ہیں، دراصل وہی اللہ اور اس کے رسولؐ پر سچا ایمان لائے ہیں۔ تو اگر یہ لوگ اپنی کسی ضرورت پر جانے کی اجازت طلب کریں تو آپؐ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیجیے اور ان کی بخشش کے لیے اللہ سے دُعا مانگیے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔

ابن قیم نے اعلام الموقعین جلد ا، ص ۵۸ میں فرمایا ہے کہ جب رسولؐ کے پاس جانے کے لیے استیذان کو (از روئے حکم قرآنی) لازمہ ایمان قرار دیا گیا ہے، تو پھر زندگی کے دوسرے اقوال و افعال میں تو بدرجہ اولیٰ استیذان ایک مومن کے لیے ضروری اور ناگزیر ہو گیا۔ آج یہ استیذان اس سنت سے ہو گا جو ہمارے پاس موجود ہے۔

انھی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ احکام قرآنیہ کی تفسیر، مشکلات کے حل اور متنازع فیہ مسائل کے فیصلے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپؐ کے اوامر و نواہی کی پابندی کا التزام کرتے تھے اور عبادات و معاملات میں آپؐ کی سنت کا اتباع کرتے تھے۔[۲۳]

صحابہ کرامؓ ان فرامین الٰہی پر کس شدومد سے عمل کرتے تھے، اس کا کچھ مختصر حال اسی کتاب سے ڈاکٹر سباعی کے الفاظ میں سنیے:

طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۷ میں مروی ہے کہ آپؐ نے نماز ظہر کی دو رکعتیں قبلۂ اول بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی تھیں کہ اسی اثنا میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہو گیا اور آپؐ نے مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیا۔ چنانچہ تمام صحابہ بھی جو نماز میں شریک تھے، فوراً قبلہ رو ہو گئے۔ امتثال امر کی یہ کیفیت اس درجہ صحابہؓ میں موجود تھی کہ بظاہر نہایت معمولی اور غیر اہم امور میں بھی صحابہؓ فوراً تعمیل کرتے تھے۔ ابو داؤدؒ اور ابن عبد البرؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ جمعہ کے لیے مسجد میں آئے تو حضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ یکایک ان کے کان میں حضورؐ کی آواز آئی کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعودؓ اس وقت مسجد کے دروازے میں تھے، سنتے ہی بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے جب آپؓ کو بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے ابن مسعود! آگے آ جاؤ۔ ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ صحابہؓ نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو حکم شرعی سمجھتے تھے اس امر پر اجماع تھا اور کسی ایک کو اس بارے میں اختلاف نہ تھا۔[۲۴]

Marfat.com
Marfat.com

اس مختصر بیان سے سنت رسولؐ کے اتباع اور فرامین نبوی کی پیروی کی اہمیت واضح ہوگئی۔ خود جناب رسول مقبول ﷺ نے اپنی سنت پر عمل کرنے کی جیسی تاکید فرمائی ہے اس کا کچھ بیان ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے الفاظ میں پڑھیے۔ لکھتے ہیں:

آپؐ نے مسلمانوں کو حیات طیبہ کے بعد سنت پر عمل کرنے کے لیے ابھارا اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اس ضمن میں بکثرت احادیث مروی ہیں جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں مثلاً حاکم اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم، جلد ۲، ص ۸۰ میں عبداللہ ابن عمرؓ اور ابن عوفؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم انھیں تھامے رہو گے، گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت"۔ یہی حدیث بیہقی نے بھی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کے واسطے سے یہ فرمان نبوی نقل کیا ہے کہ جب تمھارے سامنے کتاب اللہ سے کچھ رکھا جائے تو وہ واجب التعمیل ہے۔ اس کے ترک میں کسی کے لیے کوئی عذر جائز نہیں۔ اگر کوئی چیز کتاب اللہ سے نہ ہو لیکن نبیؐ کی سنت ماضیہ سے ہو، تو وہ بھی ویسی ہی واجب التعمیل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کی سنت، سنت ماضیہ کا درجہ انھی لوگوں کے لیے اختیار کرتی ہے جو آپؐ کی حیات کے بعد اسلام کے رستے پر چلنے والے ہوں۔

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

ابوداؤد، احمد، ابونعیم اور ابن ماجہ نے عرباض ابن ساریہؓ سے آنحضورؐ کی ایک تقریر نقل کی ہے جو آپؐ نے ایک روز نماز صبح کے بعد فرمائی تھی۔ اس میں آپؐ نے فرمایا، جو میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم میری سنت اور میرے راست رو ہدایت یافتہ خلفا کی سنت پر جمے رہنا۔ اسے دانتوں سے پکڑے رہنا اور خبردار محدثات اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ نے نہ صرف خود سنت سے غایت درجہ اعتنا کیا۔ بلکہ اسے امانت رسولؐ کے طور پر اپنے بعد کی نسلوں کی طرف بھی منتقل کیا۔ اس تبلیغ علم کی رغبت رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے دلائی تھی کہ "اللہ اس آدمی کو آسودہ رکھے جس نے میری بات کو سنا اور پھر اسے جیسا سنا تھا، آگے پہنچا دیا۔ بسا اوقات سننے والے سے بڑھ کر محافظ اور خدا شناس، وہ شخص ہوتا ہے جس تک سننے والا پہنچاتا ہے"۔ جامع بیان العلم، جلد ۱، صفحہ ۳۹، ابن حبان، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی۔ [۲۵]

یہی سب مطالب اپنی تمام گہرائیوں کے ساتھ علامہ اقبالؒ کے پیش نظر ہیں۔ اس لیے

Marfat.com
Marfat.com

نصیحت فرماتے ہیں کہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی مت کرو تا کہ تمھیں بہترین صلہ ملے۔اے غافل، اطاعت میں سرگرم رہ، اس جبر ہی سے تو اختیار کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اتباع اور فرمان برداری کی برکت سے نااہل بھی اہل بن جاتا ہے۔ آگ بھی ہو تو اس کے شعلے بجھ جاتے ہیں۔ جو کوئی ماہ و پروین کی تسخیر کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے لازم ہے کہ خود کو ایک آئین، ایک ضابطے کا پابند بنائے۔ تبھی اسے ایسی طاقت حاصل ہو سکے گی۔ دیکھو! ہوا کلی میں بند رہتی ہے تو اس کی خوشبو ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح مشک نافہ میں پابند ہو جاتی ہے تو کیسی خوشبودار بن جاتی ہے۔ ستارے منزل کی طرف قدم بڑھائے چلے جا رہے ہیں مگر ایک آئین کے سامنے وہ بھی سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔ سبزہ نشوونما کے قانون کا پابند ہوا تو اسے روئیدگی حاصل ہوئی، اور اس نے یہ آئین چھوڑ دیا تو پامال ہو گیا۔ ہمیشہ آگ میں دہکنا لالہ کا قانون ہے، اسی لیے اس کی رگوں میں سے خون جوش مارتا رہتا ہے۔ وصل کا آئین قطروں نے سیکھا تو سمندر بن گئے۔ یہی قانون ذروں نے اپنایا تو صحرا بن گئے۔ ہر چیز کو ایک قانون، ایک آئین قوت بخشتا ہے۔ تو کیوں اس متاع سے غفلت برتتا ہے۔ تو جو اس قدیم دستور سے آج آزاد ہو گیا ہے، اپنے پاؤں میں وہی رو پہلی زنجیر پھر پہن لے۔ (اس لیے کہ اطاعت اور اتباع کے بغیر تجھے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔) اس آئین (دین اسلام) کی پابندیوں کی سختی کی شکایت مت کر۔ (اگر تجھے دین و دنیا کی فلاح مطلوب ہے اور تو مادی و روحانی ترقی چاہتا ہے تو) حضرت محمد ﷺ کے معین کیے ہوئے راستوں سے ذرا سا بھی تجاوز مت کر۔

حضرت علامہ فرماتے ہیں:

تو ہم از بار فرائض سرمتاب
بر خوری از عندہٗ حسن المآب
در اطاعت کوش اے غفلت شعار
می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس ار فرماں پذیری کس شود
آتش ار باشد ز طغیاں خس شود
ہر کہ تسخیر مہ و پرویں کند
خویش را زنجیریِ آئیں کند

Marfat.com
Marfat.com

باد را زندان گل خوشبو کند
قید بو را، نافه آہو کند
می زند اختر سوئے منزل قدم
پیش آئینے سر تسلیم خم
سبزہ بر دین نمو روئیدہ است
پایمال از ترک آں گردیدہ است
لالہ پیہم سوختن قانون او
بر جہد اندر رگ او خون او
قطرہ ہا دریاست از آئین وصل
ذرہا صحرا ست از آئین وصل
باطنِ ہر شے ز آئینے قوی
تو چرا غافل ز ایں ساماں روی
باز اے، آزاد دستور قدیم
زینت پا کن ہماں زنجیر سیم
شکوہ سنجِ سختیِ آئین مشو
از حدود مصطفیؐ بیروں مرو[26]

ترقی و ارتقا کے لیے حضرت علامہ ایک آئین کی پیروی لازم گردانتے ہیں اور یہاں وہ آئین ہے، اسلام اور دین اسلام۔ اسی طرح اطاعت اور فرمابرداری پر زور دیتے اور تاکید کرتے ہیں اور جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے مطالعہ کیا ہے۔ اقبال کے نزدیک اطاعت رسولؐ ہی واحد ذریعہ فلاح و نجات ہے۔ صاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

بمصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست[27]

علامہ اقبال کا سارا پیغام ان کی اصطلاح خودی میں پوشیدہ ہے۔ یہاں خودی کے تصور کی تفصیلات کا بیان مقصود نہیں۔ مگر اتنا کہنا پھر بھی ضروری ہے کہ حضرت علامہ خودی کی اصطلاح سے خودشناسی، عرفان نفس، خود آگہی، معرفت ذات مراد لیتے ہیں اور تکمیل خودی کو انسان کے روحانی

Marfat.com
Marfat.com

ارتقا کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں۔ خودی کی قوت ایسی ہمہ گیر اور بے پناہ ہے کہ بقول اقبال:

خودی ہے زندہ تو سلطان جملہ موجودات[۲۸]

☆☆☆

خودی شیر مولا، جہاں اس کا صید
زمین اس کی صید، آسماں اس کا صید[۲۹]

انسان کے روحانی ارتقا اور بلند سے بلند ترین منصب پر پہنچ کر درجہ کمال حاصل کرنے کے لیے اقبال نے اسرار خودی میں تربیت خودی کے تین مرحلے قرار دیے ہیں:

(۱) اطاعت (۲) ضبط نفس (۳) نیابت الٰہی۔

مرحلۂ اوّل (اطاعت) کی بابت اقبال کے اشعار کا انتخاب ایک صفحہ قبل آپ کی نظر سے گزر چکا ہے۔ مرحلۂ دوم (ضبط نفس) میں آپ اسلام کے ارکانِ خمسہ (کلمۂ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کی پابندی لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس مرحلے سے بھی کامیاب گزرے تو انسان تیسرے مرحلے میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی خلافت خداوندی، اور نیابتِ الٰہی کے عظیم منصب کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت علامہ دوسرے مرحلے (ضبطِ نفس) کی بابت لکھتے ہیں کہ:

جب تک تمھارے ہاتھ میں لا الٰہ کا عصا ہے، تم ہر طرح کے خوف کے طلسم کو توڑ سکتے ہو۔ جس کے جسم میں حق روح کی طرح سما جائے اس کی گردن کبھی بھی باطل کے سامنے نہیں جھک سکتی، اس کے سینے میں کوئی خوف جگہ نہیں پا سکتا، کسی بھی غیر اللہ سے اس کا دل مرعوب نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی لا کے ملک میں آباد ہوا وہ بیوی بچوں تک کے خیال سے آزاد ہو گیا۔ وہ ماسوا سے کامل طور پر قطع نظر کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح، فرمانِ الٰہی کی تکمیل میں، وہ اپنے بے حد چہیتے بیٹے (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کی گردن پر چھری پھیرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ ایک سیپی ہے اور اس سیپی میں پیدا ہونے والا موتی نماز ہے۔ مسلمان کے دل کے تزکیہ و تصفیہ کے لیے اور قوت و استحکام کے لیے نماز حج اصغر کا درجہ رکھتی ہے۔ مسلمان کے ہاتھ میں نماز ایک خنجر کی طرح ہے کہ اس خنجر کے ذریعے وہ فحشا، منکر اور بغی (تمام برائیوں، بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں) کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ہے: ان الصلوۃ تنھی عن الفحشا والمنکر والبغی۔[۳۰] (بے شک نماز، تمام برائیوں، بے اعتدالیوں، اور

Marfat.com
Marfat.com

نافرمانیوں سے روکتی ہے)۔ روزہ بھوک اور پیاس پر شب خون مارتا ہے اور جسمانی خواہشات کے قلعے کو مسمار کر دیتا ہے۔ حج کا فریضہ مسلمانوں کی فطرت کو روشن و درخشاں کرتا ہے، اور ان کو یہ سبق سکھاتا ہے کہ زمین کے کسی خطے (وطن) کی محبت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بلکہ وطن سے ہجرت کر کے فقط ایک خدا کا ہو جانا مسلمان کے لیے لازم ہے۔ فریضہ حج کی ادیگی مسلمانوں کو اجتماعیت کا سبق دیتی ہے، اور ملت اسلامیہ کی کتاب کے منتشر اوراق کی شیرازہ بندی کرتی ہے۔ زکوٰۃ کے فرض کی ادائیگی مال و دولت کی محبت دل سے نکال دیتی ہے۔ نیز زکوٰۃ مساوات کا سبق دیتی ہے۔ حتیٰ تنفقوا کے حکم کی پیروی دل کو قوت اور استحکام بخشتی ہے۔ زکوٰۃ مال کی محبت تو کم کرتی ہے، لیکن انسان کی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔ (قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنا وہ مال جو تمھیں بہت زیادہ عزیز ہے خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ چوتھے سیپارے کا آغاز اسی آیت سے ہوا ہے۔ لن تنالوا البرّ حتی تنفقوا مما تحبون۔[۱۳] یاد رکھو کہ ان فرائض کی ادائیگی ہی تمھاری قوت واستحکام کا سبب ہے۔ اگر تمھارا اسلام مضبوط ہے اور تم ارکان اسلام کی ادائیگی میں سرگرم ہو تو تمھیں پختگی اور قوت حاصل ہوگی۔

حضرت علامہ کے اشعار کا مطالعہ کیجیے۔ فرماتے ہیں:

تا عصائے لا الہ داری بدست
ہر طلسم خوف را خواہی شکست
ہر کہ حق باشد چوں جاں اندر تنش
خم نگردد پیش باطل گردنش
خوف را در سینۂ او راہ نیست
خاطرش مرغوب غیر اللہ نیست
ہر کہ در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بندِ زن و اولاد شد
می کند از ما سویٰ قطع نظر
می نہد ساطور بر حلقِ پسر
لا الہ باشد صدف گوہر نماز
قلبِ مسلم را حج اصغر نماز

Marfat.com
Marfat.com

در کفِ مسلم مثال خنجر است
قاتلِ فحشاء بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخون زند
خیبر تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت افروز است حج
ہجرت آموز و وطن سوز است حج
طاعتے سرمایۂ جمعیتے
ربط اوراق کتاب ملتے
حب دولت را فنا سازد زکوٰۃ
ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حتیٰ تنفقوا محکم کند
زر فزاید اُلفتِ زر کم کند
ایں ہمہ اسبابِ استحکامِ تست
پختۂ محکم اگر اسلام تست[۲۲]

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- پیام مشرق، ص۱۶۶۔
۲- پروفیسر عبدالرشید فاضل، علامہ اقبال اور تصوف، ص۶۵۔
۳- سورہ احزاب، آیت ۷۱۔
۴- سورہ نساء، آیت ۶۵۔
۵- سورہ احزاب، آیت ۳۶۔
۶- سورہ نور، آیت ۵۱۔
۷- سورہ حشر، آیت ۷
۸- سورہ نساء، آیت ۶۴۔
۹- ایضاً، آیت ۸۰۔
۱۰- سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴۔
۱۱- سورہ جمعہ، آیت ۲-۳۔
۱۲- ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنی سباعی، سنتِ رسولؐ، (مترجم ملک غلام علی)، ص۲۴-۲۵۔
۱۳- سورہ اعراف، آیت ۱۵۷۔
۱۴- سورہ حشر، آیت ۷۔
۱۵- سورہ آل عمران، آیت ۱۳۲۔
۱۶- سورہ انفال، آیت ۲۴۔
۱۷- سورہ نسا، آیت ۸۰۔
۱۸- سورہ آل عمران، آیت ۳۱۔
۱۹- سورہ نور، آیت ۶۳۔
۲۰- سورہ آل عمران، آیت ۳۲۔
۲۱- ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنی سباعی، سنتِ رسولؐ، (مترجم ملک غلام علی)، ص۲۵-۲۶۔
۲۲- سورہ نور، آیت ۶۲۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۳- ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حسنی سباعی، سنت رسولؐ، (مترجم ملک غلام علی)، ص ۳۰۔
۲۴- ایضاً، ص ۳۲۔
۲۵- ایضاً، ص ۲۴-۳۶۔
۲۶- اسرار و رموز، ص ۴۱۔
۲۷- ارمغان حجاز (اردو)، ص ۶۲۔
۲۸- ایضاً، ص ۳۳۔
۲۹- بال جبریل، ۱۳۳۔
۳۰- سورہ عنکبوت، آیت ۴۵۔
۳۱- سورہ آل عمران، آیت ۹۲۔
۳۲- اسرار و رموز، ص ۴۲، ۴۳۔

Marfat.com
Marfat.com

سیرتِ رسولؐ

مطالعہ کی آسانی کے لیے اس باب کو تین ذیلی حصوں میں تقسیم کرتا ہوں:

۱-سیرت طیبہ

۲-اُسوہ حسنہ

۳-مکارم اخلاق

۱-سیرت طیبہ

چونکہ فرمانِ الٰہی کی رو سے اطاعت رسولؐ لازم و واجب قرار دی گئی ہے، اس لیے اس اُمت پر خدا کا یہ بڑا فضل ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سیرت پاک پوری تفصیل کے ساتھ آج تک محفوظ ہے اور ابد تک محفوظ رہے گی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی فلسفہ، کوئی اُصول، کوئی قانون اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پس پشت ایک مثالی شخصیت اور عملی سیرت موجود نہ ہو۔ ایسی شخصیت اور سیرت ہی ہوتی ہے جو دوسروں کی توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے، اور اس شخص کے حسن اخلاق اور خوش کرداری کا نمونہ دکھا کر اس راہ پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پیغمبر کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر اس کا پیش کردہ مذہب و مسلک مفید نہیں ہوتا اور دنیا راہِ ہدایت سے بے بہرہ رہ جاتی ہے۔

یوں تو سب پیغمبر اوصاف ستودہ سے آراستہ کر کے بھیجے گئے تھے مگر ان کی خصوصیات اپنے ملک، قوم اور زمانے کے لحاظ سے صرف ایک یا چند ہوتی تھیں۔ کسی میں ایک وصف نمایاں تھا تو کسی میں چند اوصاف۔ مگر وہ انسان کامل جو افضل البشر اور خاتم المرسلین تھے، تمام خصوصیات،

Marfat.com
Marfat.com

نبوت و رسالت، اور اوصاف بشریت و ولایت سے بیک وقت پوری طرح موصوف و متصف تھے۔ سچ کہا گیا ہے:

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچه خوباں ہمه دارند تو تنہا داری

کسی انسان کامل کے جو سوانح حیات بیان کیے جائیں ان کا تاریخ و روایت کی رو سے مستند ہونا لازم ہے۔ محض قصے، کہانیاں، صداقت کے لیے کفایت نہیں کرتیں۔ اس معیار پر پرکھیے تو مصلحین اور اکابر تو کیا، پیغمبروں کے سوانح حیات بھی تفصیل سے تو در کنار، اجمال کے ساتھ بھی معلوم نہیں ہیں۔ پھر دائمی نمونہ عمل بننے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس فرد کی سیرت کے تمام پہلو، اور زندگی کے تمام گوشے ہمارے سامنے بے نقاب ہو کر آجائیں تاکہ صاف، صاف نظر آجائے کہ اس کی سیرت تمام عالم کے لیے کیونکر ایک مثالی نمونہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی طرح سیرت کے عملی نمونہ بننے کے لیے لازم ہے کہ اس سیرت میں جامعیت پائی جائے تاکہ انسانی معاشرے کے تمام طبقات کے لیے اس کی زندگی میں صحیح نمونہ موجود ہو۔ یا یوں کہیے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جتنی شقیں اور جتنے پہلو ہیں ان سب میں اس کی زندگی رہنمائی کے لیے کافی ہو۔ اسی طور پر یہ بھی واجب ہے کہ جو شخص ایک دین اور ایک مذہب کو پیش کر رہا ہے اس کی تعلیمات پر وہ خود پوری طرح عامل اور کاربند ہو، تاکہ اس کا عمل اور اس کی عملی زندگی سارے عالم کے لیے مثالی نمونہ پیش کرے جس پر چل کر وہ کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوں۔ ان تمام اُصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام ﷺ کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت نہیں جس کی سیرت طیبہ اور جس کا اُسوہ حسنہ ان معیارات پر پورا اتر سکے۔

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہمارے محدثین کرام نے اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح و غلط سارا مواد سب کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتا دیے ہیں اور اُصول مقرر کر دیے ہیں۔ (تاکہ صحیح کو غلط سے اور سچ کو جھوٹ سے صاف کر کے کھوٹا اور کھرا پہچانا جا سکے۔ یہ فن اسماء الرجال اور نقد حدیث ایسا مکمل فن ہے کہ مغربی محققین بھی اس کی تکمیل کے معترف ہیں اور علمائے سلف کی تحقیق و تدقیق اور جرح و تعدیل کے مداح اور اس پر حیران ہیں)۔

اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و

Marfat.com
Marfat.com

جنگ، آمد ورفت، سفروحضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور طریق، رنگ و بو، خط و خال، قد و قامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی و طہارت کے واقعات۔ ہر چیز پوری روشنی میں مذکور، معلوم اور محفوظ ہے۔

میں آپ کو یہاں پر شمائل نبوی کی صرف ایک قدیم ترین کتاب شمائل ترمذی کے ابواب پڑھ کر سناتا ہوں، جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جزئی جزئی واقعات بھی کس طرح قلم بند کیے گئے ہیں۔ (یہاں ۵۲ مختلف بڑے عنوانات کے تحت سوانح پاک بیان کیے گئے ہیں۔ ان کو مولانا نے تفصیل سے نقل کیا ہے)۔

یہ آپ کے تمام ذاتی حالات ہیں۔ ان میں سے ہر عنوان کے متعلق کہیں چند، کہیں بکثرت واقعات ہیں اور ان میں سے ہر پہلو صاف اور روشن ہے۔ آنحضرتؐ کی زندگی کا کوئی لمحہ پردے میں نہ تھا۔ اندر آپ بیویوں اور بال بچوں کے مجمع میں ہوتے تھے، باہر معتقدوں اور دوستوں کی محفل میں۔

باسورتھ اسمتھ ایک مستشرق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ قول کہ کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہوسکتا۔ کم از کم یہ اُصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں۔ گبن مشہور مؤرخ ہے۔ لکھتا ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے کسی نے اپنے پیروؤں کا اس قدر سخت امتحان نہیں لیا جس قدر محمد ﷺ نے۔ اُنھوں نے دفعتاً اپنے آپ کو سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے بحیثیت پیغمبر کے پیش کیا، جو ان کو بحیثیت انسان کے بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اپنی بیوی، اپنے غلام، اپنے بھائی اپنے سب سے واقف کار دوست کے سامنے، اور سب نے بلاپس وپیش آپ کے دعوے کی صداقت کو تسلیم کرلیا۔[1]

علامہ سیّد سلیمان ندوی اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ خواہ جلوت میں ہوں یا خلوت میں، مسجد میں ہوں یا میدان جہاد میں، نماز شبانہ میں مصروف ہوں، یا فوجوں کی درستی میں، منبر پر ہوں یا گوشہ تنہائی میں ہر وقت اور ہر شخص کو حکم تھا کہ جو کچھ میری حالت اور کیفیت ہو وہ سب منظر عام پر لائی جائے۔ ازواج مطہراتؓ آپؐ کے خلوت خانوں کے حالات سنانے اور بتانے میں مصروف رہیں۔ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ ان عقیدت مندوں کے لیے تھا، جن کے رہنے کو گھر نہ تھے، ... باری باری سے دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کرلاتے اور اس سے روزی حاصل کرتے اور سارا وقت آپ کے ملفوظات سنتے۔ آپ کے حالات دیکھنے اور آپ کی معیت میں گزانے کے لیے صرف کرتے تھے۔ ان کی تعداد ستر کے

Marfat.com
Marfat.com

قریب تھی۔ انھی میں حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جن سے زیادہ کسی صحابی کی روایات نہیں۔ یہ ستر ہستیاں معتقد جاسوسوں کی طرح شب و روز، ذوق و شوق کے ساتھ آپؐ کے حالات دیکھنے، اور دوسروں سے ان کو بیان کرنے میں مصروف رہتی تھیں۔ دن میں پانچ وقت مدینہ میں رہنے والی تمام آبادی، دس برس تک مستقل، آپ کی ایک ایک حرکت و سکون، ایک ایک جنبش کو دیکھتی رہی۔ غزوات اور لڑائیوں کے موقع پر ہزار ہا صحابہؓ کو شب و روز آپؐ کو دیکھنے اور آپ کے حالات مبارکہ سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا۔ غزوہ فتح مکہ میں دس ہزار، غزوہ تبوک میں تیس ہزار اور حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ صحابہ کو آپ کی زیارت کے موقعے ملتے رہے۔ اور خلوت و جلوت، گھر اور باہر، صفہ اور مسجد، حلقہ تعلیم اور میدان جنگ تک میں، جس نے جس حال میں آپؐ کو دیکھا، اس کی عام اشاعت کی۔ نہ صرف اس کی اجازت بلکہ حکم اور تاکید تھی۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپؐ کی زندگی کا کون سا پہلو ہوگا جو زیر پردہ رہا ہوگا اور اس پر بھی ایک شخص آج تک آپ پر خردہ گیری نہ کر سکا، تو اب ایسی زندگی کو معصوم اور بے گناہ کہنا زیبا ہے یا ان زندگیوں کو جن کا بڑا حصہ ہماری نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ ہے۔[۲]

غرض سرکار دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ ایک کامل و مکمل نمونہ ہے اور اسی لیے اس ''نمونہ کامل'' کے تمام پہلو رہتی دنیا تک سب کے لیے سامان ہدایت فراہم کرتے رہیں گے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ جو شخص حضور کے عشق میں ڈوب جائے اور حضورؐ کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لے، اسے وہ بے پناہ قوتیں حاصل ہو جائیں گی کہ وہ بحر و بر پر اپنا تسلط جما لے گا۔ بلکہ اس کو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر طاقت حاصل ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں:

ہر کہ عشق مصطفیؐ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست[۳]

پہلے میں نے اسرار خودی کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں ان کو دہرایے۔ ان کے آخر میں اقبال حضرت مولانا جامیؒ کا شعر تضمین کرتے ہیں کہ ''حضور کی ذات گرامی ہی سے دونوں عالم کو حسن و آراستگی حاصل ہے۔ مختصر تو یہ ہے کہ آپؐ ہی آقا ہیں اور سارا عالم آپ کا غلام''۔ شعر دیکھیے:

خاک یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است[۴]

مولانا جامیؒ کا شعر نقل کرتے ہیں کہ:

Marfat.com
Marfat.com

"نسخہ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست"[۵]

جاوید نامہ میں حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کس بلیغ اور پُر معنی انداز میں بیان کی ہے:

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست
رحمۃ للعالمینی انتہاست[۶]

مشیت ایزدی نے جب چاہا جس کو چاہا اپنی تخلیق سے نوازا۔ موالید اسی طرح تدریجی طور پر ظہور پاتے رہے۔ تخلیق کے بعد دوسرا مرتبہ ان قوتوں کا ہے جو مخلوقات کو عطا کی گئیں۔ جمادات کے دور سے انسان کے دور تک اور خود انسان کے دور میں اس منصب تک جب کہ انسان کے تمام قوائے ظاہری و باطنی کو ان کا کمالی درجہ دیا گیا۔ ارتقا کے ساتھ یہ قدرتیں انسان میں ودیعت رکھنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر و شر دونوں راستے بتا دیے۔ و ھَدَیۡنٰہُ النجدین۔[۷] اور سمجھا دیا کہ کس راستے کو اختیار کرنے میں کیا خوبی اور کیا برائی ہے۔ جب عقل انسانی، ذہن بشری اور قوائے انسانی اپنے پورے کمال پر آ گئے (جیسا کہ موجودہ سائنس بھی تسلیم کرتی ہے) تو رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اس برگزیدہ شخصیت کو مبعوث فرمایا جو ابدالآباد تک سب کے لیے ہادی و رہنما ہے، اور جس کا وجود اپنے پرائے، دوست دشمن، حال و مستقبل، اس عالم اور دوسرے تمام عوالم کے لیے رحمت ہی رحمت ہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

جب اپنی پوری جوانی پہ آ گئی دنیا
تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا

چنانچہ جہاں بھی مخلوق پائی جاتی ہے، جہاں بھی دنیائے رنگ و بو آباد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ نور مصطفویؐ سے فیض حاصل کرتی رہے گی۔ ایسا نہیں تو وہ ابھی مصطفیؐ کی تلاش میں ہے، تا کہ اس مقدس اور برگزیدہ ذات سے اکتساب فیض کر سکے۔ علامہ فرماتے ہیں:

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیؐ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیؐ است[۸]

Marfat.com
Marfat.com

۲- اُسوہ حسنہ

گزشتہ صفحات میں مختصراً بیان کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مقدس مکمل طور پر ہمارے سامنے موجود و محفوظ ہے۔ اور آپ کے کردار و گفتار، افعال و اطوار تمام و کمال ساری دنیا کے لیے آئینہ ہیں۔ اسی لیے فرمان الٰہی کے مطابق حضورؐ کی سیرت مقدسہ اور اُسوۂ حسنہ واحد مثالی نمونہ ہے جسے پیش نظر رکھ کر اور جس کی تقلید و اتباع کر کے دنیا فلاح و نجات حاصل کر سکتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[۹]

رسول اللہ ﷺ کی حیات اقدس میں تمھارے لیے اُسوہ حسنہ کا مثالی نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ سیرت النبیؐ کی جلد ششم کا خاتمہ ان سطور پر کرتے ہیں:

اسلام کی اخلاقی تعلیموں اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی اخلاقی ہدایتوں کا ایک ایک حرف آپ کی نظر کے سامنے آ گیا۔ آپ نے دیکھا کہ اسلام کا فلسفۂ اخلاق کتنا مکمل، اس کی تعلیم کتنی کامل، اس کے تہذیب و تمدن کے اصول کتنے اعلیٰ اور اس کی اخلاقی تربیت کے نظریے کتنے بلند ہیں اور یہ سب کچھ ایک نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا اور اگر حضور علیہ السلام کی صداقت کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی ایک چیز کافی تھی کہ جس بلندی تک حکمائے زمانہ، فلاسفۂ روزگار اور قوموں کے معلم پہنچنے سے عاجز رہے، معلم امی ﷺ کسی انسانی تعلیم کے سہارے بغیر وہاں تک پہنچ گئے۔

اگرچہ یہ بات خود بھی اپنی جگہ پر بہت بڑی ہے، لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اس قوم کو جو تہذیب و تمدن سے ناآشنا، اخلاق عالیہ سے بیگانہ اور سلیقہ و شعور سے عاری تھی، نہ صرف اخلاق و تمدن کے ایسے بلند حکیمانہ اُصول اور نظریے سکھائے بلکہ اپنی تعلیم و تربیت کے صیقل سے ان میں ایسی جلا پیدا کر دی کہ دنیا ان کے اخلاقی جلوؤں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ

Marfat.com
Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کی وہ دُعا قبول ہوئی یا یہ کہیے کہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو اسماعیلی نسل کے خاتم المرسلین ﷺ کی آمد کے لیے کی گئی تھی۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ۔[10]

یعنی "ایسا نبی جو ان امیوں کو احکام اور اخلاق و حکمت سکھائے اور ان کو اپنی تعلیم و تربیت سے پاک و صاف کر کے نکھار دے۔" یہ نکھارنے والا آیا، اور نکھار کر دنیا کو پر بہار بنا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم"۔[11]

آنحضرت ﷺ کا معلم اخلاق اور کردار ساز ہونے کے اعتبار سے کتنا بلند مقام ہے، اس کو سمجھنے کے لیے میں مولانا سید سلیمان ندوی کی طویل تحریر کو ملخص کر کے درج کرتا ہوں۔ مولانا لکھتے ہیں:

دنیا کے اس آخری معلم کی تعلیم میں حکم خداوندی اور عقلی دقیقہ رسی، فرمان الٰہی اور اخلاقی نکتہ وری، امر ربانی اور حکم فطرت، کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے۔

انبیا اور حکما میں جو اصلی فرق و امتیاز ہے وہ یہ ہے کہ انبیا کی اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کی معصوم زندگی، ان کے مقدس کارنامے، اور ان کے پاک اثرات ہوتے ہیں جن کا فیض ان کے ہر بن مو سے خیر و برکت کی سلسبیل بن کر نکلتا ہے اور پیاسوں کو سیراب کرتا ہے، لیکن بلند سے بلند حکیم اور اخلاق کا دانائے رموز فلسفی جس کی اخلاقی سخن طرازی اور نکتہ پروری سے دنیا محو حیرت ہے اور جس نے انسان کے ایک ایک اندرونی جذبے، باطنی قوت اور اخلاقی فطرت کا سراغ لگایا ہے عمل کے لحاظ سے دیکھو تو اس کی زندگی ایک معمولی بازاری سے ایک انچ بلند نہ ہوگی۔

اس واقعے کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ محض زبان یا دماغ ہوتا ہے، دل و ہاتھ نہیں۔ اس لیے اس کے منہ کی آواز کسی دل کی لوح پر کوئی نقش نہیں بناتی بلکہ ہوا کے تموج میں مل کر بے نشان ہو جاتی ہے اور انبیا علیہم السلام چونکہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے بھی ہیں۔ جو ان کی تعلیم ہے وہی ان کا عمل ہے۔ جو ان کے منہ پر ہے وہی دل میں ہے۔ اسی لیے ان کی تعلیم اور صحبت کا فیضان خوشبو بن کر اُڑتا ہے اور ہم نشینوں کو معطر کر دیتا ہے۔

مگر اس وصف میں سارے انبیا علیہم السلام یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کے مختلف مدارج ہیں، ان کی عملی حیثیت کامل ہونے کے ساتھ ضرورت یہ ہے کہ ان کے اس درجہ کمال کی ایک ایک ادا عمل کی صورت میں نمایاں ہو، تاکہ ہر ذوق اور ہر رنگ کے فریق اور اہل صحبت اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان کی عملی مثالوں سے متاثر ہوں اور پھر وہ روایتوں کے اوراق میں محفوظ رہیں تاکہ بعد

Marfat.com
Marfat.com

کے آنے والے بھی اس نشان قدم پر چل کر مقصود کی منزل تک پہنچ سکیں۔ الغرض ایک کامل اور مکمل و آخری معلم کے لیے حسب ذیل معیاروں پر پورا اترنا نہایت ضروری ہے:

۱۔ اس کی زندگی کا کوئی پہلو پردے میں نہ ہو۔

۲۔ اس کی ہر زبانی تعلیم کے مطابق اس کی عملی مثال بھی سامنے ہو۔

۳۔ اس کی اخلاقی زندگی میں یہ جامعیت ہو کہ وہ انسانوں کے ہر گروہ کے لیے اپنے اندر اتباع اور پیروی کا سامان رکھتی ہو۔

تنقید کے ان معیاروں پر اگر ہم سارے انبیا اور مذہبوں کے بانیوں کی زندگیوں کو جانچیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کسی کی زندگی بھی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی حیات پاک کے برابر جامع کمالات نہیں۔ دنیا کا کوئی پیغمبر یا بانی مذہب ایسا نہیں ہے جس کی اخلاقی زندگی کا ہر پہلو ہمارے سامنے اس طرح بے نقاب ہو کہ گویا وہ خود ہمارے سامنے موجود ہے۔ صرف اسلام ہی کے ایک معلم کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ اور سب کو معلوم ہے اور بقول باسورتھ اسمتھ کے کہ یہاں (سیرت محمدیؐ) کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔[۱۲]

اب دوسری حیثیت سے غور کیجیے ان مقدس ہستیوں کی تعلیم، اچھائی، اخلاقی احکام کی خوبی اور مواعظ و نصائح کی عمدگی میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن کیا دنیا کو خود ان بزرگوں کے عملی اخلاق کا بھی تجربہ اور علم ہے۔ اسلام کے اخلاقی معلم کی شان اس حیثیت سے بھی بہت بلند ہے۔ اس نے جو کچھ کہا، سب سے پہلے خود اس کو کر کے دکھایا۔ ایک شخص نے آ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیا تھے۔؟ فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ کان خلقه القرآن۔ جو قرآن میں الفاظ کی صورت میں ہے، وہی حال قرآن کی سیرت میں بصورت عمل تھا۔

آپؐ کی حیثیت ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک خانہ دار، ایک کاروباری تاجر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد، ایک واعظ، ایک مرشد، ایک عابد و زاہد اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے۔ یہ تمام انسانی طبقے آپ کے سامنے آ کر زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے پیشہ و فن کے مطابق آپ کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

مدینۃ النبیؐ کی اس درس گاہ اعظم کو غور سے دیکھو، جس کی چھت کھجور کے پتوں سے اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے، اور جس کا نام مسجد نبوی تھا۔ اس کے الگ الگ گوشوں میں ان انسانی جماعتوں کے الگ الگ درجے کھلے ہوئے ہیں۔ کہیں حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ جیسے فرماں روا زیر تعلیم ہیں۔ کہیں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و معاویہؓ و سعد بن معاذؓ و سعید بن جبیرؒ جیسے ارباب

Marfat.com
Marfat.com

رائے وتدبیر ہیں۔ کہیں حضرات خالدؓ، ابوعبیدہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عمرو بن العاصؓ جیسے سپہ سالار ہیں۔ کہیں وہ ہیں جو بعد کو صوبوں کے حکمران، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے۔ کہیں ان زہاد وعباد کا مجمع ہے جن کے دن روزوں میں اور راتیں نمازوں میں کٹتی تھیں: ابو ذرؓ، سلمانؓ وابودرداؓ جیسے وہ خرقہ پوش ہیں جو مسیح اسلام کہلاتے تھے۔ کہیں وہ صفہ والے طالب علم تھے جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچتے اور گزارہ کرتے، اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے۔ کہیں حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ جیسے فقیہ ومحدث تھے، جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا۔ ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ ہے تو دوسری جگہ آقاؤں کی محفل ہے۔ کہیں غریبوں کی نشست ہے اور کہیں دولت مندوں کی مجلس ہے، مگر ان میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی تھی۔ سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہیں۔ سب پر توحید کا یکساں نشہ چھایا، اور سینوں میں حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجیں لے رہا ہے اور سب اخلاق واعمال کے ایک ہی آئینہ قدس کا عکس بننے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔[۱۳]

جیسا کہ پہلے ارشاد الٰہی میں نقل کیا گیا ہے۔ رب العزت نے حضورؐ کی حیات طیبہ کو مثالی نمونہ اور آپ کے اُسوہ حسنہ کو واحد آئیڈیل کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس لیے یہی بات ہے کہ آپ کا عمل اور کردار، نیز آپ کے اخلاق اور تعلیمات کا مرکز اُمت کی صحیح تعلیم وتربیت تھا۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں بہترین اخلاق کو درجہ کمال تک پہنچاؤں)۔

چنانچہ آپؐ نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض منصبی کو پوری تندہی اور حسن وخوبی سے انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ حضرت ابوذرؓ نے جب یہ سنا کہ مکہ میں ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے تو اپنے بھائی کو دریافت احوال کے لیے بھیجا۔ اُنھوں نے واپس جا کر جن الفاظ میں اپنے تاثر کا اظہار کیا وہ مسلم شریف میں مناقب ابی ذرؓ کے باب میں منقول ہیں۔ اُنھوں نے کہا تھا، رأیتہٗ یَاْمُر بمکارم الاخلاق (میں ان کو دیکھا کہ وہ اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں)۔

جب حضورؐ نے مسلمانوں کو ملک حبش (موجودہ ایتھوپیا) ہجرت کر جانے کی اجازت دی تو مسلمانوں کی ایک جماعت ہجرت کر گئی۔ قریش نے ان کے پیچھے پیچھے کچھ بااثر لوگ بھیجے تاکہ وہ شاہ حبش نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکائیں، اور مسلمان وہاں بھی سکون سے نہ بیٹھ سکیں۔ نجاشی

Marfat.com
Marfat.com

نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے قائد وفد کی حیثیت سے دربار شاہی میں گفتگو کی۔ آپ نے جو تقریر کی اس کا کچھ حصہ یہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں خون ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔

اسی طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے جو ابھی تک کافر تھے، آنحضرت ﷺ کی اصلاحی دعوت کا جو مختصر خاکہ کھینچا اس میں (باوجود انتہائی مخالفت اور دشمنی کے) یہ تسلیم کیا کہ وہ خدا کی توحید اور عبادت کے ساتھ لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ وہ پاک دامنی اختیار کریں، سچ بولیں اور قرابت کا حق ادا کریں۔[۴۱]

اسلام کی عمارت کے بنیادی ارکان جیسے کہ سب کو معلوم ہے پانچ ہیں۔ ایمان کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، چار اساسی ستون کی حیثیت رکھنے والی عبادات ہیں۔ ان عبادات سے جہاں روحانی تزکیہ اور باطنی ترقی حاصل ہوتی ہے، وہیں اخلاق حسنہ کی تربیت اور تکمیل بھی ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کا ایک فائدہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بری باتوں سے روکتی ہے۔ روزے کو فرمایا ہے کہ تقویٰ سکھاتا ہے۔ زکوٰۃ انسانی ہمدردی، ایثار اور غم خواری کی تعلیم دیتی ہے اور حج بہت سے مختلف طریقوں سے معاشرے اور ملت کی اصلاح اور تنظیم وغیرہ کا مؤثر وسیلہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

خدا فرماتا ہے کہ نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔ اور فرمایا کہ بھولنے والوں میں نہ ہو۔ اور فرمایا کہ نشے کی حالت میں اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کتنے نمازی ہیں، جنھوں نے گو شراب نہیں پی، مگر وہ نماز پڑھتے ہیں تو نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص دو رکعت بھی نماز ایسی ادا کرے جس میں کسی دنیاوی چیز کا دھیان نہ آئے تو خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ پھر فرمایا کہ نماز عاجزی، فروتنی، زاری، دردمندی اور شرمندگی کا نام ہے اور یہ کہ جس نے یہ بات نہیں پیدا کی اس کی نماز ناقص ہے۔ اور اگلی کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہر ایک کی نماز قبول نہیں کرتا۔ میں صرف اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری بڑائی کے سامنے سرنگوں ہے۔ میرے بندوں پر اپنی بڑائی نہیں جتاتا اور جو بھوکے

Marfat.com
Marfat.com

محتاج کو میرے لیے کھانا کھلاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز اسی لیے فرض کی گئی اور حج کے ارکان اسی لئے بنائے گئے تا کہ خدا کی یاد کی جائے۔ تو اگر دل میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو جو مقصود ہے تو اس میں یاد الٰہی کی قدر و قیمت کیا ہے؟ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو برائی اور بدی سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو خدا سے اور دور کر دیتی ہے۔

علامہ اقبال اُسوہ حسنہ کی تقلید کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم باغ مصطفویؐ کی ایک کلی ہو۔ بہارِ مصطفوی کی ہواؤں سے کھِل کر ایک پھول بن جاؤ۔ انھی کی بہار ایسی ہے کہ اس سے رنگ اور بو حاصل کرنی چاہیے، اس لیے حضورؐ کے مکارم اخلاق اور اُسوہ حسنہ کا پرتو اپنے اندر پیدا کرو۔ مسلمان سرتاپا شفقت ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کا ہاتھ اور زبان سب رحمت ہی ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ نام لیوا ہے اس ذات گرامی کا جس کی انگلی کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ جو خلق عظیم کے حامل ہیں اور جن کی رحمت سب کے لیے عام ہے۔ تم اگر آنحضرتؐ کی راہ سے دور ہو جاؤ گے تو ہمارے زمرے سے خارج شمار کیے جاؤ گے۔ مسلمان کی طینت اور فطرت ایک موتی کی مانند ہے۔ جس کو آب و تاب پیغمبر ﷺ کے سمندر سے حاصل ہوتی ہے۔ تو آب نیساں ہے اس سمندر کے آغوش میں آسودہ ہو جا اور پھر اس سمندر سے موتی بن کر باہر آ۔ اشعار میں یہ مضمون ملاحظہ کیجیے:

غنچۂ از شاخسارِ مصطفیٰؐ
گلؔ شو از باد بہارِ مصطفیٰؐ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرۂ از خُلق او باید گرفت
فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است
آنکہ مہتاب از سرِ انگشتش دو نیم
رحمت او عام و اخلاقش عظیم
از مقام او اگر دور ایستی
از میانِ معشر ما نیستی
طینت پاک مسلماں گوہر است
آب و تابش از یم پیغمبر است

Marfat.com
Marfat.com

آبِ نیسانی بآغوشش در آ
و ز میان قلزمش گوہر بر آ[۱۵]

اسلام نے اخلاق عالیہ کا بہت بڑا درجہ قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایمان کی تکمیل کو بھی حسن اخلاق سے متعلق قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقا "(مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا ہے جو حسن اخلاق میں سب سے زیادہ ممتاز ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد وغیرہ) بخاری شریف میں کتاب الادب میں حدیث آئی ہے کہ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ خیارکم احسنکم اخلاقاً (تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے)۔ اسی طرح طبرانی کی ایک حدیث میں آیا ہے: احب عباد اللہ الی اللہ احسنھم اخلاقا "(بندگان خدا میں اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو ان میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہو)۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

اسلام نے اخلاق حسنہ کا ایک اور بلند تخیل پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اخلاق حسنہ درحقیقت صفات الٰہی کا سایہ اور ظل ہیں اور اسی کی صفات الٰہیہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: حسن الخلق خلق اللہ الاعظم۔ (طبرانی) یعنی خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے۔ ہم انہی اخلاق کو اچھا کہتے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں اور انہی کو برا کہتے ہیں جو خدا کی صفات کے منافی ہیں البتہ یہ ظاہر ہے کہ خدا کی بعض خاص صفتیں ایسی بھی ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کا تصور بھی دوسرے میں نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے اس کا واحد ہونا، خالق ہونا، نیز ایسی پرجلال صفتیں بھی ہیں جو صرف خدا ہی کو زیبا ہیں جیسے اس کی کبریائی اور بڑائی وغیرہ۔ اس قسم کی صفات کا بندے میں کمال یہ ہے کہ ان کے مقابل کی صفتیں اس میں پیدا ہوں۔ خدا کی کبریائی کے مقابلے میں بندے میں خاکساری اور تواضع ہو اور خدا کی بلندی کے مقابلے میں بندے میں پستی اور فروتنی ہو۔ الغرض اسلام نے انسان کی روحانی تکمیل کا ذریعہ اخلاق کو اسی لیے قرار دیا ہے کہ وہ صفات الٰہی کے کسب وفیض کا سبب ہے۔ ہم جس حد تک اس کسب وفیض میں ترقی کریں گے، ہماری روحانی ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہی ہماری روحانی زندگی کی سیر کی آخری منزل ہے۔ اخلاق کا اس سے بلند تر تخیل ممکن نہیں۔[۱۶]

اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں آنحضرت ﷺ کے حسن اخلاق کی بابت ارشاد فرمایا ہے۔ و انک لعلی خلق عظیم (اور آپ بے شک عظیم اخلاق کے حامل ہیں)۔ اسی لیے آپؐ کی ذات گرامی خیر

Marfat.com
Marfat.com

البشر اور افضل الرسل ہے اور اسی لیے آپ کے اوصاف ستودہ، کردار بلند، اخلاق عالیہ، اُسوہ حسنہ، وہ واحد آئیڈیل ہیں جس کا اتباع اور جس کی تقلید ہم پر لازم و واجب ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے۔ (جو پہلے آچکا ہے کہ) و لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ (اور رسول اللہ کی ذات پاک میں تمھارے لیے اُسوہ حسنہ کا بہترین نمونہ موجود ہے)۔

اسی لیے ہم پر عشق رسولؐ اور اتباع رسولؐ فرض و واجب ہے۔ اسی تقلید و اتباع میں خدا کا عشق اور محبت الٰہی بھی مضمر ہے۔ یہ تقلید اپنے کمال پر پہنچ کر زرِ عشق میں انقلاب آفریں بن سکتی ہے اور بلاشبہ ایک شخص کو سب سے بلند مدارج و مراتب تک پہنچا دیتی ہے۔ علامہ اقبال کے یہ شعر پہلے آچکے ہیں مگر ایسے اہم ہیں کہ ان کے اعادے میں کوئی مضائقہ نہیں:

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق — ہست ہم تقلید از اسمائے عشق
کامل بسطامؒ در تقلید فرد — اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی؟ محکم شو از تقلیدِ یار — تا کمند تو شود یزداں شکار[۱۷]

Marfat.com
Marfat.com

۳- مکارم اخلاق

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر واقعہ اور آپؐ کے روزمرہ کے معمولات تمام دنیا کے لیے ایک مثالی نمونہ ہیں۔ حیات طیبہ سرتاپا معجزہ ہے۔ آپ مجموعہ کمالات انسانی وملکوتی تھے۔ آپؐ کی ذات میں تمام اخلاقی اور روحانی اوصاف جمع تھے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ تمام حالات محفوظ ہیں اور ایسے معتبر کہ مخالفین کو بھی ان کی صداقت اور واقعیت تسلیم ہے۔ آپؐ کے علاوہ یہ خصوصیت کسی نبی یا رسول کو حاصل نہیں۔ کسی کے حالات زندگی مفصل تو کیا مختصر بھی دستیاب نہیں ہوئے۔

آپؐ امی تھے اور یہ شرف بھی آپؐ ہی کی ذات کے لیے مختص تھا۔ لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح شہسواری، تیر افگنی، نیزہ بازی، شمشیر زنی بھی کسی سے نہیں سیکھی تھی مگر جنگ احد اور جنگ حنین کی مثالیں موجود ہیں کہ جب دوسرے مسلمان میدان سے منہ موڑ گئے تھے تب بھی آپؐ اپنی جگہ قائم تھے۔ تمدنی اور عمرانی مسائل، جہاں بانی اور جہاں داری کی صلاحیت، اجتماعیت اور اقتصادیت کے مسائل یہ سب انعامات الٰہی تھے، جو نبی امیؐ کو وحی الٰہی نے تعلیم کیے تھے اور اسی لیے آج تک ان کو حرف آخر کا درجہ حاصل ہے۔

آپؐ اپنے سارے کام خود انجام دیتے تھے۔ گھر کی صفائی، اونٹ کو باندھنا، بکری کو دوہنا، بازار سے سودا خریدنا اور خود اسے اُٹھا کر لانا، غرض ہر کام خود کرتے تھے۔ جو ملتا اسے پہلے سلام کرتے اور سب کے ساتھ عزت سے پیش آتے تھے۔ رنگ، نسل، آقا، غلام کا کوئی فرق روا نہ رکھتے۔ عدل اور مساوات کی جو مثالیں آپؐ نے قائم کیں، وہ تاریخ کا روشن باب ہے۔ انصاف کے معاملے میں اپنے پرائے سب آپ کی نظر میں برابر تھے۔ آپؐ اپنے پرائے سب کی مدد و اعانت فرماتے تھے۔ خاص طور پر غریبوں سے آپ کو بہت محبت تھی اور ان کی مدد میں خاص اہتمام فرماتے تھے۔ جاہل اور گنوار ملنے آتے اور گستاخانہ پیش آتے تو آپؐ صبر فرماتے۔ رات اور دن کا، گھر اور باہر کا آپ کا لباس ایک ہی ہوتا تھا۔ فرش زمین پر بے تکلف بیٹھ جاتے۔ کبھی کسی سے ترش روئی سے پیش نہ آتے۔ سب کے ساتھ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ہر قسم کی بیہودہ

Marfat.com
Marfat.com

باتوں سے اور لہو ولعب سے احتراز فرماتے، آپ کا رعب وجلال ایسا تھا کہ جو سامنے آتا مرعوب ہو جاتا لیکن جو قریب آ کر بیٹھتا اور آپؐ کے کلامِ معجز نظام سے فیض یاب ہوتا وہ آپؐ کی محبت دل میں لے کر جاتا تھا۔

عدل و مساوات کی طرح عفو و درگزر آپؐ کا خاص شیوہ تھا۔ خود ہر طرح کی تکلیف برداشت فرماتے۔ قریش مکہ نے آپؐ کی اہانت اور آپؐ کو جسمانی تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی مگر آپؐ یہی فرماتے رہے: رب اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ (اے رب! میری قوم کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں)۔ جنگ اُحد میں جب آپؐ زخمی ہو گئے اور بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان دشمنوں کے لیے بدُعا فرمایئے تب بھی آپؐ نے ان کے لیے یہی دُعا کی تھی۔ اسی طرح طائف میں ہوا جب آپؐ وہاں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو عمائدین شہر نے کچھ شریر لوگوں کو پیچھے لگا دیا جنھوں نے آپؐ پر اینٹ اور پتھر پھینکے، آپؐ کی توہین کی اور آپؐ کو زخمی کر دیا۔ واپسی پر آپؐ سے بدُعا کی درخواست کی گئی۔ مگر آپؐ نے دُعا فرمائی: "خداوندا! بنو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لا"۔ قریش مکہ کے مظالم کی فہرست کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ کون سی ایذا رسانی تھی جو اُنھوں نے روا نہیں رکھی۔ فتح مکہ میں جب آپؐ کو ان پر کامل غلبہ اور تسلط حاصل تھا تو آپؐ نے سب کو جمع کر کے فرمایا: "تم سب کو معافی ہے"۔ لا تثریب علیکم الیوم (آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا)۔

حضورؐ مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ دیر تک مریض کے پاس ٹھہرتے، اس کو تسلی دیتے اور علاج کی طرف توجہ دلاتے۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا خاص لحاظ فرماتے تھے۔ بچوں سے شفقت اور پیار کرتے۔ عورتوں کی امداد اور اعانت کرتے اور بوڑھوں کی تعظیم اور مدد فرماتے، آپؐ کا ارشاد ہے: من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ (جو ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہمارے زمرے میں نہیں)۔ آپؐ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ مصافحہ کے لیے پہلے خود ہاتھ بڑھاتے، صحابہؓ کو ان کے ناموں سے نہ پکارتے۔ بلکہ عرب کے قاعدے کے مطابق ان کی کنیت پکار کر بلاتے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ دوسروں میں عزت نفس اور خودداری کا جذبہ پیدا ہو۔ گفتگو میں آپؐ دوسروں کی بات کبھی نہ کاٹتے۔ جب تک وہ کہتا رہتا متوجہ رہتے۔ بزرگوں اور فاضلوں کی عزت فرماتے۔ مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے جس پر بیٹھ کر وہ اپنے اشعار سناتے۔ اسی

Marfat.com
Marfat.com

طرح ایک دن آپؐ صحابہؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سعد بن معاذؓ تشریف لائے۔ آپؐ نے انصار سے فرمایا: "اٹھ کر اپنے سردار کی پیشوائی کرو"۔ حضورؐ نے کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض اور مستعار لے کر دیتے۔ حالانکہ اپنا حال یہ تھا کہ حضورؐ کے گھر اکثر فاقہ میں بسر ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بعض دفعہ مہینہ بھر تک صرف دودھ اور کھجور پر بسر ہوئی ہے۔ گو آپؐ نے دوسری غذائیں بھی تناول فرمائی ہیں، مگر یہ کھانے عموماً ہدیہ کے طور پر خدمت والا میں پیش ہوتے تھے۔ سرکہ، شہد، زیتون کا روغن، کدو، ککڑیاں اور حلوہ آپ کو بہت پسند تھا۔ مزاج مبارک میں حد درجہ نفاست اور لطافت رچی ہوئی تھی۔ کسی کو میلا کچیلا یا پریشان دیکھتے تو ناپسند فرماتے۔ بودار چیزوں سے سخت نفرت تھی۔ خوشبو پسند تھی اور خود بھی اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے حکم دے دیا تھا کہ کوئی شخص پیاز، لہسن اور مولی کھا کر مسجد نبوی میں نہ آئے، اس کی بدبو دوسروں کے لیے باعث زحمت ہوگی۔

آپؐ بے حد نرم مزاج اور شیریں بیان تھے اور آپؐ کی گفتگو سادہ، ملائم، میٹھی اور رسیلی ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ کلام فرماتے کہ سننے والے کو فوراً ہی آپؐ کے فرمودات یاد ہو جاتے تھے۔ کبھی بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ بہت کم ہنستے تھے۔ کسی نے آپؐ کو قہقہہ مار کر ہنستے نہیں دیکھا۔ اچھی باتوں پر صرف تبسم فرماتے۔

آپؐ کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو مہکتی تھی جیسے مشک، مگر خوشگوار اور دھیمی، آپؐ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ بعض دفعہ آپؐ نے (محض تھوڑی دیر کے لیے) قیمتی لباس بھی زیب تن فرمائے ہیں جو بطور ہدیہ خدمت والا میں پیش کیے گیے تھے۔

آپؐ کی عفت و عصمت کا یہ عالم تھا کہ بچپن سے جاہلیت کی کسی بیہودہ رسم اور کھیل کود میں آپؐ نے کبھی حصّہ نہیں لیا۔ یہ بات عالم آشکار ہے کہ بعثت سے قبل بھی آپ امانت و دیانت میں اتنے نیک نام تھے کہ سارا عرب آپؐ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتا تھا۔ آپؐ پر عوام کو اس قدر اعتماد تھا کہ نبوت کے بعد جب قریش آپؐ کے بدترین مخالف اور دشمن بن گئے تھے، سب لوگ اپنی امانتیں آپؐ ہی کی تحویل میں رکھتے تھے۔ ہجرت کی رات بھی آپؐ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو آپؐ نے اسی لیے پیچھے چھوڑا تھا کہ سب لوگوں کو ان کا مال و متاع بحفاظت لوٹانے کے بعد مدینہ کو ہجرت کریں۔ زہد کی یہ کیفیت تھی کہ مہینہ بھر تک گھر میں آگ نہ جلتی تھی اور بسا اوقات صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ حد یہ ہے کہ مدینہ کے دس سالہ قیام

Marfat.com
Marfat.com

میں جب کہ آپ کو ہر طرح کی ظاہری قوت وقدرت حاصل تھی آپ کو برابر تین دن تک ایک مرتبہ بھی روٹی کھانے کو نہیں نصیب ہوئی۔ غور کے قابل ہے یہ بات کہ جس رات آپؐ نے مولائے حقیقی کے وصال کے لیے رحلت فرمائی ہے اسی شب حضرت عائشہؓ نے پڑوسن سے تیل قرض لے کر چراغ جلایا تھا۔

غرض آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی، رحمت، شفقت، رافت، تواضع، انکسار، شجاعت، رحم و کرم، عدل، سخا، جود، حیا، شرم، صبر، حلم، عفو، صدق، امانت، دیانت، عصمت، عفت اور تمام مکارم اخلاق کا مجموعہ اور مثالی نمونہ تھی۔ یہی وہ اُسوہ حسنہ ہے جسے خود باری تعالیٰ نے خلق عظیم کے لقب سے نوازا ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔[۱۸] (بے شک آپ خلق عظیم کے حامل ہیں۔) اور اسی لیے رب العزت نے مسلمانوں کو اس آئیڈیل کو سامنے رکھ کر اپنی عملی زندگی کو اس پر ہموار اور استوار کرنے کا حکم دیا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[۱۹] تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں وہ مثالی نمونہ موجود ہے جسے تم اپنی عملی زندگی میں اختیار کر کے مدارج اعلیٰ حاصل کر سکتے ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- سید سلیمان ندوی، خطبات مدارس، ص۸۳-۸۵۔
۲- ایضاً، ص۹۱-۹۲۔
۳- کلیات اقبال (فارسی)، پیام مشرق، ص۲۰۔
۴- ایضاً، اسرار و رموز، ص۲۱۔
۵- ایضاً۔
۶- ایضاً، جاوید نامہ، ص۱۲۷۔
۷- سورہ البلد، آیت ۱۰۔
۸- کلیات اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص۱۲۸۔
۹- سورہ الاحزاب، آیت ۲۱۔
۱۰- سورہ بقرہ، آیت ۱۲۹۔
۱۱- سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ، جلد ششم، ص۶۶-۶۷۔
۱۲- باسورتھ اسمتھ، سیرت محمدؐ، ص۱۰۸۔
۱۳- سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ، جلد ششم، ص۴۴-۴۵۔
۱۴- ایضاً، ص۱۵-۱۶۔
۱۵- کلیات اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص۱۳۲-۱۳۳۔
۱۶- سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ، جلد ششم، ص۳۴-۳۵۔
۱۷- کلیات اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص۲۱، ۲۲۔
۱۸- سورہ القلم، آیت ۴۔
۱۹- سورہ الاحزاب، آیت ۲۱۔

Marfat.com
Marfat.com

انسانِ کامل

علامہ اقبال کی اصطلاح کے مطابق شرف انسانی کی معراج اور ارتقائے خودی کی کامل ترین صورت انسان کامل ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اس میں "زندگی کی متضاد قوتیں ہم آہنگ ہو جائیں گی اور اس میں قوت اور علم اپنے انتہائی مدارج کے ساتھ موجود ہوگا"۔ اسی کو اقبال مومن کامل کہتے ہیں اور اس کی شان یہ بیان کرتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
ہمسایۂ جبریل امیں بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان[1]

اسی مرتبے پر مومن کامل کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا کار ساز[2]

یہی بات مولانا رومؒ اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔

آدمی چون نور گیرد از خدا
ہست مسجود ملائک ز اجتبا[3]

Marfat.com
Marfat.com

اور اس مقام پر رضائے بندہ اور مرضی مولا میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ بقول مولانا رومؒ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود[۴]

علامہ اقبال بھی یہی کہتے ہیں:

در رضایش مرضی حق گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود[۵]

اسی لیے نصیحت فرماتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے[۶]

یہ لطیف نکتہ انسان اس لیے باور نہیں کر پاتا کہ اس کا ادراک حجابات کے پردوں میں ڈھکا رہتا ہے ورنہ خود خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں رسول مقبول ﷺ کے عمل کو اپنی جانب منسوب کیا ہے۔ ارشاد ہے: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔[۷] (جب تم نے مٹھی بھر کر پھینکا تو وہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ وہ تو اللہ نے خود پھینکا تھا)۔ بقول علامہ اقبال: "اس مومن کامل اور انسان کامل میں یہ قوت اور قدرت ہوتی ہے کہ اس کا عزم وارادہ تقدیر الٰہی ہو جاتا ہے اور میدان جنگ میں اس کا تیر، تیر خداوندی ہوتا ہے"۔ اقبال کا شعر ملاحظہ کیجیے:

عزم او خلاق تقدیر حق است
روز ہیجا تیر او تیرِ حق است[۸]

اس نکتے کو سمجھنے کے لیے کچھ تفصیل مناسب ہے۔

اسلام کا اصل الاصول توحید کا عقیدہ ہے۔ اسلامی توحید تمام مذاہب وملل قدیمہ کے وحدانیت کے تصور سے مختلف ہے۔ مجملاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات نے توحید کی عمارت کے دو اہم ستون قرار دیے ہیں:

۱۔ خدائے قدوس کی حقیقی عظمت وجلال کی پہچان

۲۔ کائنات میں انسان کی اصل حیثیت اور اس کے مرتبے کی تعیین۔

خدائے عزوجل ہر قسم کی صفات عالیہ، اوصاف کمالیہ اور محامد جمیلہ سے متصف ہے، اس کی مانند کوئی نہیں۔ عرش سے فرش تک جو کچھ ہے وہ اس کا ہے اور اس پر صرف اسی کی حکمرانی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

کائنات کا کوئی ذرہ اس کے حکم سے باہر نہیں، اس کے کاروبار میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ سب فانی ہیں، صرف اسی ایک کو بقا ہے۔ سب اس کے آگے سربسجود ہیں۔ وہ ہر عیب سے پاک، ہر برائی سے منزہ اور ہر الزام سے بری ہے۔ وہ تشبیہ و تمثیل سے بالاتر اور انسانی رشتے ناتے سے پاک ہے۔

خدا کی عظمت و جلالت و کبریائی کے ساتھ وحی محمدیؐ نے یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان اس عالم خلق میں تمام مخلوقات سے اشرف ہے اور وہ اس دنیا میں خدا کی نیابت کا فرض انجام دینے آیا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔[9] (میں اس زمین پر ایک نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں)۔ اس کا منشور اس کی خلافت کا گواہ ہے۔ وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔[10] (اور ہم نے بنی آدم کو عزت و اکرام عطا کیا۔) سے انسان کے شرف و عظمت اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔[11] (اس نے آدم کو تمام و کمال اسماو حقائق کا علم بخشا) سے اس کے علم کی وسعت اور قوت تسخیر کی شہادت بہم پہنچتی ہے۔

غرض محمد رسول اللہ ﷺ نے جس توحید کی تلقین کی تھی۔ وہ انھی دو اُصولوں پر قائم ہے ایک یہ کہ انسان تمام مخلوقات میں اشرف ہے اس لیے کسی مخلوق کے سامنے اس کا سر نہیں جھکنا چاہیے اور دوسرا یہ کہ ہر قسم کی قوت، ہر طرح کی قدرت اور تمام اوصاف کمالیہ، صرف اسی ایک بزرگ و برتر ہستی کے لیے ہیں انسان کی پیشانی کو ہر چوکھٹ سے اٹھ کر صرف اسی کے آستانے پر جھکنا چاہیے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات[12]

انسان کامل ہی نائب خدا اور خلیفۃ اللہ ہے۔ وہ ان تمام اوصاف و کمالات سے متصف ہوتا ہے جو مشیت الٰہی میں اس کے لیے امانت رکھے گئے ہیں اور جن کی بدولت انسان کو احسن التقویم کے معزز لقب سے نوازا گیا ہے۔

آغاز آفرینش سے وجود نے جتنے ارتقائی مدارج طے کیے ہیں۔ بلا شبہ ان میں انسان ارتقائی شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر اس کو خیر و شر اور پست و بلند کا وہ مجموعہ بنایا گیا ہے کہ اگر ایک طرف وہ احسن التقویم کے خطاب کا سزاوار ہے تو دوسری جانب اسفل السافلین کا رتبہ بھی اسی کی جانب منسوب ہے۔ خیر و شر اور پست و بلند کا یہ تصادم و پیکار ہی انسان کو عظمت و شرف کی جانب لے جاتا ہے اس لیے کہ اسے وہ فطرت صالح، عقل سلیم اور قوت ممیزہ بخشی گئی ہے جو اسے غلط سے صحیح کی طرف، پست سے بلند کی جانب، اور شر سے خیر کی سمت صراط مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ اسی طرح خدا نے انسان کو فطری طور پر جو صلاحیت عطا کی ہے وہ اسے خیر و سلامتی کی راہ پر قائم رکھتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

موجودات عالم کے ذرے ذرے میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے۔ اگر یہ ظہور نہ ہوتا تو موجوداتِ صوری کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن حق تعالیٰ کا ان ذروں میں ظہور ہر ذرے کی استعداد کے مطابق ہے۔ ظہورِ اتم سوا انسان کے اور کسی چیز میں نہیں۔ اس لیے ساری کائنات اسی کے لیے مسخر کی گئی ہے اور اسی لیے خدا نے اپنی نیابت و خلافت کے منصب و لقب سے اس کو سرفراز کیا ہے۔ حضرت آدم (جو ابوالبشر یا انسانیت کے اولین پیکر تھے) اپنے ظاہر کے لحاظ سے خلق کی صورت تھے تو اپنے باطن کے لحاظ سے حق کی صورت۔ خداوند عز و جل کا ارشاد ہے: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِيْ۔[۳۲] یہاں تسویہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب جسم آدم میں ہر قسم کی صلاحیت پیدا ہوگئی تب اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔ روح پھونکنے کے معنی صرف یہ نہیں کہ جسدِ آدم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی بلکہ یہ بھی ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا پرتو آدم پر ڈالا۔ چونکہ آدم کا تسویہ پورا ہو چکا تھا، انھوں نے اس پرتو کو قبول کیا اور امانتِ الٰہی کے متحمل ہو گئے۔

اسی لیے انسان میں جملہ صفاتِ الٰہی کا پرتو پایا جاتا ہے۔ وجوبِ ذاتی اور صفاتِ تنزیہی کے ماسوا کہ وہ اسی پاک اور برتر ذات کے لیے مخصوص ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ ان صفات کے لیے اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں، انسان ظلّی عکسی اور اضافی طور پر صفاتِ الٰہی کا حامل بنا، جبھی تو اس کو مسجودِ ملائک کا اہم اور مقتدر رتبہ حاصل ہوا۔ مسجودِ ملائک ہونا گویا اعلامیہ تھا کہ وجود کے ارتقا نے مکمل شکل اختیار کر لی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا عقیدہ اسلام میں صرف نظری چیز نہیں بلکہ اسلامی اعتقاد میں اس کو عملی حیثیت بھی حاصل ہے یعنی خدا کی یہ صفات اخلاقِ انسانی کا معیار ہیں۔ انسان کے حصولِ شرف و عظمت کی کسوٹی یہی صفات و اسماء ہیں۔ انسان کی عملی زندگی ان ہی صفاتِ خداوندی کے پرتو کے مطابق ڈھلنی چاہیے۔ اگر انسان خدا سے نسبت پیدا کرنی چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ خدا کے ان اسماء و صفات سے نسبت پیدا کرے تاکہ انسانِ کامل اور نیابتِ خداوندی کے منصبِ جلیلہ تک اس کو رسائی میسر آ سکے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ۔ (خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)۔ ذاتِ باری ہر قسم کی تجسیم و تشبیہ سے پاک ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ یہاں صورت سے مراد جسمانی شکل نہیں ہو سکتی، بلکہ معنوی صورت و شکل مقصود ہے۔ یعنی خدا کی صفاتِ کاملہ کا عکس موجودات میں سب سے زیادہ انسان ہی میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

حسن الخلق خلق اللّٰہ الاعظم (حسن اخلاق صرف خدا تعالیٰ کا خلق عظیم ہے)۔ ارباب معرفت نے اسی لیے یہ تعلیم دی ہے کہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ (خدا کے سے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو)۔ جو کوئی جس درجے تک اخلاق خداوندی سے نسبت کاملہ پیدا کرے گا وہ اسی قدر شرف انسانیت سے آراستہ اور احسن التقویم کی عظمت سے ہم کنار نظر آئے گا۔

وجود کے مراتب میں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، انسان اکمل ہے اور جملہ افراد انسانی میں محمد رسول اللہ ﷺ سب سے ارفع و اکمل ہیں اور مظہر اتم ہیں حق تعالیٰ کے۔ اس لیے صرف آپؐ ہی انسان کامل ہیں۔ دوسروں کو یہ مرتبہ آپؐ ہی کی برکت اور آپؐ ہی کی پیروی و متابعت اور آپ ہی کی محبت سے ظلی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں واضح طور پر انسان کو تسخیر کائنات اور تسخیر انفس و آفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ جابجا ارشاد ہے کہ یہ ساری کائنات، ہوا، پانی، زمین، آسمان اور ان میں جو کچھ ہے، ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ پھر انسان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان سب کو تسخیر کرے۔ جب تک نوامیس فطرت اور مظاہر قدرت کی کامل تسخیر اور ان پر تصرف و غلبہ حاصل نہ ہو، انسان کو مرد مومن کے لقب سے سرفراز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حکم اس لیے بھی ہے کہ مرد مومن پیرو، اور تبع ہے اس ذات اقدس کا جو مومن کامل اور انسان کامل ہے۔ اور یہ کائنات اور اس میں جو کچھ ہے، سب کچھ آپ ہی کے صدقے میں وجود میں آیا ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے: لو لاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ کی ذات والاصفات وجود پانے والی نہ ہوتی تو میں یہ زمین و آسمان اور یہ کائنات کچھ بھی پیدا نہ کرتا)۔ اقبال کے اشعار دیکھیے فرماتے ہیں:

عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے[۱۴]

....

جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک[۱۵]

....

ولایت، پادشاہی، علم اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں[۱۶]

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کا مردِ مومن جو معرفت خودی رکھتا ہے اور اتباع نبوی میں اُسوہ حسنہ پر اپنی زندگی کو ڈھالتا ہے انفس و آفاق کو مسخر کر لیتا ہے۔ ضمیر کائنات کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ وہ ابن الوقت نہیں رہتا، بلکہ ابوالوقت اور ابوالحال کے بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

عشق تکمیل ذات کے لیے تسخیری عمل پر مستعد رکھتا ہے، اس لیے تمام فطری اور عمرانی رکاوٹوں پر غالب آتا ہے۔ یہ عشق کا جذبہ حب خدا اور حب رسولؐ سے میسر آتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔[۱۷] (جو مومن ہیں وہ خدا کی ذات سے زیادہ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں)۔ محبت خدا عشق رسولؐ کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔

قرآن شریف میں واضح طور پر فرمایا ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔[۱۸] (اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ فرما دیجیے اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو اول میرا اتباع کرو۔ اس پیروی اور اتباع کی برکت سے تم کو میری محبت حاصل ہو گی اور محبت رسولؐ سے تم حب الٰہی تک پہنچ جاؤ گے جس کے صلے میں تم کو بارگاہ الٰہی سے یہ انعام عطا ہو گا کہ خود خدا تم سے محبت فرمائے گا)۔ اسی لیے علامہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ سوز طلب کرو، جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کو ملا تھا۔ عشق نبی کا تھوڑا سا حصہ حق سے طلب کرو کہ یہ مل جائے تو یہ بھی بہت ہے۔

سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب
ذرۂ عشق نبیؐ از حق طلب[۱۹]

مردِ مومن خدا کی صفات غفاری و قہاری کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے باوجود غلبہ و سلطانی، قوت و شوکت اور جاہ و جلال کے معمولات زندگی کی ادائی میں اور یگانہ و بیگانہ سے معاملہ کرنے میں سرتاپا رحمت و شفقت ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں مومنین کی صفت یوں بیان فرمائی گئی ہے: اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔[۲۰] (وہ کفار کے حق میں بہت سخت، لیکن آپس میں بے حد رحم دل اور شفیق ہیں)۔ مومن کو یہ صفت اتباع رسولؐ کے صدقے میں حاصل ہوتی ہے کہ آپ رؤف، رحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں نیز خدا کی صفت غفاری کے پرتو سے مومن میں یہ صفت پیدا ہوتی ہے۔ دراصل مومن کے سامنے ایک ہی مثالی پیکر (آئیڈیل) ہوتا ہے اور وہ ہے جناب رسول مقبول ﷺ کی ذات مجمع الصفات، جو انسان کامل کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں، اور جن کا پاکیزہ کردار،

Marfat.com
Marfat.com

مکارم اخلاق اور اُسوہ حسنہ مسلمانوں کی عملی زندگی کے لیے واحد نمونے کا درجہ رکھتا ہے اقبال کی مختصر نظم "مردِ بزرگ" ایک ایسے ہی صحیح قسم کے مردِ مومن کی تعریف کرتی ہے جو انسان کامل (آنحضرت ﷺ) کے اتباع وتقلید کے شرف سے آراستہ ہے:

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق
پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفیق
مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزادہ معانی میں دقیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق[۲۱]

مردِ مومن ایمان کی دولت سے مشرف ہوتا ہے تو خدا کے تمام احکام کے سامنے سرِ خم کر دیتا ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کے عشق ومحبت میں سرشار ہو کر اُسوہ نبویؐ کے اتباع کی بدولت مکارم اخلاق سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ غیر اللہ کی نفی اس کو پاکی باطن اور صفائے قلب عطا کرتی ہے۔ اس کے اقوال و اعمال احکام الٰہی کے نور سے منور ہوتے ہیں اور اس کا قلب بیدار مہبط تجلیات الٰہی بن جاتا ہے۔

دلِ بیدار فاروقیؓ دلِ بیدار کراریؓ
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری[۲۲]

مردِ مومن اس انسان کامل ﷺ کے عشق اور ان کے اتباع کی بدولت وہ پاکی و پاکیزگی حاصل کرتا ہے جو کمال انسانیت کے لیے لازم ہے جس کے صدقے میں اس کو بے اندازہ قوت و قدرت میسر آتی ہے۔ مومن کو عشق کی دولت کے توسل سے دل زندہ اور قلب سلیم حاصل ہو جاتا ہے جو معرفت الٰہی کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ اس کی پاکی باطن، صفائے قلب، اور تنویر روحانی اس کو وہ ملکوتی شان اور لاہوتی آن عطا کرتی ہے جس کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

انھی اوصاف وکمالات کا مجموعہ ہونے کے باعث مردِ مومن نیابت خداوندی اور خلافت الٰہی

Marfat.com
Marfat.com

کا صحیح استحقاق رکھتا ہے۔ خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفہ اور نائب میں اصل کے اوصاف و کمالات کا پرتو جتنا زیادہ نمایاں ہوگا اتنا ہی وہ اپنے اندر اس منصب خلافت و نیابت کا زیادہ استحقاق ثابت کرے گا اور اسی وقت وہ نیابت کے فرائض زیادہ بہتر ادا کر سکے گا۔ اصل کے اوصاف و کمالات کا یہ عکس کسی فرد میں اس کی اپنی صلاحیت اور پاکیزگی کے لحاظ سے کم و بیش پایا جاتا ہے۔ مدارج روحانی اور کمالات باطنی میں اس درجہ ترقی ممکن ہے کہ پھر بندہ مومن سر تاپا خدائی رنگ میں رنگ جائے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۔[۴۳]

اللہ کا رنگ اور اس کے رنگ سے زیادہ اچھا اور چوکھا رنگ اور کون سا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم اسی کے بندے ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ انسان اوصاف عالیہ کے لیے اصطرلاب کی مانند ہے۔ انسان کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس میں اوصاف خداوندی کا پرتو پایا جاتا ہے۔ جو صفت بھی انسان میں پائی جاتی ہے وہ اسی کا عکس ہوتی ہے۔ بعینہ ایسے جیسے کہ پانی میں چاند کا عکس نظر آتا ہے۔ خلق کو پاک اور صاف پانی کی مانند سمجھو جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس نظر آتا ہے۔ مولانا کے اشعار یہ ہیں:

آدم اصطرلاب اوصافِ علو است
وصفِ آدم مظہر آیات اوست
ہر چہ در وے می نماید عکس اوست
ہم چو عکس ماہ اندر آب جوست
خلق را چوں آب داں صاف و زلال
وندر و تاباں صفات ذوالجلال[۴۴]

جب مرد مومن اپنی پاک باطنی، روشن ضمیری، تنویر روحانی اور صفات ستودہ کی بدولت، صفات خداوندی کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے وہ کمال ارتقائے انسانیت حاصل ہوتا ہے جو اسے مقام محمدی تک پہنچاتا ہے۔

حقیقت محمدیہ کو الفاظ میں بیان کرنا بے حد دشوار ہے۔ یوں سمجھیے کہ حقیقت انسانی کی اصل حقیقت محمدیؐ ہے۔ حق تعالیٰ نے سب سے پہلا تنزل حقیقت محمدیؐ میں فرمایا کہ اول ما خلق

Marfat.com
Marfat.com

اللہ نوری (پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے خلق کی وہ میرا نور تھا) نیز فرمایا: کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین۔ (میں نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے) اور ابھی ان کو وجود حاصل نہیں ہوا تھا۔ آپؐ کل موجودات سے اسبق اور کل مخلوقات سے اکمل ہیں۔ آپؐ اصل ہیں جملہ کائنات کی۔ حدیث قدسی ہے: لو لاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر آپؐ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں کائنات ہی کو پیدا نہ کرتا)۔ آپؐ خلاصۂ موجودات ہیں۔ جس طرح آدم پر تخلیق کائنات ختم ہوئی۔ آپؐ پر تکمیل انسانیت ختم ہوئی۔ دراصل وہ قطب جس پر احکام عالم کا دارومدار ہے اور جو ازل سے ابد تک دائرۂ وجود کا مرکز ہے، حقیقتاً ایک ہی ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ اور آپؐ ہی کی ذات واحد انسان کامل ہے۔

مرد مومن کے لیے واحد مثالی پیکر یہی انسان کامل یعنی رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپؐ تک رسائی جیسا کہ پہلے وضاحت کی گئی ہے، عشق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور عشق کی تکمیل اُسوۂ حسنہ کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ جس نے آپؐ کے اُسوہ طیبہ کا اتباع کیا، جسے آپؐ کی محبت حاصل ہوئی اور جسے یہ سعادت نصیب ہوگئی اسے سب کچھ مل گیا۔ مختصر یہ کہ بندۂ مومن جو توحید کا راز دار، متاع مصطفوی کا امین اور اُسوۂ حسنہ کا متبع ہوتا ہے، جو احکام الٰہی اور فرامین مصطفویؐ کے اتباع کی بدولت روحانی ارتقاع کے منازل طے کرتا ہے۔ عشق رسولؐ جس کا زادِراہ اور قرآن عظیم جس کا برگ و ساز ہوتا ہے، اسے وہ شوکت و سطوت نصیب ہوتی ہے جو اسے ساری کائنات پر تصرف اور غلبہ بخشتی ہے اور اسے انفس و آفاق کی تسخیر اور ان پر کامل تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی ذات اوصاف خداوندی کا پرتو اور جلال و جمال کا مظہر ہوتی ہے۔ صداقت اور حقانیت کے لیے وہ رحمت اور باطل و ظلمت کے لیے قہر ہوتا ہے۔ علمی اور عملی، تمدنی اور اخلاقی زندگی میں اس کی ذات انسانیت کے لیے رہنما ہوتی ہے اور سیاست و اقتصادیات، تہذیب و اجتماعیات میں وہ دنیا کے لیے چراغ راہ ہوتا ہے۔ سائنسی علوم اور پوشیدہ حقائق اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ بطن گیتی اور سینۂ افلاک کو چیر کر آسمان و زمین اور خلا و پاتال کے تمام اسرار سربستہ کو حل کرتا اور بے پناہ قوت اور غلبہ حاصل کر لیتا ہے، اسی لیے وہ انسانیت کے شرف کا پیکر، عظمت و طاقت کا مظہر اور سلطان موجودات بن جاتا ہے۔ اب اس کا ایک قدم زمین پر ہوتا ہے اور دوسرا ماورائے افلاک۔ آسمان و زمین اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں تو تقدیر و تدبیر اس کے اشاروں پر عمل کرتی ہے۔ چنانچہ وہ عبدیت کے درجۂ کمال پر فائز ہو کر بیک وقت صفات ملکوتی، نیابت الٰہی اور خلافت خداوندی کے کمالات کا جامع بن جاتا ہے۔ علامہ اقبال مولانا گرامی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

مسلم تودۂ خاک نہیں کہ خاک اسے جذب کر سکے۔ یہ ایک قوت نورانیہ ہے کہ جامع ہے جواہر موسویت (علیہ السلام) اور ابراہیمیت (علیہ السلام) کی۔ آگ اسے چھو جائے تو بردوسلام بن جائے۔ پانی اس کی ہیبت سے خشک ہو جائے۔ آسمان و زمین میں یہ نہیں سما سکتی کہ یہ دونوں ہستیاں اس میں سمائی ہوئی ہیں۔ پانی آگ کو جذب کر لیتا ہے۔ عدم بود کو کھا جاتا ہے۔ پستی بلندی میں سما جاتی ہے۔ مگر جو قوت جامع اضداد ہو اور محلل تمام تناقضات کی ہو، اسے کون جذب کرے!! مسلم کو موت نہیں چھو سکتی کہ اس کی قوت، حیات و موت کو اپنے اندر جذب کر کے حیات و موت کا تناقض مٹا چکی ہے۔ مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت کو اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے۔ اور اس کا دائرۂ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے محمدیت کا، اور وارث ہے موسویتؑ اور ابراہیمیتؑ کا کیوں کر کسی شے میں جذب ہو سکتا ہے، البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے اور اس کی قوت جاذبہ بھی ذاتی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کف پا سے، جس نے اس ریگستان کے چمکتے ہوئے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔[۲۵]

اسی لیے حضرت علامہ مومن کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرد مومن کسی اور سے رنگ و بو حاصل نہیں کرتا۔ وہ صرف حق تعالیٰ سے رنگ و بو حاصل کرتا ہے۔ ہر وقت اس کے بدن میں ایک نئی روح جلوہ گر ہوتی رہتی ہے اور ہر ساعت حق تعالیٰ کی طرح، اس کی بھی ایک نئی شان ظہور کرتی ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

مردِ حق از کس نگیرد رنگ و بو
مردِ حق از حق پذیرد رنگ و بو
ہر زماں اندر تنش جانے دگر
ہر زماں او را چو حق شانے دگر[۲۶]

اسی طرح فرماتے ہیں کہ مرد مومن خاک سے جنم لیتا ہے مگر اطراف و جہات کی قیود توڑ کر اس رب الاطراف والجہات کی بارگاہ کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اس کی راہ میں مرگ اور حشر سب ہیچ ہیں۔ ان کا ساز و سامان صرف تب و تاب پیہم اور سوز دوام ہے۔ وہ اس نیلگوں آسمان اور اس جیسے سیکڑوں آسمانوں کی فضا میں پرواز کر کے اور غوطے کھا کر پھر اس فضا سے نکل آتا ہے اور ایک فضائے نور میں پرواز کرتا ہے جہاں اسے یہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ جبریل، فرشتوں اور

Marfat.com
Marfat.com

حوروں سب کو اپنی گرفت میں لاسکتا ہے۔ اس وسعت نورانی اور فضائے نور میں اسے وہ ارتقا حاصل ہوتا ہے کہ وہ خیر البشر اور انسان کامل کے مقام بلند پر پہنچ کر دیدار الٰہی سے مشرف ہوتا ہے اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [۲۷] (نہ نظر کج ہوئی، نہ اس نے کم یا زیادہ دیکھا) کے منصب سے بہرہ ور ہوتا ہے اور مقام محمدیؐ سے واقف ہو کر مقام عبدیت تک رسائی حاصل کرتا ہے:

ہم چناں از خاک خیزد جان پاک
سوئے بے سوئی گریزد جان پاک
در رہ او مرگ و حشر و حشر و مرگ
جز تب و تابے ندارد ساز و برگ
در فضائے صد سپہر نیلگوں
غوطہ پیہم خوردہ باز آید بیروں

....

می کند پرواز در پہنائے نور
مجلش گیرندۂ جبریل و حور
تا ز ما زاغ البصر گیرد نصیب
بر مقام عبدہٗ و گردد رقیب [۲۸]

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- کلیاتِ اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص ۷۳۔
۲- ایضاً، بال جبریل، ص ۱۰۰۔
۳- مثنوی معنوی، دفتر دوم، ص ۲۵۱۔
۴- ایضاً، دفتر اول، ص ۱۲۳۔
۵- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۲۶۔
۶- کلیاتِ اقبال (اردو)، بال جبریل، ص ۶۰۔
۷- سورہ انفال، آیت ۱۷۔
۸- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۱۲۲۔
۹- سورہ بقرہ، آیت ۳۰۔
۱۰- سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔
۱۱- سورہ بقرہ، آیت ۳۱۔
۱۲- کلیاتِ اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص ۵۰۔
۱۳- سورہ ص، آیت ۷۲۔
۱۴- کلیاتِ اقبال (اردو)، بال جبریل، ص ۴۵۔
۱۵- ایضاً، ص ۷۰۔
۱۶- ایضاً، بانگِ درا، ص ۲۸۶۔
۱۷- سورہ البقرہ، آیت ۱۶۵۔
۱۸- سورہ آل عمران، آیت ۳۱۔
۱۹- کلیاتِ اقبال (فارسی)، پیام مشرق، ص ۶۰۔
۲۰- سورہ الفتح، آیت ۲۹۔
۲۱- کلیاتِ اقبال (اردو)، ضرب کلیم، ص ۱۴۱۔
۲۲- ایضاً، بال جبریل، ص ۲۷۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۳- سورہ البقرہ، آیت ۱۳۸۔

۲۴- مثنوی معنوی، دفتر دوم، شعر نمبر ۳۱۳۸-۳۱۴۰۔

۲۵- مکاتیب اقبال بنام گرامی، ص ۱۴۷، ۱۴۸۔

۲۶- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۷۷۔

۲۷- سورہ النجم، آیت ۱۷۔

۲۸- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۸۷۔

❀......❀......❀

Marfat.com
Marfat.com

قرآن حکیم

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا یہ قول پہلے آچکا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کان خلقه القرآن کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ عین قرآن کریم تھے۔ یعنی قرآن حکیم میں جو احکام و فرامین الفاظ کی صورت میں بیان ہوئے ہیں حضورؐ کی حیات طیبہ میں ان کی عملی تفسیر تھی۔ اس لیے جب تک قرآن مجید کی خصوصیت پر ایک نظر نہ ڈالی جائے گویا سیرت طیبہ اور اُسوہ حسنہ کی صحیح جھلک نظر نہیں آسکتی۔

قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں: (۱) ایک انشائی جن میں کسی چیز کی امر یا نہی کی گئی ہے اور (۲) دوسری اخباری جن میں ماضی یا مستقبل کی خبریں دی گئی ہیں، خواہ وہ افعال عباد سے ہوں یا افعال رب العباد سے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضورؐ کے اخلاق کریمانہ کو جن آیات قرآنی کی تفسیر بتایا ہے وہ پہلی قسم کی آیتیں ہیں جن پر عمل فرما کے آپؐ نے ابد تک کے لیے روشن مثال قائم کی۔ البتہ دوسری قسم کی آیات میں جہاں باری تعالیٰ نے ایسے نتائج بیان فرمائے ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی سے ہے ان پر عمل بھی پہلی شق کے ذیل میں آجاتا ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیمات ایسی جامع و کامل ہیں کہ ان کی تشریح و توضیح کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے، مختصراً یوں کہا جاسکتا ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ (الانعام ۶، آیت ۵۹) (نرم و گرم، خشک و تر، سبھی کچھ روشن کتاب میں موجود ہے)۔ عبادات کی تلقین، انسانیت کا شرف، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حلال حرام، تعاون علی الخیر، عدم تعاون علی الشر، عدل و عفو، احسان و درگزر ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار، قول بلا عمل بدترین شے، اعضائے انسانی مسؤل ہوں گے، خیر و شر کم ہو زیادہ سب کی پرسش ہوگی۔ ناپسندیدہ طور طریق، بنی آدم اعضائے یک دیگرند، تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں ہم مپسند، عورتوں اور مردوں کے حقوق، شکر کرو گے تو انعامات میں زیادتی ہوگی انسان کا نفس برائی پر اکساتا ہے، قسم کھانا بری عادت ہے، جھوٹ اور دیگر کبائر کی مذمت، جمع و خرچ کے اُصول، اکتناز زر کی مذمت، اسراف و تبذیر کی برائی،

Marfat.com
Marfat.com

بخل کی مذمت، خیرات و مبرات کا پسندیدہ ہونا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات تا کہ بندے اس کی صفات جمالی، جلالی اور کمالی کا احساس کر کے حق اختیار کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ چند عنوانات اور اشارے محض مثال کے طور پر ہیں ورنہ مطالب قرآن مجید کا احاطہ ناممکن ہے۔

پھر تعلیماتِ قرآن گوناگوں خصوصیات اور عظمتوں کی حامل ہیں مثلاً:

(۱) یہ تعلیمات کل عالم اور تمام خلائق کے لیے ہیں اور ابدلآ باد تک رہنما رہیں گی۔
(۲) یہ تعلیمات حیات انسانی اور کائنات کے تمام شعبوں پر حاوی اور جامع ہیں۔
(۳) ان تعلیمات میں اخلاق وفضائل کی بہترین تعلیم وترغیب ہے۔
(۴) علوم عقلی، اور علوم اخروی، پہلو بہ پہلو موجود ہیں۔
(۵) عملی زندگی کی ہدایات اور عام مطالب سب کے لیے سہل الفہم ہیں۔
(۶) دین ودنیا کا بہترین ہدایت نامہ اور ملک وریاست کا بہترین قانون اس میں موجود ہے۔
(۷) قرآنی احکام فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں اور عقل بشری کے لیے قابل فہم اور لائق قبول۔
(۸) انفرادی اور اجتماعی طور پر تمام نوع بشر کے لیے یہ احکام قابل عمل ہیں۔
(۹) قرآن، رنگ، قوم، نسل، زبان، ملک وغیرہ کے امتیازات دور کرتا ہے۔
(۱۰) قرآن میں حقوق انسانی تفصیل سے قائم کیے گئے ہیں۔
(۱۱) قرآن نے عمرانی اور تمدنی حقوق اور فرائض متعین کیے ہیں۔
(۱۲) راعی ورعایا، حاکم ومحکوم، خادم وآقا کے امتیازات اور حقوق فرائض مقرر کیے گئے ہیں۔
(۱۳) مساوات، اُخوت، صداقت، عدل، امن، سلامتی کی تلقین وتعلیم دی گئی ہے۔
(۱۴) مزید یہ کہ حسن بیان، فصاحت وبلاغت، تہذیب وشائستگی، اثر وتاثیر، اعجاز بیانی اور معجز نمائی میں تمام کتب سماوی پر فائق ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم سورہ فاتحہ کی تفسیر کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

نزول قرآن کے وقت دنیا کا مذہبی تخیل اس سے زیادہ وسعت نہیں رکھتا تھا کہ نسلوں، خاندانوں اور قبیلوں کی معاشرتی حد بندی کر لی گئی تھی۔ ہر گروہ کا آدمی سمجھتا تھا دین کی سچائی صرف اسی کے حصے میں آئی ہے۔ جو انسان اس کی مذہبی حد بندی میں داخل ہے، نجات یافتہ ہے جو داخل نہیں نجات سے محروم ہے۔ ہر گروہ کے نزدیک مذہب کی اصل وحقیقت محض اس کے ظاہری اعمال و رسوم تھے۔ جونہی ایک انسان انھیں اختیار کر لیتا، یقین کیا جاتا کہ اسے نجات وسعادت حاصل ہو

Marfat.com
Marfat.com

گئی ہے مثلاً عبادت کی شکل، قربانیوں کے رسوم، کسی خاص طعام کا کھانا یا نہ کھانا، کسی خاص وضع قطع کا اختیار کرنا یا نہ کرنا، چونکہ یہ اعمال ورسوم ہر مذہب میں الگ الگ تھے اور ہر گروہ کے اجتماعی مقتضیات یکساں نہیں ہو سکتے تھے اس لیے ہر مذہب کا پیرو یقین کرتا تھا کہ دوسرا مذہب صداقت سے خالی ہے کیونکہ اس کے اعمال ورسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں۔

ہر مذہبی گروہ کا دعویٰ صرف یہی نہیں تھا کہ وہ سچا ہے بلکہ یہ بھی تھا کہ دوسرا جھوٹا ہے۔ نتیجہ یہ تھا کہ ہر گروہ اتنے ہی پر قانع نہیں رہتا تھا کہ اپنی سچائی کا اعلان کرے بلکہ یہ بھی ضروری سمجھتا تھا کہ دوسروں کے خلاف نفرت اور تعصب پھیلائے۔ اس صورت حال نے بنی نوع انسان کو ایک دائمی جنگ وجدل کی حالت میں مبتلا کر دیا تھا۔ مذہب اور خدا کے نام پر ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرتا تھا اور اس کا خون بہانا جائز سمجھتا تھا لیکن قرآن نے نوع انسانی کے سامنے مذہب کی سچائی کا عالمگیر اصول پیش کیا:

(الف) اس نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف کہہ دیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔ دین خدا کی عام بخشش ہے اس لیے ممکن نہیں کہ کسی ایک جماعت کو دیا گیا ہو دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔

(ب) قرآن نے کہا کہ خدا کے تمام قوانین فطرت کی طرح انسان کی روحانی سعادت کا قانون بھی ایک ہی ہے اور سب کے لیے ہے۔ پس پیروان مذہب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ انھوں نے دین کی وحدت کو فراموش کر کے لگ الگ گروہ بندیاں کر لی ہیں اور ہر گروہ بندی دوسر ی گروہ بندی سے لڑ رہی ہے۔

(ج) اس نے بتایا کہ خدا کا دین اس لیے تھا کہ نوع انسانی کا تفرقہ اور اختلاف دور ہو، اس لیے نہیں تھا کہ تفرقہ ونزاع کی علت بن جائے۔ پس اس سے بڑھ کر گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو چیز تفرقہ دور کرنے آئی تھی اسی کو تفرقہ کی بنیاد بنا لیا ہے۔

(د) اس نے بتایا کہ ایک چیز دین ہے اور ایک شرح ومنہاج ہے۔ دین ایک ہی ہے اور ایک ہی طرح پر سب کو دیا گیا ہے البتہ شرح ومنہاج پر اختلاف ہوا اور یہ اختلاف ناگزیر تھا کیونکہ ہر عہد اور ہر قوم کی حالت یکساں نہ تھی اور ضروری تھا کہ جیسی جس کی حالت ہو ویسے ہی احکام واعمال اس کے لیے اختیار کیے جائیں۔ پس شرح ومنہاج کے اختلاف سے اصل دین مختلف نہیں ہو سکتے۔ تم نے دین کی حقیقت تو فراموش کر دی ہے۔ محض شرع ومنہاج کے اختلاف پر ایک

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے کو جھٹلا رہے ہو۔

(ہ) قرآن نے بتایا کہ تمھاری مذہبی گروہ بندیوں اور ان کے ظواہر و رسوم کو انسانی نجات و سعادت میں کوئی دخل نہیں۔ یہ گروہ بندیاں تمھاری بنائی ہوئی ہیں۔ ورنہ خدا کا ٹھہرایا ہوا دین تو ایک ہی ہے۔ وہ دین حقیقی کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کا قانون۔

(و) اس نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ اس کی دعوت کا مقصد اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تمام مذاہب سچے ہیں لیکن پیروان مذہب سچائی سے منحرف ہو گئے ہیں اور اُنھوں نے اپنے اپنے دین کی صورت مسخ کر دی ہے۔ اگر وہ اپنی فراموش کردہ سچائی از سر نو اختیار کر لیں تو میرا کام پورا ہو گیا اور اُنھوں نے مجھے قبول کر لیا۔ تمام مذاہب کی یہی مشترک اور متفقہ سچائی ہے جسے وہ الدین اور الاسلام کے نام سے پکارتا ہے۔

(ز) وہ کہتا ہے خدا کا دین اس لیے نہیں ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نفرت کرے بلکہ اس لیے ہے کہ ہر انسان دوسرے سے محبت کرے اور سب ایک ہی پروردگار سے رشتہ عبودیت میں بندھ کر ایک ہو جائیں۔ وہ کہتا ہے جب سب کا پروردگار ایک ہے، جب سب کا مقصود اسی کی اطاعت اور بندگی ہے، جب ہر ایک انسان کے لیے وہی ہونا ہے جیسا کہ اس کا عمل ہے، تو پھر خدا اور مذہب کے نام پر یہ تمام جنگ و نزاع کیوں؟ قرآن کہتا ہے کہ خدا پرستی کا رشتہ ہی ایک ایسا رشتہ ہے جو انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانا پھر آباد کر سکتا ہے۔ یہ اعتقاد کہ ہم سب کا پروردگار ایک ہی ہے اور ہم سب کے سر ایک ہی چوکھٹ پر جھکے ہوئے ہیں۔ یکجہتی اور یگانگت کا ایسا جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ ممکن نہیں انسان کے بنائے ہوئے تفرقے اس پر غالب آسکیں۔[۱]

اسی لیے قرآن مجید میں صراط مستقیم پانے کی دُعا سکھائی گئی ہے جو ہم پانچ وقت روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں خشوع و خضوع کے ساتھ کرتے ہیں۔ اسی لیے حضورؐ رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ ساری نوع انسانی آپ کے زیر سایہ صراط مستقیم پائے اور راہ نجات حاصل کرے۔

علامہ اقبال قرآن حکیم کو وہ آئین اور ضابطہ حیات سمجھتے ہیں جو ہماری اخروی زندگی ہی نہیں، دنیاوی زندگی کے بھی تمام شعبوں میں مکمل طور پر رہنمائی کا ضامن ہے۔ دراصل کسی فرد اور کسی جماعت کے وجود اور استحکام کے لیے اساسی اور بنیادی ضابطے لازم ہیں جو ان کے فکر و تدبر اور اعمال و افعال کو صحیح خطوط پر چلائیں۔ مسلمانوں کے لیے ایسا آئین اور ضابطہ قرآن حکیم ہے بلکہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں غیر مسلموں کے لیے بھی جو اس کی تعلیمات سے استفادہ کرنے کا ارادہ

Marfat.com
Marfat.com

کریں۔ جتنے اُصول، قوانین، ضابطے اور آئین انسان اپنی عقل وفہم سے بناتا ہے یا بنائے گا ان کا حشر ہم روز دیکھتے ہیں کہ وہ قطع و برید کے محتاج اور ترمیم و تردید کے مستحق ہوتے ہیں۔ وحی الٰہی ہی وہ چیز ہے، جو ایسا اٹل اور کبھی تبدیل نہ ہو سکنے والا اور ہر دور میں صادق آنے والا قانون وضابطہ اور آئین عطا کرے جو بنی نوع انسان کے لیے ہر ملک، ہر دور، ہر زمانہ، ہر قوم میں اس کی زندگی کے تمام گوشوں اور سارے شعبوں میں رہنمائی کا ضامن ہو۔ قرآن حکیم ایسا ہی ضابطۂ حیات اور آئین زندگی ہے جو ابدالآباد تک جاری رہے گا۔

حضرت علامہ نے رموز بے خودی میں صفحہ ۱۲۱ پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے کہ ''در معنی ایں کہ نظام ملت غیر از آئین صورت نہ بندد، و آئین ملت محمدیہ قرآن است'' آگے صفحہ ۱۲۶ پر دوسرا عنوان ہے کہ ''در معنی ایں کہ پختگی سیرت ملیہ از اتباع آئین الٰہیہ است'' جو مطالب اقبال نے یہاں یا دوسرے مقامات پر بیان کیے ہیں، آئندہ صفحات میں ان کی تشریح و توضیح آئے گی۔ یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ اقبال قرآن حکیم کو اس اعتبار سے کہ وہ آئین الٰہی اور ضابطہ حیات ہے کتنی زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

اقبال کہتے ہیں کہ ملت آئین خداوندی سے ایک نظام حاصل کرتی ہے اور جو نظام اس بنیاد پر قائم ہو اسے دوام حاصل ہوتا ہے۔ شارع نیک و بد کی حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے تیرے لیے یہ قدرتی اور فطری آئین مقرر کر دیا ہے تو اس پر عمل کر کے لوہے کی طرح سخت اور مضبوط بن جائے گا اور دنیا میں بلند مراتب حاصل کرے گا۔ اگر تو کمزور ہے تو یہ تجھے قوی بنائے گا اور پہاڑ کی طرح پختہ و مستحکم کر دے گا۔ یہ جان لے کہ دین مصطفویؐ دین حیات ہے اور آپؐ کی شریعت اس آئین حیات کی تفسیر ہے۔ اگر تو زمین کی طرح پامال ہے تو یہ آئین تجھے آسمان کی طرح سربلند کر دے گا بلکہ خدا تجھے اس سے بھی بڑھ کر جو چاہے گا بنا دے گا۔ اس آئین کے مستقبل سے پتھر آئینے کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور اس سے لوہے کے سارے زنگ دور ہو جاتے ہیں۔ اشعار پڑھیے:

ملت از آئین حق گیرد نظام
از نظام محکمے خیزد دوام

شارع آئین شناس خوب و زشت
بہر تو ایں نسخۂ قدرت نوشت
از عمل آہن عصب می سازدت

Marfat.com
Marfat.com

جائے خوبی در جہاں اندازدت
خستہ باشی استوارت می کند
پختہ مثلِ کوہسارت می کند
ہست دین مصطفیؐ دینِ حیات
شرعِ او تفسیر آئینِ حیات
گر زمینی آسمان سازد آسرا
آنچہ حق می خواہد آں سازد ترا
صیقلش آئینہ سازد سنگ را
از دلِ آہن رباید زنگ را[۲]

اس آئین حیات بخش و حیات افزا کے اس مختصر تعارف کے بعد اقبال کہتے ہیں کہ جب سے ملت مسلمہ نے دین اسلام اور شعار نبوی کو چھوڑ دیا وہ زوال پذیر ہوگئی۔ وہ مسلمان جو شیر کو ایک معمولی بکری کی طرح شکار کر لیتا تھا اب چیونٹی اس کے پاؤں میں آجائے تو وہ چیخ اٹھتا ہے۔ جس کی تکبیر سے پتھر پانی ہو جاتے تھے، اب وہ بلبل کے چہچہے پر تڑپ جاتا ہے۔ جس کا عزم و حوصلہ پہاڑ کو تنکا جانتا تھا، اس نے خود کو توکل کے سپرد کر کے اپنے آپ کو لاچار بنا رکھا ہے۔ جس کی ایک ضرب سے دشمنوں کی گردنیں ٹوٹ جاتی تھیں۔ سینہ کوبی سے اب خود اس کا دل خستہ و رنجور ہے۔ جس کے اقدامات سے نئے نئے ہنگامے جنم لیتے تھے۔ وہ اب گوشہ عزلت میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ جس کے حکم پر ساری دنیا چلتی تھی اور جس کے در پر سکندر و دارا بھکاری بن کر آتے تھے، اب سعی و جستجو ترک کر کے قناعت کے نام پر خود کشکول گدائی لیے بیٹھا ہے۔ (یہ سب نحوست و زوال کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ مسلمانوں نے شعار مصطفویؐ اور احکام نبویؐ سے منہ موڑ لیا ہے)۔

اشعار ملاحظہ کیجیے:

تا شعار مصطفیؐ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

آنکہ کشتے شیر را چوں گوسفند
گشت از پامال مورے دردمند
آنکہ از تکبیر او سنگ آب گشت

Marfat.com
Marfat.com

از صفیر بلبلے بے تاب گشت
آنکه عزمش کوہ را کاہے شمرد
با توکل دست و پائے خود سپرد
آنکه ضربش گردنِ اعدا شکست
قلبِ خویش از ضرب ہائے سینه خست
آنکه گامش نقشِ صد ہنگامه بست
پائے اندر گوشۂ عزلت شکست
آنکه فرمانش جہاں را نا گزیر
بر درش اسکندر و دارا فقیر
کوشش او با قناعت ساز کرد
تا به کشکولِ گدائی ناز کرد[۳]

علامہ اقبال نے قرآن حکیم کا مطالعہ کامل غور وفکر اور تدبر و تعمق سے کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید کے غائر مطالعہ سے اس سمندر کے موتی چن لیے ہیں۔ صبغۃ اللہ کسے کہتے ہیں؟ اس رمز کو میں نے پورے شرح وبسط سے بیان کر دیا ہے۔ میرے سوز و گداز اور تب وتاب سے تو بھی اپنا حصہ حاصل کر لے اس لیے کہ میرے بعد کوئی ایسا مرد فقیر تجھے نہیں ملے گا جو ان اسرار کو بیان کرے۔ میں نے مسلمانوں کے دلوں کو سوز و غم سے آشنا کر دیا ہے اور اس پرانی بوسیدہ شاخ کو پھر تری و تازگی بخشی ہے۔ میں نے صرف شوق سیکھا اور اس آگ میں سلگتا رہا اور پھر اس سے مسلمانوں کی بجھی ہوئی آگ کو از سر نو بھڑکا دیا۔ مجھے آہِ صبح گاہی کی نعمت عطا ہوئی۔ ایک تنکے کو پہاڑ کی سطوت بخش دی گئی ہے۔ گویا میرے سینے میں لا الہ کا نور روشن ہے اور میرے مشروب میں لا الہ کا سرور ملا ہوا ہے۔ اسی کے فیض سے میرے فکر کی جولانی آسمانوں کو چھوتی ہے۔ تو بھی میرے مشروب سے ایک دو جام بھر کے پی لے تا کہ تجھ کو بے نیام تلوار کی سی چمک دمک حاصل ہو جائے۔

اقبال کے اشعار کا لطف لیجیے:

خاوراں از شعلۂ من روشن است
اے خنک مردے که در عصر من است

Marfat.com
Marfat.com

از تب و تابم نصیبِ خود بگیر
بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر
گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمز صبغۃ اللہ گفتہ ام
با مسلماناں غمے بخشیدہ ام
کہنہ شاخے را نمے بخشیدہ ام

با من آہِ صبح گاہے دادہ اند
سطوت کوہے بکاہے دادہ اند
دارم اندر سینہ نور لا الٰہ
در شراب من سرور لا الٰہ
فکر من گردوں میسر از فیض اوست
جوئے ساحل ناپذیر از فیض او ست
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام
تا درخشی مثل تیغ بے نیام[۲]

اقبال اپنے قرآنی مطالعہ کا نچوڑ اور اپنے فکر وتدبر کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمارا برگ وساز سب کتاب وحکمت ہے۔ یہی وہ دو قوتیں ہیں جن سے ملت کو عزت وآبرو حاصل ہوتی ہے۔ دنیائے ذوق وشوق کی فتوحات ہوں یا عالم زیریں اور عالم بالا کی فتوحات سب خدا کے انعامات ہیں جو مومنوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔ یہی جمالی اور جلالی شان کی نمود ہے جو مومن کی شان امتیاز ہے۔ اگر تجھے دوام وثبات مطلوب ہے تو قرآن سے خوشہ چینی کر۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس میں آب حیات موجود ہے۔ قرآن ہم کو لاتخف (دنیا کی کسی قوت سے خوف مت کھاؤ) کا پیغام سناتا ہے اور ہمیں اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ ہم اس حالت اور کیفیت میں ڈوب جائیں۔ سلطان اور امیر سب کو لا الہ سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ مردِ فقیر بھی لا الہ کا بم اپنے پاس رکھتا ہے کہ اس کی ہیبت سے سب لرزتے ہیں۔ جب تک ہمارے پاس لا اور الا (نفی اور اثبات۔ کلمہ طیبہ کے دونوں ٹکڑے) کی تلوار تھی ہم نے ماسوا اللہ کی ساری قوتوں کو زیر کر لیا تھا:

Marfat.com
Marfat.com

برگ و ساز ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبار ملت است
آں فتوحات جہانِ ذوق و شوق
این فتوحات جہانِ تحت و فوق
ہر دو انعامِ خدائے لا یزال
مومناں را آں جمال است ایں جلال

بر خور از قرآن اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیده ام آبِ حیات
می دہد ما را پیام لا تخف
می رساند بر مقام لا تخف
قوت سلطان و میر از لا الہ
ہیبت مرد فقیر از لا الہ
تا دو تیغ لا و الا داشتیم
ماسوا اللہ را نشاں نگزاشتیم[۵]

رموز بے خودی میں اقبال افسوس کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ نے آئین الٰہی کو چھوڑ دیا ہے اس لیے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان کو زندہ رکھنے والی قوت یہی آئین ہے۔ مثالیں دے کر اس بات کو ذہن نشین کراتے ہیں کہ دیکھو کونپل ایک آئین کی پابند ہوئی تو بڑھ کر پھول بن گئی۔ اسی طرح پھول ایک قاعدے میں منسلک ہوئے تو گلدستہ وجود میں آگیا۔ آواز ایک نظم وضبط حاصل کرتی ہے تو نغمہ بن جاتی ہے ورنہ یہی آواز محض ایک بے معنی شور ہے۔ ہوا کی موج ہمارے گلے میں پہنچ کر ایک ضابطہ کی پابند ہو جاتی ہے تو لے کی صدا بن کر خوش آیند نغمہ بن جاتی ہے۔ اشعار پڑھیے:

ملتے را رفت چوں آئین زدست
مثل خاک اجزائے او از ہم شکست
ہستیِ مسلم ز آئین است و بس
باطنِ دینِ نبیؐ ایں است و بس

Marfat.com
Marfat.com

برگ گل شد چوں ز آئین بستہ شد
گل ز آئین بستہ شد گلدستہ شد
نغمہ از ضبطِ صدا پیداستے
ضبط چوں رفت از صدایے غو غاستے
در گلوئے ما نفس موج ہواست
چوں ہوا پابندِ نے گردد نواست[۶]

"شمع وشاعر" میں آئین کی پابندی سے راحت وعیش میسر آنے کے لیے ایک اور عمدہ مثال پیش کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے، فرماتے ہیں:

دہر میں عیش دوام آئیں کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں[۷]

علامہ بتاتے ہیں کہ مسلمان کا آئین، اس کے بقاوثبات کا ضامن قرآن حکیم ہے۔ جس میں لازوال ازلی وابدی حکمتوں کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اس سے زندگی کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ ناپائیدار کو پائیداری نصیب ہوتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اس کی آیات میں نہ تبدیلی ہو سکتی ہے نہ ان کی غلط تاویل ممکن ہے۔ نوع انسانی کے لیے یہ خداوند حکیم کا آخری پیغام ہے، اور اس کے لانے والے سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جو ناارجمند ہو وہ قرآن کریم کے اتباع سے اقبال مند بن جاتا ہے۔ بندوں کا سر قرآن کے حکم سے معبود مطلق کے سجدے میں جھکتا ہے مگر اسی سے اس کو سربلندی حاصل ہوتی ہے:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات[۸]

رہزنوں نے قرآن حکیم سے اعتصام کیا تو وہ دنیا بھر کے قائد اور رہنما بن گئے۔ وہ صحرانشین جاہل جو ہدایت کے محتاج تھے، اس چراغ سے روشنی پا کے علوم وفنون کا سرچشمہ بن گئے۔ یہ وہ نسخہ ہے جو جہاں بانی کے اسرار سکھاتا ہے۔ مسند جمشید اس کے قدموں میں روندی جاتی ہے۔ اگر تو مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہتا ہے تو یاد رکھ سوائے قرآن پر قائم رہنے کے اور کوئی طریق کار نہیں:

تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست؟
زیر گردوں سر تمکین تو چیست؟

Marfat.com
Marfat.com

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لا یزال است و قدیم
نسخۂ اسرار تکوینِ حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
نوع انساں را پیامِ آخریں

حاملِ او رحمۃ للعالمیں
ارج می گیرد ازو نا ارجمند
بندہ را از سجدہ سازد سر بلند
رہزناں از حفظِ او، رہبر شدند
از کتابے صاحبِ دفتر شدند
دشت پیمایاں زِ تاب یک چراغ
صد تجلی از علوم اندر دماغ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن[۹]

اقبال کہتے ہیں کہ اگر مسلمان بن کے زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن کے مطالب پر غور کرو اور خود اپنے ضمیر میں ڈوب کر دیکھو اس کلام الٰہی کی آیتوں میں سیکڑوں نئے عالم پوشیدہ ہیں اور اس کے اوقات و آنات میں بہت سے زمانے مضمر ہیں۔ بندۂ مومن خدا کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے اور اس لیے اس کے جسم پر ہر عالم کا لباس ٹھیک بیٹھتا ہے۔ جب اس کے جسم پر ایک لباس اور ایک جہان پرانا ہو جاتا ہے تو قرآن مجید کی تعلیمات اس کو ایک جہانِ نو عطا کرتی ہیں جو اس کو نئی آب و تاب بخشتا ہے:

چوں مسلماں اگر داری جگر
در ضمیر خویش و در قرآں نگر

Marfat.com
Marfat.com

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آنات اوست
بندۂ مومن ز آیات خداست
ہر جہان اندر بر او چوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش
می دہد قرآں جہانے دیگرش[۱]

جاوید نامہ میں اقبال نے ارتقائے روحانی کا خاکہ کھینچا ہے۔ اس میں فلک عطارد پر ان کی ملاقات جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا سے ہوتی ہے۔ اقبال ان کی روحوں سے سوالات کرتے ہیں اور یہ پاک ارواح جواب میں ظاہر و باطن کے عقدے حل کرتی ہیں۔ اس میں حضرت جمال الدین افغانیؒ کی زبان سے آپ ملت روس (بالفاظ دیگر اشتراکیوں) کو پیغام دیتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے موجودہ رسم و رواج کو دیکھ کر صحیح رائے پر نہیں پہنچے۔ اسلام کا آئین قرآن حکیم ہے۔ منزل و مقصود قرآں وہ نہیں جو تم کو مسلمانوں میں نظر آتا ہے۔ مسلمان کے دل میں تو آج ایمان کی آگ نہیں بھڑکتی۔ اس کے سینے میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت زندہ نہیں۔ اس نے قرآن کی تعلیمات سے مطلق ثمر نہ پایا۔ اس کا ذرا سا بھی اثر آج اس میں نہیں پایا جاتا۔ مسلمان نے (قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر) قیصر و کسریٰ کا طلسم توڑا تھا اور حیف کہ پھر وہ خود ہی بادشاہت اور ملوکیت کے تخت پر متمکن ہو بیٹھا اور سلطنت کے استحکام سے غلط راستے پر پڑ کر اس نے ملوکیت کے نقش قدم پر چلنا شروع کر دیا۔ درآں حالیکہ ملوکیت سے انداز نظر ہی بدل جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ عقل و ہوش اور رسم و راہ سب اُلٹ پلٹ ہو جاتے ہیں:

منزل و مقصود قرآں دیگر است
رسم و آئین مسلماں دیگر است
در دلِ او آتش سوزندہ نیست
مصطفیٰؐ در سینہ او زندہ نیست
بندۂ مومن ز قرآں بر نخورد
در اباغ او نہ مے دیدم نہ درد

Marfat.com
Marfat.com

خود طلسمِ قیصر و کسری شکست
خود سرِ تختِ ملوکیت نشست
تا نہال سلطنت قوت گرفت
دین او نقش از ملوکیت گرفت
از ملوکیت نگہ گردد دگر
عقل و ہوش و رسم و رہ گردد دگر[۱]

اس کے بعد جمال الدین افغانیؒ کی طرف سے ملت روس کو پیغام دیتے ہیں کہ تو نے سارے مجازی خداوندوں کے بت توڑ ڈالے۔ مگر یہ تخریب کافی نہیں ہے۔ اب اس نفی سے اثبات کی طرف، لا سے الا کی طرف آجا۔ تجھے حق کی تلاش ہے تو لا کے مقام سے آگے بڑھ، تا کہ اثبات کے مقام کو حاصل کر کے زندگی کو پالے۔ تو جو دنیا کے لیے ایک نظام قائم کرنا چاہتا ہے تو نے اس نظام کے لیے کوئی مضبوط اساس بھی تلاش کر لی ہے؟ یہ اساس میں تجھے بتاؤں۔ ام الکتاب (قرآن مجید) کا مطالعہ کر۔ اس سے اپنی عقل اور فکر کو منور کر۔ پھر تو صراط مستقیم پالے گا۔ ذرا سوچ! سیاہ فام جاہل وحشی لوگوں کو ید بیضا کا سا معجزہ کس نے دیا تھا؟ لا قیصر اور لا کسریٰ کا مژدہ کس نے سنایا تھا؟ قرآن کے بغیر جو قوت حاصل ہو وہ مکاری سکھاتی ہے۔ قرآن فقر کی تعلیم دیتا ہے یعنی ساز و سامان سے بے نیازی سکھاتا ہے۔ مگر یہی فقر اصل شہنشاہی ہے۔ فقر قرآن ذکر و فکر کے اختلاط سے حاصل ہوتا ہے۔ تجھے فکر کی لذت سے آشنائی ہے خواہ تو اس میں ابھی خام ہی ہو۔ اس لیے کہ ذکر کی آمیزش کے بغیر فکر کو کمال حاصل نہیں ہوتا۔ ذکر ذوق و شوق کو ادب آداب سکھاتا ہے۔ ذکر محض زبانی ڈھکوسلوں کا نام نہیں، یہ تو روح کا عمل ہوتا ہے۔ ذکر ہی سے سینوں کو منور کر دینے والے شعلے بھڑکتے ہیں۔ تجھے ابھی ذکر کی ان قوتوں اور جلووں سے مطلق آگاہی نہیں۔ تو فکر کی رعنائیوں پر شیدا ہے۔ تجھے تو ابھی فکر کی تجلیات سے بھی واقفیت نہیں۔ آ، میں تجھے فکر کی تجلیات کی کچھ جھلکیاں دکھاؤں۔

اقبال کے اشعار سنیے۔ فرماتے ہیں:

کردۂ کارِ خداونداں تمام
بگذار از لا جانب الا خرام
در گداز از لا اگر جویندۂ
تا رہِ اثبات گیری زندۂ

Marfat.com
Marfat.com

اے کہ می خواہی نظامِ عالمے
جستہء او را اساس محکمے؟
داستان کہنہ شستی باب، باب
فکر را روشن کن از ام الکتاب
با سیہ فاماں ید بیضا کہ داد؟
مژدہ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟
چیست روباہی تلاشِ ساز و برگ
شیر مولا جوید آزادی و مرگ
جز بقرآں ضیغمی روباہی است
فقر قرآں اصل شاہنشاہی است
فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب
کارِ جان است ایں نہ کارِ کام و لب
خیزد از وے شعلہ ہائے سینہ سوز
با مزاج تو نمی سازد ہنوز
اے شہید شاہد رعنائے فکر
با تو گویم از تجلی ہائے فکر[۱۱]

علامہ جمال الدین افغانی کی بات جاری رکھتے ہوئے آگے کہتے ہیں کہ اے اشتراکیو! تمھیں جن اُصولوں پر ناز ہے وہ اس سے بہتر اور زیادہ مکمل انداز میں تم سے بہت پہلے قرآن حکیم پیش کر چکا ہے۔ قرآن امیروں اور زرداروں کے لیے موت کا پیغام ہے تو بندہ بے ساز و سامان کے لیے باعث قوت۔ زرکش شخص سے کسی قسم کی بھلائی کی توقع مت رکھو، اس لیے قرآن کا فتویٰ یہ ہے کہ تم اس وقت تک نیکی اور بھلائی نہیں پاسکتے جب تک اپنا وہ مال خرچ نہ کرو جو تم کو بہت عزیز ہے۔ اس اُصول کو قائم کر کے قرآن نے محتاجوں کی احتیاج دور کرنے کا اہتمام فرمایا ورنہ سود خور مہاجن اُن کا خون پیتے تھے۔ اس کے برعکس قرآن نے ضرورت مندوں کو قرض دینے کی تلقین

Marfat.com
Marfat.com

کی۔ ربا سے روح مر جاتی ہے۔ دل اینٹ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور گو کہ اس کے درندوں جیسے دانت اور پنجے نہیں ہوتے، لیکن انسان عملاً بالکل ایک درندہ بن جاتا ہے۔ ملکیت زمین کا مسئلہ بھی تم نے صحیح نہیں سمجھا۔ زمین ملکیت خدا کی ہے اور بندہ امانت دار بن کر اس میں تصرف کرتا ہے اور اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خدا مالک اور بندہ امین ہے۔ سلاطین نہ حق دیکھتے ہیں اور نہ نا حق، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جو بادشاہوں کی فتوحات میں برباد ہو گئیں۔ قرآن کی تعلیم تو یہ ہے کہ بنی آدم نفس واحد کی طرح ہیں اور ایک ہی دستر خوان سے سب کو روٹی اور پانی میسر آتا ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

از ربا آخر چه می زاید ؟ فتن
کس نداند لذتِ قرض حسن
از ربا جاں تیره دل چوں خشت و سنگ
آدمی درنده بے دندان و چنگ
رزق خود را از زمین بردن رواست
ایں متاعِ بنده و ملکِ خدا ست
بندهٔ مومن امیں، حق مالك است
غیر حق هر شے که بینی هالك است
رایتِ حق از ملوك آمد نگوں
قریه ها از دخل شاں خوار و زبوں
آب و ناں ماست از یك مائده
دودهٔ آدم کنفسٍ واحده[۱۳]

اس کے بعد اشتراکیوں سے کہتے ہیں کہ تم نے مذہب کی بیخ کنی کی اچھا نہ کیا، اس کی ضرورت بھی نہ تھی اس لیے کہ جب قرآن نازل ہوا سب مذاہب منسوخ ہو گئے۔ کاہن اور پاپا سب کے طریقے مٹا دیے گئے۔ اگر میرے دل کی بات سننے ہو تو سنو، قرآن محض ایک کتاب نہیں ہے یہ اس سے بڑھ کر اور بہت کچھ ہے۔ جب یہ روح کے اندر سما جاتا ہے تو جان اور روح کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں اور جب جان بدل کر کچھ اور ہو گئی تو پھر دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے اسی کی طرح پوشیدہ بھی ہے اور آشکار بھی وہ حی و قیوم ہے، یہ بھی زندہ پائندہ اور ناطق ہے۔ اس

Marfat.com
Marfat.com

میں مشرق اور مغرب سب کی تقدیر موجود ہے۔ اپنے خیال میں بجلی کی سی تیزی پیدا کر، پھر تو حقیقت کو پا سکے گا۔ قرآن نے مسلمان کو حکم دیا ہے کہ ہر وقت جان ہتھیلی پر رکھے رہ اور تیرے پاس جو مال ضرورت سے زیادہ ہے، وہ خدا کی راہ میں دے دے۔ اے روس تو نے ایک نیا قانون اور نئی شریعت ایجاد کی ہے۔ نہ اس کی ضرورت تھی، نہ یہ کامل ہے۔ ذرا قرآن کے نور کی گہرائیوں میں ڈوب کر دیکھ تو پھر تو زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو جائے گا۔ یہی نہیں تجھے زندگی کی تقدیر پر بھی آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ اس ضمن میں علامہ کے اشعار یہ ہیں:

نقش قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجان در رفت جان دیگر شود
جان چو دیگر شد جہان دیگر شود
مثل حق پنہاں وہم پیداست ایں
زندہ و پائندہ و گویاست ایں
اندر و تقدیر ہائے غرب و شرق
سرعت اندیشہ پیدا کن چوں برق
با مسلماں گفت جاں بر کف بنہ
ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ
آفریدی شرع و آئینے دگر
اندکے با نورِ قرآنش نگر
از بم و زیر حیات آگہ شوی
ہم ز تقدیر حیات آگہ شوی [۱۱]

قرآن حکیم کس طرح کی عملی زندگی کی تعلیم دیتا ہے، اس کی ایک روشن مثال علامہ اقبال نے شرف النسا خانم کی زندگی میں پیش کی ہے۔ شرف النسا شاہی زمانے میں نواب عبدالصمد خاں گورنر پنجاب کی دختر نیک اختر تھی۔ باوجود شہزادی ہونے کے دنیا کے ناز و نعمت سے اسے کوئی رغبت نہ

Marfat.com
Marfat.com

تھی۔ قرآن کی محبت اس کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی اور قرآن مجید کی تلاوت اس کا ہمہ وقتی وظیفہ تھا۔ اس کی کمر میں دو دھاری تلوار اور ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا اور تن بدن، ہوش و حواس سب اللہ کی یاد میں صرف کرتی تھی۔ خلوت، تلوار، قرآن اور نماز اس کے شعار تھے۔ سبحان اللہ! کیا بابرکت عمر اس نے یادِ خدا میں گزاری۔ جب اس کا آخری وقت آیا، تو اس نے ماں کو شوق بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا: ''اماں! اگر آپ میرے دل کا بھید جاننا چاہتی ہیں تو اس تلوار اور اس قرآن کو دیکھیے۔ یاد رکھیے کہ یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کی محافظ ہیں اور کائناتِ زندگی کا دارومدار بھی انھی پر ہے، اس دنیا میں ہر شے ہر لمحے فنا ہوتی رہتی ہے، آپ کی بیٹی کی محرم و راز دار یہ دونوں چیزیں بنی رہیں، اب جب کہ کوچ کا وقت آ گیا ہے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ تلوار اور قرآن کو مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ کیجیے گا۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کو غور سے سنیے۔ مجھے اپنی قبر پر کسی گنبد اور قندیل کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کے لیے تلوار اور قرآن کافی ہیں۔ ہماری قبر کے لیے یہی سامان سب سے اچھا ہے۔'' اقبال کے اشعار کا مطالعہ کیجیے۔ فرماتے ہیں:

آں سراپا ذوق و شوق و درد و داغ
حاکم پنجاب را چشم و چراغ
آں فروغ دیدۂ عبد الصمد
فقر او نقشے کہ ماند تا ابد
تا ز قرآں پاک می سوزد وجود
از تلاوت یک نفس فارغ نبود
در کمر تیغ دو رو قرآں بدست
تن بدن، ہوش و حواس اللہ مست
خلوت و شمشیر و قرآں و نماز
اے خوش آں عمرے کہ رفت اندر نیاز
بر لب او چوں دمِ آخر رسید
سوئے مادر دید و مشتاقانہ دید
گفت اگر از راز من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر

Marfat.com
Marfat.com

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند
اندریں عالم که میرد ہر نفس
دخترت را ایں دو محرم بود و بس
وقت رخصت با تو دارم ایں سخن
تیغ و قرآں را جدا از من مکن
دل بآں حرفے که می گویم بنه
قبر من بے گنبد وقندیل به
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربت ما را ہمیں ساماں بست است [۱۵]

اقبال نے فقر کا جابجا ذکر کیا ہے۔ یہاں اس فقر کا تعارف مقصود ہے جس کو اقبال فقر قرآن کہتے ہیں، جو اُسوہ حسنہ ہے رسول مقبول ﷺ کا، جس کی بابت آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے: الفقر فخری (فقر میرے لیے موجب فخر ہے)۔ مناسب ہے کہ اقبال ہی کے بیان کے مطابق اس فقر کی شان کو نمایاں کیا جائے۔ اقبال کہتے ہیں: لوگو! فقر کیا ہے؟ یہ نہ سمجھو کہ فقر غربت ومحتاجی کے ہم معنی ہے۔ فقر نام ہے ایسی نظر کا جو راہ شناس ہے، ایسے دل کا جو زندہ و پائندہ ہے، اپنے معاملات کو جانچنا پرکھنا (خود احتسابی) اور ساری کائنات کا احتساب فقر کی شان ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت لا الہ میں ڈوبا رہتا ہے۔ فقر کو جو کی روٹی میسر ہوتی ہے مگر اس سے بھی اس کو وہ بے پناہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ قلعہ خیبر کو فتح کر لیتا ہے۔ سلطان اور امیر سب اس کے فتراک میں بندھے ہوئے ہیں۔ ذوق وشوق اور تسلیم و رضا کا نام فقر ہے۔ یہ ایسی قیمتی متاع ہے جسے محمد مصطفیٰ ﷺ سے نسبت ہے۔ ہم کو بھی یہ انھی کے صدقے میں میسر آتی ہے۔ فقر میں وہ قوت پوشیدہ ہوتی ہے کہ وہ فرشتوں پر یلغار کر سکتا ہے اور عالم کی تمام ظاہری و باطنی قوتیں اس کی زد میں ہوتی ہیں۔ یہ فقر تجھے کسی اور ہی بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے اور تجھے شیشے جیسی نازک شے سے ہیرے جیسی سخت اور مضبوط شے میں تبدیل کر دیتا ہے، اس فقر کا برگ وساز قرآن عظیم سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے وہ مرد درویش جو فقر قرآنی سے آراستہ ہو، صرف ایک گدڑی میں نہیں سما سکتا۔

علامہ کے اشعار کا لطف اُٹھائیے۔ لکھتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

چیست فقر؟ اے بندگان آب و گل
یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دل
فقر کار خویش را سنجیدن است
بر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است
فقر خیبر گیر با نانِ شعیر
بستہء فتراک او سلطان و میر
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم، ایں متاع مصطفیؐ ست
فقر بر کرو بیاں شبخوں زند
بر نوامیسِ جہان شبخون زند
بر مقام دیگر اندازد ترا
از زجاج الماس می سازد ترا
برگ و ساز او ز قرآن عظیم
مرد درویشے نہ گنجند در گلیم[۱]

جیسا کہ آخری شعر میں علامہ نے کہا ہے۔ یہ فقر فقر قرآنی ہے۔ یہ صرف خود احتسابی نہیں بلکہ ساری کائنات کا احتساب کرتا ہے۔ رباب، مستی، رقص، سرود، کا نام فقر نہیں ہے۔ فقر مومن کیا ہے؟ فقر مومن میں وہ خاصیت اور وہ قوت پیدا کرتا ہے کہ وہ سارے عالم اور شش جہات کو تسخیر کر لیتا ہے۔ ایک کمزور انسان اس فقر کی تاثیر سے مولا کی صفات سے مزین ہو جاتا ہے۔ کافروں کا فقر یہ ہے کہ وہ جنگلوں اور آبادیوں سے خلوت گزینی اختیار کریں۔ مومن کا فقر یہ ہے کہ اس سے بحر و بر کانپتے ہیں۔ کافر کے لیے غاروں اور پہاڑوں کی تنہائیوں میں سکون کی زندگی ہوتی ہے۔ مسلمان کو شان دار موت سے ہم آغوش ہونے کی آرزو رہتی ہے اور اسی کو وہ زندگی سمجھتا ہے۔ کافر کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ جسمانی آرام کو ترک کر کے خدا کی تلاش کرے۔ مسلمان اس کے برعکس اپنی خودی کو حق کی کسوٹی پر لگاتا ہے، اور اس طرح معرفت حاصل کرتا ہے۔ کافر خودی کو مار کر اور تہس نہس کر کے خدا تک پہنچنا چاہتا ہے۔ مسلمان اپنی خودی کو چراغ کی طرح روشن کر کے اسے دلیل راہ بناتا ہے۔ فقر مومن جب آسماں کے نیچے عریاں ہو جاتا ہے تو ماہ و مہر اس کے ایک نعرے

Marfat.com
Marfat.com

کی تاب نہیں لا سکتے۔ فقر عریاں وہ قوت ہے جو بدر و حنین میں نظر آئی تھی۔ فقر عریاں وہ قوت ہے جو حسینؓ کی تکبیر سے جھلکی تھی۔ فقر جب سے عریاں و آشکارہ ہونے کی صفت جاتی رہی۔ مسلمانوں کا سارا رعب اور جلال ختم ہو گیا۔

اقبال کے اشعار ملاحظہ ہوں:

فقر قرآں احتسابِ ہست و بود
نے رباب و مستی و رقص و سرود
فقر مومن چیست؟ تسخیر جہات
بندہ از تاثیرِ او مولا صفات
فقر کافر خلوتِ دشت و در است
فقر مومن لرزۂ بحر و بر است
زندگی آں را سکونِ غار و کوہ
زندگی ایں را ز مرگ با شکوہ
آں خدا را جستن از ترکِ بدن
ایں خودی را بر فسانِ حق زدن
آں خودی را کشتن و اسوختن
ایں خودی را چوں چراغ افروختن
فقر چوں عریاں شود زیر سپہر
از نہیب او بہ لرزد ماہ و مہر
فقر عریاں گرمیِ بدر و حنین
فقر عریاں بانگِ تکبیر حسینؓ
فقر را تا ذوق عریانی نہ ماند
آں جلال اندر مسلمانی نہ ماند[۱۷]

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی کتاب سیرت اقبال میں سے بعض اقتباسات وضاحت کے لیے پیش کروں:

طریقت میں فقر کے معنی محتاجی و مفلسی کے نہیں ہیں۔ صوفی فقیر جاہ، مال، عزت، منصب، سوال،

Marfat.com
Marfat.com

ناداری، سب کو ٹھکرا دیتا ہے۔ وہ ان سب اعتبارات سے مافوق ہوتا ہے، اس کی ہمت اب سب چیزوں سے بالا و برتر ہوتی ہے۔ وہ غیر کا احسان برداشت نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں میں جب یہ دینوی فقر و احتیاج اور حب مال و جاہ آئی، اور انھوں نے فقر قرآنی کو پس پشت ڈال دیا، اسی وقت سے ان کا زوال شروع ہو گیا۔

اسلام فقر میں پیدا ہو گا۔ فقیری کی گود میں پلا پڑھا، اور فقیری ہی نے اس کو سلطنت و شہنشاہی بخشی۔ یہ فقر ہمارے اس ظاہری فقر سے بالکل جداگانہ چیز ہے، اور فرماں مصطفویٰ ﷺ الفقر فخری (فقیری پر مجھے فخر ہے) میں پوشیدہ ہے۔ بندۂ مومن جب فقیری کے اس راز سے واقف ہو جاتا ہے تو دنیا اور دنیا کی سب جاہ و حشمت خود اس کے قدموں میں لوٹتی نظر آتی ہے۔ ناداری سے اس فقیری میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا......

مختصر یہ کہ وہ فقر جو توحید کا راز دار اور متاع مصطفوی کا امین ہو، جس کا ساز و برگ قرآن عظیم ہو اور جس کے عناصر صدق، اخلاص، نیاز، سوز، درد، ذوق، شوق، تسلیم و رضا، دل زندہ اور نگاہ راہ بیں ہو، وہ فقر اسلام کا مقصود ہے۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے بھی فخر فرمایا تھا۔ جس کی قوت و شوکت کی تفصیل اوپر کے اشعار میں آئی ہے، جو تمام عالم کی سلطنتوں کو چشم زدن میں تہ و بالا کر سکتا ہے، اور جو بطن گیتی اور سینۂ افلاک کے پوشیدہ اسرار و رموز کو حل کرنا ایک کھیل جانتا ہے۔ جب سے مسلمانوں نے یہ فقر کھو دیا، دین بھی ان کا نہ رہا اور دنیا نے بھی ان سے منہ موڑ لیا۔

کچھ اور چیز ہے شاید تیری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے اک فقر و رہبانی
سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ، ہمیشہ طوفانی
پسند روح و بدن کی ہے وا نمود اس کو
کہ ہے نہایت مومن خودی کی عریانی
وجود صیرفی کائنات ہے اس کا
اسے خبر ہے کہ یہ باقی ہے اور وہ فانی
اسی سے پوچھ کہ پیش نگاہ ہے جو کچھ
جہان ہے یا کہ فقط رنگ و بو کی طغیانی

Marfat.com
Marfat.com

یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانیؓ و سلیمانیؑ

[کلیاتِ اقبال (اُردو)، ضرب کلیم، ص ۶۳،۳۶]

اسی لیے علامہ اسی دولت فقر کی مسلمانوں کے حق میں دُعا کرتے ہیں:

سوچا بھی ہے اے مرد مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگر دار
اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار
ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار
قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرِ کرارؓ

[ایضاً، ص ۹۳]

فقرِ دین اور فقرِ دنیا کا فرق اقبال نے خوب وضاحت سے ان اشعار میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہاں گیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر ہے شبیریؓ اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایہ شبیری

[کلیاتِ اقبال (اُردو)، بال جبریل، ص ۱۶۶] [۱۸]

سیرت اقبال سے یہ اقتباس بھی مفید مطلب ہوگا:

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال نے اپنے پیام میں قرآن حکیم کو پڑھنے

Marfat.com
Marfat.com

اور اس سے نورِ ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک خط میں اکبر الٰہ آبادی مرحوم کو لکھا تھا:
واعظِ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے ہاں اس کے مطالعے سے اپنا اطمینانِ خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ (مکاتیب اقبال، حصہ اول)
پرانا خیال ہے کہ قرآن پڑھنے کے لیے یہ فرض نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ علامہ کی بھی یہی رائے تھی۔ نیاز الدین خاں صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوصِ دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے (مکاتیب اقبال، حصہ اول)۔[۱۹]
اُسوۂ حسنہ کے ذیل میں یہ اقتباس اور ملاحظہ کیجیے:
سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے ہے۔ حضور نے مکارمِ اخلاق کی جو تعلیم دی ہے اسے دنیا کے بہترین مفکرین اور مصلحین نے معیاری درس اور اعلیٰ نمونہ مانا اور سمجھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مطالعہ اس لیے ہمارے واسطے اور ناگزیر ہو جاتا ہے کہ آج مسلمانوں کی پستی و نکبت کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کی تقلید تو در کنار، ہم کو ان امور سے واقفیت تک نہیں ہوتی جن کی تعلیم و تبلیغ میں سرکارؐ نے اپنی پوری زندگی صرف فرما دی۔ رونے اور ماتم کرنے کا مقام ہے کہ ہم دوسرے فلسفیوں اور مفکروں کے اقوال کو لائحۂ زندگی بنانا چاہتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ ان تمام مسائل پر جن کے لیے ہم دوسرں کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلاتے ہیں ہماری رہنمائی فرما گئے ہیں اور آپؐ کے اعمال و اقوال ہماری تمام ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی مشکلات کا صحیح حل پیش کر کے ہماری مشکل کشائی کے لیے تیار ہیں۔ بندۂ مومن، صاحبِ فقر اور عاشقِ صادق کے سامنے صرف ایک ہی دستور العمل ہوتا ہے اور وہ ہے آنحضرتؐ کا اُسوۂ حسنہ ایسا شخص اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ تمام ملت کے لیے موجبِ نجات ہوتا ہے۔

نغمہ مردے کہ دارد بوئے دوست
ملتے را می تا کوئے دوست[۲۰]

علامہ اقبال نے بیسویں صدی میں قرآن حکیم کی تعلیمات اس اُسلوب پر پیش کیں کہ دورِ جدید ان کو سمجھ سکے اور قبول کر سکے اسی کے ساتھ آپ نے اسوۂ نبویؐ کے اتباع اور تقلید کی طرف شد و مد سے متوجہ کیا۔
مثنوی مولانا روم کے بابت میں کہا گیا ہے کہ وہ فارسی زبان میں قرآن حکیم ہی کا ایک روپ ہے۔ بلاشبہ یہی بات علامہ اقبال کی شاعری پر صادق آتی ہے کہ اُنھوں نے موجودہ دور

Marfat.com
Marfat.com

میں تعلیمات قرآنی کو آج کی ضروریات کی روشنی میں ہادی و رہنما بنا کر پیش کیا۔ تاکہ اُمت اس کی طرف متوجہ ہو اور قرآن کی عملی تفسیر یعنی سیرت محمدی کا اتباع کر کے دین و دنیا میں فلاح و نجات پائے۔ میں نے اس قطعہ میں علامہ کے شعر کو تضمین کر کے یہی مضمون واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

گفته اند ارے چه در ہائے سفته اند
حق ہمی زاید ازیں حرف سوی
مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی
عصر حاضر چوں ز حق بیگانه شد
ملك و ملت خوار و رنجور غوی
آں حکیم اُست آں دانائے راز
باز بنموده است راہِ مستوی
شعر او تفسیر قرآں حکیم
در زبان اردو و ہم فارسی
عقدۂ پیچیده را بر ما کشود
برملا گفته است رازِ زندگی
گفتۂ اقبال را محکم بگیر
تا ازیں عالم نصیب خود بری
گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز به قرآں زیستن

اقبال

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- مولانا ابوالکلام آزاد، ام الکتاب، صفحات ۳۸۱، ۳۸۶۔
۲- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار ورموز، ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸۔
۳- ایضاً، ۱۲۸، ۱۲۹۔
۴- کلیاتِ اقبال (فارسی)، مسافر، ص، ۸۵، ۸۶۔
۵- ایضاً، ص ۸۳، ۸۴، ۸۵۔
۶- ایضاً، اسرار ورموز، ص ۱۲۱، ۱۹۹۔
۷- کلیاتِ اقبال (اُردو)، بانگ درا، ص، ۲۱۵۔
۸- ایضاً، ضربِ کلیم، ص ۵۰۔
۹- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار ورموز، ص ۱۲۱، ۱۲۲۔
۱۰- ایضاً، جاوید نامہ، ص، ۶۶۔
۱۱- ایضاً، ص ۷۸، ۷۹۔
۱۲- ایضاً، ص ۷۹، ۸۰۔
۱۳- ایضاً، ص ۷۹، ۸۰، ۸۱۔
۱۴- ایضاً، صفحات ۸۰۔۸۱۔
۱۵- ایضاً، صفحات ۱۵۶، ۱۵۷۔
۱۶- کلیاتِ اقبال (فارسی)، پس چہ باید کرد اے اقوام، ص ۲۰۔
۱۷- ایضاً، ص ۲۲۔
۱۸- سیرت اقبال، ص ۳۴۳، ۳۴۷۔
۱۹- ایضاً، ص، ۱۰۰۔
۲۰- ایضاً، ص، ۳۶۳، ۳۶۴۔

❁......❁......❁

Marfat.com
Marfat.com

ارمغانِ عقیدت

رسول کریم ﷺ کے اُسوہ حسنہ، خلق عظیم، اعلیٰ کردار اور مثالی شخصیت کا بیان پہلے آچکا ہے۔ کون ہے جو آپ کی ذات مبارک اور صفات مقدس سے واقف ہونے کے بعد آپؐ سے نسبت اور رابطہ ہی نہیں، کامل محبت، مودت اور عقیدت پیدا نہ کرے گا۔ حضورؐ کی ثنا اور صفت بیان کرنا دل کا عمل بھی ہے اور دماغ کا بھی۔ اس اظہار و بیان کا محرک یا تو عشق و محبت کا جذبہ ہوگا یا اوصاف نبوی اور شمائل رسولؐ سے متاثر ہونا۔ دونوں سورتوں میں آپؐ کی ذات و صفات کی مدح و ثنا اور توصیف و نعت ایک جان نثار اور عاشق رسولؐ کا ایک فطری عمل ہوتی ہے۔

حضورؐ کی ذات کی بلندی کا تصور کرنا شعور بشر سے باہر ہے۔ اسی طرح آپ کے اوصاف و کمالات کی کماحقہ ثنا و صفت بیان کرنا حیطہ انسانی میں نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہاں ذرا سی لغزش بھی افراط یا تفریط کی مستلزم ہوتی ہے۔ عرفی نے نعتیہ قصیدہ میں کیا خوب بات کہی ہے کہ اے عرفی زور بیان میں تیزی مت دکھا۔ کہیں تو حد ادب سے تجاوز نہ کر جائے۔ یہ خیال رکھ کہ نعت کا راستہ ایک تیز دھار تلوار کی مانند ہے۔ یہاں قلم کا واسطہ تلوار کی دھار سے ہے ذرا پھسلا اور گیا۔ شعر ہے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قلم را

اسی لیے کہا گیا ہے کہ:

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

یہ بارگاہ ایسی نازک ہے کہ عرش کی نزاکت بھی اس کے آگے کچھ نہیں۔ اس ادبستان میں حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ جیسے جلیل القدر اولیاء اللہ بھی حاضر ہوتے ہیں تو رعب و جلال سے کانپتے لرزتے، حواس باختہ نظر آتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

(عزت بخاری)

اسی لیے شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ تم اس دربار میں حاضری دو تو پورے ادب و آداب کے ساتھ آؤ۔ یہ وہ دربار ہے جسے فرشتے، جنات، انسان، سب سجدہ گاہ سمجھتے ہیں:

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ است
سجدہ گاہِ ملک و جن و بشر ایں جا ہست

(ناصر علی سرہندی)

یہاں ادب و آداب کا لحاظ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ ذرا سی لغزش بھی نا قابل معافی ہے۔ نعت گو شعرا نے اسی ادب کو ملحوظ رکھ کے حضورؐ کی ثنا و صفت بیان کرنے میں پورا پورا زور بیان صرف کیا ہے مگر سب کا لب لباب شیخ سعدی نے ان چار مصرعوں کے قطعے میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپ علو اور کمال کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔ آپؐ کے حسن عالم تاب نے تمام تاریکیاں دور کر کے اطراف و جہات کو منور کر دیا۔ آپؐ کے تمام اوصاف و شمائل سب سے اعلیٰ اور مثالی ہیں۔ بس آپ کی ذات وصفات کا تصور کرو اور ہر وقت آپ پر اور آپ کی آل پر درود پڑھتے رہا کرو:

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے تمام نعت کا نچوڑ ان چار مصرعوں میں اور خصوصاً آخری مصرعے میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے حسن و جمال کے مالک اور اے عالم بشریت کے سردار آپ کے رخ مبارک کے نور ہی سے تو مہتاب کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔ کسی سے آپؐ کی توصیف وثنا کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بس یوں کہنا چاہیے کہ صفات خداوندی کا کامل پرتو صرف آپؐ ہی کی ذات گرامی میں نظر آتا ہے۔ اس لیے خدا کے بعد آپؐ ہی کی ذات ساری کائنات میں بزرگ اور ممتاز ہے:

Marfat.com
Marfat.com

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشرَ
من وجهك المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصۂ مختصر

نعت گوئی اسلام کے چودہ سوسالہ دور میں شروع ہی سے نظر آتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ مشہور صحابی مداحِ رسول کی حیثیت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ حضورؐ آپ کی عزت فرماتے تھے اور آپ نعت سناتے تو مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے۔ حضرت لبیدؓ عربی کے ان شعراء میں ہیں جن کا قصیدہ سبعہ معلقہ کے ممتاز قصیدوں میں شمار کیا جاتا ہے، آپ نے اسلام لانے کے بعد شاعری چھوڑ دی تھی مگر آپؓ کے بعض نعتیہ اشعار کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں۔ حضرت کعب بن زہیرؓ صحابی ہیں۔ آپ کا مشہور قصیدہ بانت سعاد ہے۔ جو آپؓ نے حضورؐ کے سامنے سنانے کی عزت حاصل کی تھی اور چادر مبارک صلہ میں پائی تھی اس لیے یہ قصیدہ بھی قصیدۂ بُردہ کہلاتا ہے۔ مگر قصیدہ بُردہ کے نام سے زیادہ مشہور وہ قصیدہ ہے جو امام شرف الدین محمد بن حسن البوصیریؒ نے لکھا تھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

أمن تذکر جیرانٍ بذی سلم
مزجت دمعاً جریٰ من مقلۃٍ بدم

اس قصیدے کا پورا نام ہے: ''الکواکب الدریہ فی مناقب خیر البریہ''۔ امام بوصیری کو فالج ہو گیا تھا اور آپ کا نصف بدن بالکل بے حس اور بے کار ہو چکا تھا۔ معذور اور مایوس تھے۔ اسی مایوسی کے عالم میں آپ نے یہ قصیدہ تحریر کیا اور ایک شب جمعہ اس کو پڑھ کر سو گئے۔ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے قصیدہ سماعت فرما کر چادر مبارک انعام میں عطا کی اور امام بوصیری کے جسم پر اپنے ہاتھ پھیرے۔ جب بوصیریؒ صبح کو بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔ ضرورت سے خود چل کر بازار گئے۔ جس نے دیکھا تعجب کیا کہ اچانک یہ کیسے تندرست ہو گئے۔ راستے میں ایک درویش ملے اُنھوں نے بوصیری سے درخواست کی کہ اپنا نعتیہ قصیدہ سناؤ۔ اُنھوں نے جواب دیا کون سا قصیدہ؟ میں نے نعت میں بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔ درویش نے کہا کہ وہ قصیدہ کہ جو رات تم نے رسول کریم ﷺ کو سنایا تھا اور جس کے صلہ میں تم انعام و کرام سے سرفراز کیے گئے۔ شیخ بوصیری کو بہت تعجب ہوا کہ نہ تو میں نے کسی کو ابھی یہ قصیدہ سنایا ہے اور نہ کسی سے اس خواب کا

Marfat.com
Marfat.com

ذکر کیا ہے۔ درویش نے کہا کہ میں اس وقت دربارِ رسالت میں موجود تھا جب تم یہ قصیدہ سنا رہے تھے مگر اب میں حصول برکت کے لیے اسے دوبارہ سننا چاہتا ہوں۔ اسی دن سے یہ قصیدہ شفائے امراض کے لیے نہایت مبارک شمار کیا جاتا ہے۔

عربی کی طرح فارسی میں بھی بے شمار شعراء نے نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا۔ سعدی، خسرو، خاقانی، نظامی، سنائی، عطار، عرفی، نظیری، جامی، قدسی اور دوسرے شعراء نے جملہ اصناف سخن میں نعت گوئی کا حق ادا کر دیا ہے۔ قدسی کی نعت کا یہ شعر ہر ایک کی زبان پر ہے:

مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی

مولانا جامی کے یہ اشعار بھی بہت مشہور ہیں:

ز مهجوری بر آمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحم
نه آخر رحمة للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

ناصر علی سرہندی کی یہ رباعی کس قدر بلیغ اور معنی خیز ہے:

پیش از همه شاهان غیور آمدهٔ
هر چند که آخر بظهور آمدهٔ
اے ختم رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدهٔ زِ راه دور آمدهٔ

اُردو شاعری کا آغاز فارسی شاعری کی روایات کی روشنی میں ہوا تھا۔ مثنوی، قصیدہ، غزل فارسی کے عظیم اصناف تھے۔ اُردو میں بھی ابتداءً انھی سے زیادہ اعتنا کیا گیا۔ بعد میں جن اصناف کے اضافے ہوئے یا جن کو دورِ قدیم سے بڑھ چڑھ کر حیثیت دی گئی ان سے بحث مقصود نہیں۔ موضوع کے لحاظ سے یہ کہنا ہے کہ روایتِ فارسی کے مطابق مثنویات کے آغاز میں حمد کے بعد بالالتزام نعت کو جگہ دی گئی خواہ اس کی حیثیت محض روایات کی ہو یا اس میں عقیدت کے جذبات بھی شامل ہوں۔ نعتیہ قصائد بھی لکھے گئے اور نعتیہ غزلیں بھی۔ رفتارِ زمانہ کے ساتھ نعت گو شعراء کی تعداد اور ان کے کلام کے معیار میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اُردو شعراء کی فہرست میں

Marfat.com
Marfat.com

بہت ممتاز نعت گو شاعروں کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ دورِ حاضر میں نعتیہ مشاعروں کو ایک علیحدہ مقام ملا اسی طرح ریڈیو اور پھر ٹیلی ویژن پر نعتیہ مشاعرے منعقد ہونے لگے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ دور میں نعت گو شعراء کی تعداد اور بھی المضاعف ہو گئی۔

ہمارے گزشتہ شعراء میں حضرت امیر مینائی، محسن کاکوروی، غلام امام شہید، حضرت مولانا احمد رضا خان، کرامت علی شہیدی، بیدم شاہ، اکبر میرٹھی، حافظ پیلی بھیتی، مولانا ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی، حمید صدیقی وغیرہ ممتاز نعت گو شعراء ہیں۔ مولانا حالی کے مسدس حالی کے زمانے سے قومی وملی رنگ نعتیہ شاعری میں بھی چمکنے لگا۔ اب نعت میں صرف عقیدت اور مدح و توصیف کے مضامین نہ رہے بلکہ قومی جذبات، ملی مسائل، اجتماعی فریاد بھی دربارِ رسولؐ میں پیش کی جانے لگی۔ اسی طرح مضامین نعت میں بہت زیادہ وسعت پیدا ہو گئی اور حق یہ ہے کہ ایسے تمام مطالب و مسائل جن کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی، اوصافِ عالیہ، پیامِ عمل اور درسِ حیات سے ہے، وہ سب نعت میں جگہ پانے کے مستحق بھی ہیں۔ مولانا حالی کے بعد مولانا ظفر علی خاں، مولانا شبلی نعمانی، علامہ اقبال، حفیظ جالندھری کے نام امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ دوسرے اچھے اور ممتاز شعراء کی تعداد اتنی وافر ہے کہ محض نام ہی گنائے جائیں تو کئی صفحے کافی نہیں ہوں گے۔ البتہ عبدالعزیز خالد کا نام خاص طور پر لینا ضروری ہے کہ اُنھوں نے اُردو ادب کو ایک نیا علمی وقار اور لسانی بلند پائیگی بخشی ہے اور ان کا یہی ٹھوس علمی رنگ ان کی نعتوں میں نظر آتا ہے۔

مذکورہ بالا شعرائے کرام کے کلام میں سے کچھ بطور نمونہ کے تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر مینائی فرماتے ہیں:

مدینے جاؤں پھر آؤں مدینے پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

اُمت کو عشق سرورِ عالی صفات کا

Marfat.com
Marfat.com

طوفانِ حشر میں ہے سفینہ نجات کا

ایک پوری نعتیہ غزل ملاحظہ کیجیے:

آئے تھے یوں ملائکہ حضرتؐ کے سامنے
جیسے فقیر صاحبِ دولت کے سامنے
جتنے جری تھے خندق بدر و حنین میں
سب مردہ دل تھے آپؐ کی جرأت کے سامنے
چاہے جسے وہ دولت کونین بخش دے
یہ بات کیا ہے اس کی سخاوت کے سامنے
ہو سامنا اجل کا تو یثرب میں یا خدا
مرقد بنے تو شاہ کی تربت کے سامنے
ممکن نہیں رکوں میں مدینے کی راہ میں
ہر چند سیکڑوں ہوں قیامت کے سامنے
اندھا کیا ہے شوق نے دریا ہو یا کنواں
کچھ سوجھتا نہیں ہے محبت کے سامنے
مشکل نہیں ہے خشکی باران تر امیر
اس آفتابِ مہر و مروت کے سامنے

جناب محسن کاکوری فرماتے ہیں:

ارواحِ انبیاء کو وہ نسبت ہے تیرے ساتھ
جو نسبت آفتاب سے ہے ماہتاب کی
تا حشر تیری مدح سے ہو میری آبرو
اشراق اسی وضو سے ہو روزِ حساب کی

مولا کی نوازش نہاں کھلتی ہے
عزت میری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہہ دو کہ ملک گوش بر آواز رہیں
مداحِ پیمبر کی زبان کھلتی ہے

آپ کی مثنویاں صبحِ تجلی اور چراغِ کعبہ ادب اُردو کے گل سرسبد ہیں ان کی فصاحت و بلاغت اور روانی و سلاست نے ان کی ادبیت اور علمیت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ پوری مثنویاں پڑھ کر روح کو بالیدگی اور قلب کو آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کے مسدس اور قصائد نعت بے مثال ہیں۔ بادل والا لامیہ قصیدہ ان میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ نعت کے اشعار بڑے شان و شکوہ اور کیف و عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ کیجیے:

گل خوش رنگ رسولؐ مدنی عربی
زیب دامان ابد، طرہ دستار ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دو عالم کا ثمر
بحر وحدت کا گہر، چشمۂ کثرت کا کنول
مہر توحید کی ضو، اوج شرف کا مہ نو
شمعِ ایجاد کی لو، بزمِ رسالت کا کنول
مرجع روح امیں، زیب وہ عرش بریں
حامی دین متیں، ناسخِ ادیان و ملل
ہفت اقلیم ولایت میں شہِ عالی جاہ
چار اطراف ہدایت میں نبیِ مرسل
دور خورشید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح
تا ابد دور محمدؐ کا ہے از روز ازل
شبِ اسریٰ میں تجلی سے رخ انور کی
پڑ گئی گردن رف رف میں سنہری ہیکل
لطف سے تیرے ہوئی شوکت ایماں محکم
قہر سے سلطنتِ کفر ہوئی مستاصل

Marfat.com
Marfat.com

جس طرف ہاتھ بڑھیں، کفر کے ہٹ جائیں قدم
جس جگہ پاؤں رکھیں سجدہ کریں لات وہبل

مولانا محسن کاکوروی کی مثنوی صبح تجلی سے ولادت باسعادت کے اشعار پڑھ کر لطف اُٹھایئے۔ لکھتے ہیں:

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے
انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے
مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے
مریخ کی سست مشتری ہے
رو پوش دبیر چرخ اخضر
ظلمت کا سایہ کر کے ابتر
اہل مدِ کہکشاں ہے مفرور
پروانہ نویس، شمع کا نور
زہرہ کا سفید ہو گیا رنگ
نظم پرویں کا قافیہ تنگ
سبزہ ہے کنارِ آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر
اک شاخ رکوع میں رکی ہے
اور دوسری سجدے میں جھکی ہے
کیاری ہر اک اعتکاف میں ہے
اور آب رواں طواف میں ہے
با شان و شکوہ جلوہ فرما
شاہنشہِ تخت گاہ الا
سامان ظہور کی ہے تمہید
قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید
لو ہم نے حباب کو عطا کی

Marfat.com
Marfat.com

آب حیواں کی میر بحری
جان و دل مرسلیں محمدؐ
روح، روح الامیں محمدؐ
پیدا ہوئے خاتم النبیین
مہر عرفان عز و تمکین
گنجینۂ اصطفا محمدؐ
آئینۂ حق نما محمدؐ
نازل ہے زمیں پہ کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی
اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے
برج شرف قریشیاں میں
اور ہاشمیوں کے خانداں میں
کعبہ کی زمین نامور سے
اور عبد المطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرور دو عالمؐ
پیدا ہوئے فخر نوحؑ و آدمؑ
شاہنشہ اصفیا محمدؐ
تاج سر انبیا محمدؐ

مولانا اسماعیل میرٹھی کے نعتیہ ترجیع بند کے دو بند پڑھ کر لطف حاصل کیجیے:

خلیل حقؑ کی جو تھی اشارت
اور ابن مریمؑ کی جو بشارت
ظہور احمدؐ سے جو تھی عبارت
سمجھ گئے صاحب بصارت

Marfat.com
Marfat.com

کہ اب گری کفر کی عمارت
گھٹے گی فارس کی اب حرارت
مٹے گی روما کی اب شرارت
لٹے گی اب مصر کی امارت
خزانہ ہرقل کا ہو گا غارت
بڑھے گا تقویٰ بھی اور طہارت
ہے باغِ اسلام کو نضارت
نیا ہے سلطاں نئی وزارت
صلوٰۃ اس پر سلام اس پر
اور اس کی سب آلِ با صفا پر
اور اس کے اصحاب با وفا پر
اور اس کے احبابِ اتقیا پر
وہ فخرِ آدم، امانِ عالم
امینِ محکم، رسولِ اکرمؐ
محیطِ اعظم، ز غیب ملہم
بہ وحی محرم، شہِ مسلم
عرب کے اندر وہی معظم
عجم کے اندر وہی مکرّم
لگا کے آدم سے تا بہ ایں دم
ظہور اس کا ہے بعد آدم
وجود اس کا مگر مقدم
وہ نور حق تھا ولے مجسم
کیا مدینے کو سبز و خرم
درود محمود بھیج پیہم

Marfat.com
Marfat.com

صلوٰۃ اس پر سلام اس پر
اور اس کی سب آلِ با صفا پر
اور اس کے اصحابِ با وفا پر
اور اس کے احبابِ اتقیا پر

جناب حافظ خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی کی ایک نعتیہ غزل ملاحظہ کیجیے:

آنکھ میں پھرتی ہے وہ شوخیِ رفتار جدا
تڑپے جاتا ہے جدائی میں دلِ زار جدا
وہی اچھے رہے محشر میں جو رحمت برسی
بے گناہوں سے کھڑے تھے جو گنہگار جدا
دل و جاں لوٹتے ہیں عشقِ نبیؐ میں دن رات
لذتِ درد جدا، لذتِ آزار جدا
خاک پر لوٹتے ہیں، کوئے نبیؐ میں دونوں
نورِ خورشید جدا، سایۂ دیوار جدا
آبلے پھوٹ کے روئیں گے رہِ طیبہ میں
میرے تلووں سے اگر کوئی ہوا خار جدا
دیکھنے سننے کا وہ شوق کہ دیکھا نہ سنا
ذوقِ دیدار جدا، لذتِ گفتار جدا
چلتا پھرتا رہے دن رات مگر کیا ممکن
ان کی دیوار سے ہو سایۂ دیوار جدا
اپنا اپنا تجھے سب کہتے ہیں اللہ اللہ!
شیخ و میخوار جدا، کافر و دیندار جدا
دے گئی آپ کے بیمار جدائی کو جواب
تابِ رفتار جدا، طاقتِ گفتار جدا
کون ہے در پے آزارِ دلِ زار نہ پوچھ

Marfat.com
Marfat.com

قد آدم ہیں وہاں آئینے دیوار میں وصل
میں یہاں آئینہ ساں پشت بدیوار جدا
سر اگر تن سے جدا ہو تو ہو حافظ
سر سے ہو گا نہ در احمد مختارؐ جدا

حضرت ریاض خیر آبادی کی ایک نعتیہ غزل دیکھیے:

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے
کعبۂ دل میرے اللہ مدینہ ہو جائے
وہ چمک درد کی ہو دل میں کہ بجلی چمکے
دامنِ طور ذرا آج یہ سینہ ہو جائے
تو جو چاہے ارے او مجھ کو بچانے والے
موجِ طوفانِ بلا اٹھ کے سفینہ ہو جائے
ظلمتِ کفر سے ہے بڑھ کے سیاہی دل کی
دور کیونکر دلِ اغیار سے کینہ ہو جائے
آنکھ میں برق سر طور ہو گنبد کا کلس
شرف اندوزِ زیارت یہ کمینہ ہو جائے
دل رہے ہاتھ میں تیرے مرے پہلو کے عوض
چاہتا ہوں مری خاتم کا نگینہ ہو جائے
اس کی تقدیر جو پامال ہو تیرے در پر
اس کی تقدیر کہ جو خاک مدینہ ہو جائے
دفن ہوں ساتھ مرے تیرے گہر ہائے سخن
خاک میں مل کے نمایاں یہ دفینہ ہو جائے
جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریاض
مروں کعبہ میں تو منہ سوئے مدینہ ہو جائے

مولانا غلام امام شہید کا سلام بہت مقبول ہوا۔ اس کے کچھ شعر دیکھیے:

Marfat.com
Marfat.com

السلام اے آفتاب داد و دیں
السلام اے انتخاب اولیں
السلام اے دستگیرِ بے کساں
السلام اے چارۂ درد نہاں
السلام اے قبلہ گاہ اہلِ دیں
السلام اے بادشاہِ مرسلیں
السلام اے بود آدم را سبب
السلام اے خلقِ عالم را سبب
السلام اے شاہِ عظمت السلام
السلام اے ماہِ رفعت السلام
السلام اے پیشوائے انبیا
السلام اے مقتدائے اولیا
السلام اے شاہِ شاہاں السلام
السلام اے جانِ جاناں السلام

آپ کا ترجیع بند (معشر) بھی بہت مشہور ہے۔ اس کا پہلا بند پڑھیے، جس میں سراپا نظم کیا ہے:

قد رعنا کی ادا، جامۂ زیبا کی پھبن
سرگیں آنکھ غضب، ناز بھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ، وہ جبین روشن
اور وہ مکھڑے کی تجلی، وہ بیاض گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن
دل ربا یا نہ وہ رفتار، وہ بے ساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کرے چاک گریبانِ کفن
اٹھ چلے قبر سے بیتاب زبان پر یہ سخن

Marfat.com
Marfat.com

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ کا مجموعہ نعت حدائق بخشش کے نام سے چھپ چکا ہے۔ بڑے قادر الکلام اور معجز بیان نعت گو تھے۔ تمام کلام عقیدت، نیاز اور عشق و محبت کے جذبات سے لبریز ہے۔ کچھ اشعار کا مطالعہ کیجیے:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیؐ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں، کوئی بتائے کیا کہ یوں

☆☆☆☆

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

☆☆☆

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چلے گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

☆☆☆

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

☆☆☆

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبیؐ
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبیؐ

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

حضرت مولانا کا قصیدہ نوریہ بڑا مقبول ہے، مطلع ہے:

صبح طیبہ میں ہوئی، بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

آپ کا سلام بھی بے حد مشہور ہے۔ میلاد شریف کی محفلوں، مسجدوں اور جلسوں میں عام طور پر پڑھا جاتا ہے۔ اس کے کل اشعار ایک سو ستر ہیں۔ نمونے کے طور پر چند اشعار پڑھیے اور لطف اُٹھایئے:

مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخِ نبوت پہ لاکھوں درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا!
"مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام!"

شہیدی کی نعت کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

طلوعِ روشنی جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا
ظہورِ حق کی صحبت ہے جہاں میں نورِ احمدؐ کا

Marfat.com
Marfat.com

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

حضرت بیدم شاہ وارثی کے کلام کا نمونہ یہ ہے۔ پوری نعتیہ غزل ملاحظہ کیجیے:

محشر میں محمدؐ کا عنوان نرالا ہے
اُمت کی شفاعت کا سامان نرالہ ہے
تزئین شب اسریٰ دیکھی تو ملک بولے
کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
اقلیم محبت کی دنیا ہی نرالی ہے
دربار انوکھا ہے سلطان نرالا ہے
مستوں کے سوا تجھ کو سمجھا نہ کوئی سمجھے
اے پیر مغاں تیرا عرفان نرالا ہے
وہ مصحف رخ دل میں آنکھوں میں تصور ہے
البیلی تلاوت ہے قرآن نرالا ہے
پھولوں میں مہکتا ہے، بلبل میں چہکتا ہے
جلوہ تری صورت کا ہر آن نرالا ہے
اس مصحف عارض کو قرآن سمجھتے ہیں
ان اہل محبت کا ایمان نرالا ہے
مضمون اچھوتے ہیں مفہوم انوکھے ہیں
دیوانوں میں بیدم کا دیوان نرالا ہے

بیدم شاہ کی یہ نعت بہت مشہور و مقبول ہے ملاحظہ کیجیے:

آئی نسیم کوئے محمدؐ، صلی اللہ علیہ وسلم
کھینچنے لگا دل سوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com
Marfat.com

کعبہ ہمارا کوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
مصحف ایماں روئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
لے کے مرادِ دل آئیں گے مر جائیں گے مٹ جائیں گے
پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
طوبیٰ کی جانب تکنے والو، آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو
دیکھو قدِ دل جوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
نام اسی کا بابِ کرم ہے، دیکھ یہی محرابِ حرم ہے
دیکھو خمِ ابروئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
بھینی بھینی خوشبو مہکی، بیدم دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ محمد اکبر میرٹھی بھی مشہور نعت گو تھے۔ ان کی ایک غزل ہے:

ثانی تیرا کونین کے کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے
ہو جلوۂ محبوب کے کیا ماہ مقابل
اس چاند کے دھبہ، رخِ انور میں نہیں ہے
کل خوبیاں اللہ نے محمدؐ کو عطا کیں
یہ بات کسی اور پیمبر میں نہیں ہے
ہو کیوں نہ خدائی کو گدائی کی تمنا
کیا چیز ہے جو ان کے بھرے گھر میں نہیں ہے
اعمال برے ہیں میری امداد کو آؤ
حامی کوئی جز آپ کے محشر میں نہیں ہے
میں ہوں وہ گنہگار جسے کہتے ہیں نیکی
یہ لفظ میرے جرم کے دفتر میں نہیں ہے
ہیں عیب ہزاروں تو جسے چاہے بنا دے
اللہ! ہنر ایک بھی اکبر میں نہیں ہے

Marfat.com
Marfat.com

ایک غزل اور ملاحظہ کیجیے:

تیرے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا
ثواب ہو گئے سارے عذاب کیا کہنا
تمام اگلے صحیفوں کو کر دیا منسوخ
رسول پاکؐ تمھاری کتاب کیا کہنا
ملے خدا سے تو ایسے ملے کہ مل ہی گئے
تمھارے قرب کا عالی جناب کیا کہنا
خدا بھی چاہے خدا کی خدائی بھی چاہے
تمھاری چاہ کا رحمت مآب کیا کہنا
شفیع حشر، رسول کریم، ختم رسلؐ
حبیبِ پاک تمھارے خطاب کیا کہنا
حسین ایسے کہ اللہ کے حبیب ہوئے
تمھارا حسن ہے وہ انتخاب کیا کہنا
گناہ گاروں نے جب رو کے یا غفور کہا
برس پڑا ہے کرم کا سحاب کیا کہنا
تکیں گے اور نبی ان کا منہ جو اُمت کو
وہ بخشوائیں گے روز حساب کیا کہنا
سنا کے نعتیں نکیرین کو کیا خاموش
تمھارا اکبر حاضر جواب کیا کہنا

جناب اکبر وارثی میرٹھی کا سلام اکثر محفلوں میں پڑھا جاتا ہے اور مقبول عام ہے۔ چند بند دیکھیے:

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک
فخر آدمؑ، فخر حواؑ — فخر نوحؑ، و فخر یحییٰؑ
فخر ابراہیمؑ و موسیٰؑ — فخر اسماعیلؑ و عیسیٰؑ

Marfat.com
Marfat.com

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک

رحمتوں کے تاج والے — دو جہاں کے راج والے
عرش کے معراج والے — عاصیوں کے لاج والے

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک

پوری یا رب یہ دُعا کر — ہم در مولا پہ جا کر
پہلے کچھ نعتیں سنا کر — یہ پڑھیں سر کو جھکا کر

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک

دور ہے غم کا کنارا — سرور عالم خدا را
دیجیے جلدی سہارا — پار ہو بیڑا ہمارا

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک — صلوات اللہ علیک

عقیدت ومحبت اور بندگی ونیاز مندی کے اظہار کا یہی جذبہ مذکورہ بالا شعراء سے متصل کے بعد کے بعض دوسرے نعت گو شعراء میں بھی پایا جاتا ہے، اس لیے ان کا ذکر یہیں مناسب ہے۔

مولانا ضیاء القادری بڑے قادر الکلام شاعر واستاد اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ نعت ومنقبت لکھتے تھے۔ فرماتے تھے:

ظل جمال ذات حق، شاہد حق نما ہیں آپؐ
نور مبیں، حسین حق، خاصۂ کبریا ہیں آپؐ
آئینہ دار حسن وعشق، صورت آئینہ ہیں آپؐ
صبح ازل سے تا ابد، نور خدا نما ہیں آپؐ
عرش سے مصحف جلیل، آپؐ پہ لائے جبرئیل
شرح صحیفۂ خدا، امی حق نما ہیں آپؐ

Marfat.com
Marfat.com

نورِ ازل کی تابشیں، جلوہ نما ہیں آپؐ میں
آئنۂ خدا نما، طلعت حق نما ہیں آپؐ
بابِ عطا ہے آپؐ کا، بابِ اجابت دُعا
رنگِ قبول رونما جس میں ہے، وہ دُعا ہیں آپؐ
رافت و رحمت و نجات، آپ کی یا نبیؐ ہے ذات
شافع اہل معصیت، دافع ہر بلا ہیں آپؐ
روکش مصحف مبیں، آپ کے عارض و جبیں
آپ ہیں شرح والقمر، معنی والضحیٰ ہیں آپؐ
قلب ضیا کو ہو عطا، روشنی ازل نما
بدر و احد، حنین کے تیر پُر ضیا ہیں آپؐ

جناب بہزاد لکھنوی کے نعتیہ کلام کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی نعت کا نمونہ دیکھیے:

مدینے کے ماہِ کمال اللہ اللہ!
ہر اک شے میں عکس جمال اللہ اللہ!
مثال آپؐ کی دونوں عالم میں کیا ہو
کہ ہر بات ہے بے مثال اللہ اللہ!
نظر میں مدینہ ہے، دل میں مدینہ
بڑے لطف کا ہے یہ حال اللہ اللہ!
مرادِ زمانہ جو تم بن کے آئے
تمنائے کل ہے نہال، اللہ اللہ!
غم عشق احمد کے قربان جاؤں
میسر کسے ہے یہ ملال، اللہ اللہ!
ہر اک شے میں پاتا ہوں رنگ محبت
ہے طیبہ کا جب سے خیال، اللہ اللہ!
طفیل محمدؐ جو مانگیں دُعائیں
تو پورا ہوا ہر سوال اللہ اللہ!

Marfat.com
Marfat.com

درود و سلام اس شہ دو سرا پر
جو ہے آپ اپنی مثال اللہ اللہ!
میں بہزاد ہوں مستِ یادِ محمدؐ
مقدر نے بخشا یہ حال اللہ اللہ!

ایک نعتیہ غزل اور مطالعہ کیجیے:

جب تصور میں مدینہ آ گیا
غم کا ساحل پر سفینہ آ گیا
جب سے بادشاہ دیں رہنے لگی
مجھ کو جینے کا قرینہ آ گیا
میرے آنسو پر گماں ہے خلق کو
بامِ مژگاں پر نگینہ آ گیا
بابِ رحمت کے قریں دل نے کہا
رحمتِ حق کا خزینہ آ گیا
میرے دامن میں کسی کے لطف سے
علم و ایقاں کا خزینہ آ گیا
آپ کے صدقے میں اے شاہ ہدیٰ
بے قرینوں کو قرینہ آ گیا
جب سے اے بہزاد وقفِ نعت ہوں
زندگی کو ہر قرینہ آ گیا

حمید صدیقی لکھنوی کی نعت ملاحظہ کیجیے:

کرو ہم صفیرو مدینے کی باتیں
یہی ہیں حقیقت میں جینے کی باتیں
اسی طرح کچھ تشنگی کو بڑھائیں
کریں آبِ زم زم کے پینے کی باتیں

Marfat.com
Marfat.com

تقاضا غلامی کا یہ کہہ رہا ہے
کہ دن رات ہوں بس مدینے کی باتیں
مبارک جنونِ محبت مبارک
یہ دیوانگی اور قرینے کی باتیں
مدینے میں تھے جس زمانے میں حاضر
یہ ہیں اس مبارک مہینے کی باتیں
جو چاہو کہ تازہ رہے دین و ایماں
تو کرتے رہو تم مدینے کی باتیں
رہے پاس آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں
سنا دے خدا را کوئی پھر سنا دے
وہی بابِ رحمت کے زینے کی باتیں
کھلے گا نہ اشعار سے راز دل
خدا کو ہیں معلوم سینے کی باتیں
حمید اپنے دل کا یہی مدعا ہے
کہ ہوتی رہیں کچھ مدینے کی باتیں

حمید صاحب کی ایک نعت اور پڑھیے:

یہ کس کا تصور ہے کہ ہم جھوم رہے ہیں
ہم ہی نہیں خود دیر و حرم جھوم رہے ہیں
شمع و گل و پروانہ و بلبل، مہ و انجم
پُر کیف نگاہوں کی قسم جھوم رہے ہیں
چھایا ہوا اک عالم مستی ہے فضا میں
ہر سمت غزالان حرم جھوم رہے ہیں
ہے عکس فگن کس کی نگاہ چمن آرا
گل جتنے ہیں یا دیدۂ نم جھوم رہے ہیں

Marfat.com
Marfat.com

آنے کو ہے اک سرو خراماں کی سواری
مرغانِ چمن مل کے بہم جھوم رہے ہیں
ہر چیز درخشاں ہے ہر اک ذرہ ہے رقصاں
کیا خود ہی وہ سر تا بقدم جھوم رہے ہیں
اس محفلِ عشرت میں حمید آج بصد شوق
ہم بھی لیے گل بانگ حرم جھوم رہے ہیں

مولانا حالی کی ذات ماقبل اور مابعد زمانوں میں حدِ فاصل شمار کی جاتی ہے۔ جس طرح آپ نے جدید شاعری میں اصلاح کی، اسی طرح آپ نے قومی شاعری کی بنیاد ڈالی اور اسی طرح نعت گوئی کو ایک بالکل نیا اور اچھوتا اُسلوب بخشا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکام رہنے کے بعد مسلمانوں کی حالت اور زیادہ ابتر ہوگئی تھی۔ قومی زوال اور نکبت ان پر پہلے سے سایہ کیے ہوئے تھے۔ حاکم قوم (انگریز) نے بالکل کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ مگر اس کے ردعمل کے طور پر خدا نے سرسیّد کو توفیق بخشی کہ وہ میدان عمل میں گامزن ہوئے اور اُنھوں نے اپنی تمام زندگی ملت کی خدمت اور فروغ تعلیم اور نشاۃ ثانیہ کے لیے وقف کر دی۔ انسان ہمت کرے تو خدا بھی اعانت فرماتا ہے۔ چنانچہ سرسیّد کو وہ رفقائے کار میسر آئے جن کی مساعی حمیدہ کی بدولت مسلمانوں نے سنبھلنا شروع کر دیا اور بتدریج ان کی حالت اصلاح پذیر ہونے لگی۔

مولانا حالی نے اپنی نظم اور نثر سے یکساں ملت کی خدمت کی۔ مولانا حالی کی مسدس جس کا نام مسدس مدو جزر اسلام ہے، قومی اور ملی شاعری میں ہمیشہ مہر عالم تاب کی حیثیت سے روشن رہے گا۔ تفصیلات سے قطع نظر، مسدس میں مولانا حالی نے نعت بھی بالکل نئے، اچھوتے، انوکھے اور دل پذیر انداز سے پیش کی ہے۔ آج تک جلسوں اور محفلوں میں ان اشعار سے لوگ لطف اندوز ہوتے اور سر دھنتے ہیں۔

بعثت نبوی اور محامد خاتم النبیینؐ ان دو تین بندوں میں کس جامعیت کے ساتھ بیان کیے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

Marfat.com
Marfat.com

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
ادھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

رسول پاکﷺ کی پہلی تبلیغ کا نقشہ کیسے پراثر اور زوردار الفاظ میں کھینچا ہے۔ دیکھیے:

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر
تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمان داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ "اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب؟"
کہا سب نے: "قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا"
کہا: "گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا
تو باور کرو گے، اگر میں کہوں گا

Marfat.com
Marfat.com

کہ فوجِ گراں پشتِ کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمھیں گھات پا کر؟"
کہا، "تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے
کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے"
کہا "گر میری بات یہ دل نشیں ہے
تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا"
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے، دشت و جبل نامِ حق سے

مولانا حالی نے مسدس کے ضمیمہ کے طور پر ایک مناجات بھی لکھی ہے۔ عرض حال بجناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات۔ اس نظم کے ۶۳ شعر ہیں۔ چند شعر ملاحظہ کیجیے:

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

Marfat.com
Marfat.com

جس دین نے تھے غیروں کے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
ہے دین تیرا اب بھی وہی چشمہ صافی
دیں داروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی میٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں مٹا رہا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
فریاد ہے اے کشتی اُمت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
اے چشمہ رحمت! بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے
کر حق سے دُعا اُمت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

مولانا شبلی نے حضورؐ کی ہجرت اور مدینہ منورہ میں تشریف آوری نظم کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

جب کہ آمادۂ خوں ہو گئے کفارِ قریش
لا جرم سرور عالمؐ نے کیا عزمِ سفر
کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے تو اسی شان سے نکلے سرورؐ
اک فقط حضرتِ بوبکر تھے ہمراہ رکاب
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ سو اونٹوں کا انعام تھا قاتل کے لیے
آپؐ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالب زر
انھی لوگوں میں سراقہ تھے خلف جعشم کے
جن کو فاروق نے کسریٰ کے پہنائے تھے گہر
تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں پنہاں
تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیم جاں، خوفِ عدو، ترکِ غذا، سختیِ راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر
یاں مدینے میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں
راہ میں آنکھیں بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں شوق میں آ کر اشعار
نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
ناز نینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر
دفعتاً موکبِ شاہِ رسلؐ آ پہنچا
غل ہوا صلِ علیٰ خیر سے تا جن و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا جلوہ فگن
دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک تارِ بصر
طور پہ حضرت موسیٰؑ کی صدا آتی تھی
آج اک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو یہ فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے
مہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرورؐ
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہِ دل حاضر ہے
آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر

Marfat.com
Marfat.com

یاں مبارک کریں اے خاکِ حریم نبویؐ
آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کے ہمسر
صلِ یا رب علیٰ خیرِ نبی و رسول
صلِ یا رب علیٰ افضل ہر جن و بشر

حالی کے زمانے میں جس طرح قومی اور ملی شاعری کو فروغ حاصل ہوا اسی طرح نعتیہ شاعری نے بھی نیا اُسلوب اور نئے مضامین اختیار کیے۔ چنانچہ بعد کے شعراء میں یہ رنگ کسی نہ کسی روپ میں ضرور جھلکتا ہے۔ مولانا حالی کے بعد سب سے ممتاز نعت گو شاعر مولانا ظفر علی خان ہیں۔ ان کی شاعری میں عام طور پر جوزور اور جوش، سوز اور گداز ہے وہی ان کی نعتوں میں بھی پایا جاتا ہے اور اسی نے ان کی نعتیہ نظموں اور غزلوں کو قبولِ عام بخش دیا ہے۔ چند ملاحظہ ہوں، منتخب اشعار درج کرتا ہوں:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھی تو ہو
جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمھی تو ہو
سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کے غایت اولیٰ تمھی تو ہو
دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون ہے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمھی تو ہو

☆☆☆

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہو
یہ رنگ نہو گلزاروں میں یہ نور نہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

Marfat.com
Marfat.com

بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

☆☆☆

محمد مصطفیٰ گنج سعادت کے امیں تم ہو
شفیع المذنبیں ہو رحمۃ للعالمیں تم ہو
ہوئی تکمیل دیں تم پر کہ ختم المرسلیں تم ہو
رسالت ہے اگر انگشتری اس کے نگیں تم ہو
اگر پروردگار انس و جاں کو ہم نے پہچانا
بلا شبہ و بلا شک اس کی وجہ اولیں تم ہو
تمھاری یاد ہو جس دل میں ایسے دل کا کیا کہنا
مکاں ہوگا عجب ہی شان کا جس کے مکیں تم ہو
ہوئی کافور ظلمت کفر کی جس کی شعاعوں سے
زمانے پر یہ روشن ہے کہ وہ ماہ مبیں تم ہو
ہوا اسلام کا شرمندۂ احساں جہاں سارا
ہر اک اقلیم پر برسا گئے دُرِ ثمیں تم ہو
لقب خیر الامم جس کو دیا تاریخ عالم نے
اس اُمت کے نگہبان اس زمانے میں تمھیں تم ہو
محمدؐ کے تصدق میں تمھاری مغفرت ہو گی
اگر وابستۂ دامانِ ختم المرسلیںؐ تم ہو

مولانا محمد علی جوہر کا نام عظیم المرتبت رہنما اور قائد کی حیثیت سے سب جانتے ہیں مگر وہ ایک بلند پایہ غزل گو اور نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ سرتاپا حبِ نبویؐ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کے نعتیہ اشعار میں سوز و گداز کے ساتھ شیرینی اور گھلاوٹ بھی پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔ کہتے ہیں:

Marfat.com
Marfat.com

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر روز یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں
شیطان کی چالوں سے اب ہوگئے سب واقف
اب ہوں گی الم نشرح ملعون کی سب گھاتیں
بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر منایا کر
ٹلتی نہیں یوں جوہر اس دیس کی برساتیں

☆☆☆

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھیے
کب درِ میخانۂ کوثر کھلے
رونمائی کے لیے لایا ہوں جاں
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

☆☆☆

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے
کیوں ایسے نبیؐ پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لیے ہے

Marfat.com
Marfat.com

اے شافع محشر جو کرے تو نہ شفاعت
پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لیے ہے

مدینہ منورہ کی حاضری کے شوق میں اثنائے راہ میں بارہ اشعار کی ایک غزل لکھی ہے۔ اس کے چند شعر دیکھیے:

سب سمجھتے ہیں کہ تو شاد ہے مسرور ہے آج
کون کہتا ہے، دلا تو دلِ رنجور ہے آج
کلفتِ قطعِ منازل ہوئی کافور ہے آج
ہے مدینہ سے جو نزدیک تو سب دور ہے آج
اپنے پلے کوئی سوغات نہیں اس کے سوا
نقد جان نذر کر اے دل یہی دستور ہے آج
سنگ در تک تو بہر کیف رسائی بخشی
دیکھوں کیا کیا میرے سرکار کو منظور ہے آج
آرزو ہائے دو عالم تھیں اور اک دل کل تک
فقط اک تیری تمنا سے وہ معمور ہے آج
رقص بسمل کی ذرا دیر اجازت دیجیے
حسن مسؤل نہیں، عشق بھی مجبور ہے آج
جس سے چہرے دمک اٹھے تھے کبھی یثرب کے
دیکھو جوہر کی بھی آنکھوں میں وہی نور ہے آج

حضرت اصغر گونڈوی کی نعت کا انداز یہ ہے:

دل نثار مصطفیٰؐ جاں پائمال مصطفیٰؐ
یہ اویسؓ مصطفیٰؐ ہے وہ بلالؓ مصطفیٰؐ
دونوں عالم تھے مرے حرف دُعا میں غرق و محو
میں خدا سے کر رہا تھا جب سوال مصطفیٰؐ
سب سمجھتے ہیں اسے شمع شبستان حرا
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰؐ

Marfat.com
Marfat.com

عالم ناسوت میں اور عالم لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برق جمال مصطفیٰؐ
عظمت تنزیہ دیکھی، شوکت تشبیہ بھی
ایک حال مصطفیٰؐ ہے، ایک قال مصطفیٰؐ
دیکھیے کیا حال کر ڈالے شب یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبح جمال مصطفیٰؐ
ذرہ ذرہ عالم ہستی کا روشن ہو گیا
اللہ اللہ شوکت و شان جمال مصطفیٰؐ

اب غزل کے دو مستند اساتذہ کی نعت ملاحظہ کیجیے۔ سب جانتے ہیں کہ حسرت اور جگر عشقیہ غزل میں رئیس المتغزلین ہونے کے ساتھ محبت رسولؐ کے کیف وعقیدت سے بھی سرشار تھے۔ دربار نبویؐ سے ان کے عشق ومحبت کے جذبات یوں ادا ہوتے ہیں۔ حسرت فرماتے ہیں:

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں
اے قافلے والو! کہیں وہ گنبد خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں
ہاتھ آئے کبھی خاک ترے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں
نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل و شمائل، یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت
حسرت انہیں دیتے ہیں سب دل سے دُعائیں

حضرت جگر مرادآبادی کی یہ نعت بہت مقبول ہے:

اک رند ہے اور مدحت سلطانِ مدینہؐ
ہاں کوئی نظر رحمت سلطان مدینہؐ

Marfat.com
Marfat.com

تو صبح ازل، آئینہ حسن ازل بھی
اے صل علیٰ صورت سلطان مدینہؐ
اے خاک مدینہ! تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنت سلطان مدینہؐ
ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہؐ
اس طرح ہے کہ ہر سانس ہو مصروف عبادت
دیکھوں میں در دولت سلطان مدینہؐ
کونین کا غم، یاد خدا، وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہؐ
اس اُمت عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطان مدینہؐ
اے جاں بلب آمدہ، ہشیار خبردار!
وہ سامنے ہیں حضرتِ سلطان مدینہؐ
کچھ اور نہیں کام جگر مجھ کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطان مدینہؐ

دور حاضر میں ابوالاثر حفیظ جالندھری نے چار جلدوں میں شاہنامہ اسلام لکھ کر بقائے دوام حاصل کرلی ہے۔ اُنھوں نے حضرت ختم الرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت کا حال بہت عمدہ تمثیلوں، استعاروں اور اشاروں میں بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد سلام درج کیا ہے جو بے حد مقبول ہوا اور میلاد کی محفلوں اور اسلامی اجتماعوں میں اکثر پڑھا جاتا ہے۔ آپ بھی لطف اُٹھایئے فرماتے ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال! اے محبوب سبحانی!
سلام اے فخر موجودات! فخر نوع انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی! سلام اے نور یزدانی!
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

Marfat.com
Marfat.com

سلام اے سرّ وحدت! اے سراجِ بزم امکانی!
زہے یہ عزت افزائی، زہے تشریف ارزانی!
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
سلام اے صاحب خلقِ عظیم، انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ، یہی اشغال روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
اگرچہ فقر فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فر کسرائی و خاقانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ اُلفت
عقیدت کی جبیں تری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو میرا سر ہو، مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے!
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے!

مولانا ماہر القادری نے بھی اسی زمین میں ایک اور بہت طویل سلام لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ نعت اور سلام کا حق ادا کر دیا ہے۔ موجودہ دور میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا، نعتیہ مشاعروں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نعتیہ پروگراموں کی وجہ سے نیز صحافت کی بدولت نعت گو شعراء کا شمار آسان نہ رہا، جن میں بلاشبہ صف اول کے حضرات بھی ہیں۔ مگر حالی کے بعد نعت گوئی میں جو نیا رنگ ابھرا تھا اس کی جھلک سب شعراء کے یہاں کم و بیش ضرور پائی جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مولانا حالی کے بعد جس شاعر نے ہماری قومی اور ملی شاعری کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ہے۔ وہ بلا شبہ علامہ اقبال کی ذات ہے، اس میں بھی شک نہیں کہ ملی شاعری کی طرح نعتیہ شاعری کو بھی اقبال نے اور زیادہ وسیع، بامعنی، وقیع، باعظمت، مفید، سبق آموز، اور حیات آفروز بنا دیا اور پوری طرح اس میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے پیغام نجات فرجامِ حیات انجام کی ترجمانی کی اور اس طرح دوسرے شعراء کے لیے مثالی نمونہ فراہم کیا۔ چنانچہ آج کی نعتیہ شاعری نصف صدی پہلے کی نعت گوئی سے مختلف نظر آتی ہے، جس میں دوسرے شعراء نے ندرتِ خیال اور جودتِ فکر سے مزید وسعتیں اور رعنایاں پیدا کی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

نغماتِ شوق

تحقیق ہے کہ علامہ اقبال کے والدین متقی، دین دار اور صالح افراد تھے۔ گھر کا ماحول مذہبیت اور دین داری کا تھا۔ اس ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں، اللہ رسول کی باتیں سنیں اور راہ راست سے متعارف ہوئے۔ پھر آغاز زمانہ تعلیم میں آپ کو مولوی میر حسن صاحب کی شاگردی کی عزت حاصل ہوئی۔ مولوی میر حسن پرانی وضع کے عالم، پابند شرع اور با اصول بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ اقبال پر خاص شفقت کرتے تھے۔ اقبال نے بھی ایک ہونہار اور اقبال مند شاگرد کی حیثیت سے آپ سے پورا استفادہ کیا اور فیض حاصل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سر سیّد کی تحریک اپنا اثر قائم کر چکی تھی۔ سر سیّد اور ان کے رفقاء کی تحریروں سے تعلیم یافتہ طبقے میں ایک ذہنی انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ اسی کے بعد مولانا حالی کی قومی اور ملی شاعری اور ان کے مسدس کا دور آتا ہے۔ یقین سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان سب باتوں نے مل جل کر اقبال کو ذہنی طور پر بہت زیادہ متاثر کیا ہوگا۔

علامہ اقبال کے قیام لاہور کے حالات کچھ اور زیادہ روشنی میں آچکے ہیں۔ ملفوظات اقبال، روز گار فقیر، مکاتیب اقبال اور اس طرح کی دوسری کتابوں اور مضامین سے اہل قلم نے اپنے ذاتی علم اور مشاہدے کی بنا پر ہماری معلومات میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ ملفوظات اقبال میں مرزا جلال الدین بیرسٹر لکھتے ہیں:

خواجہ حالی مرحوم کے مسدس کے تو عاشق تھے۔ میرے پاس ریاست ٹونک کا ایک شائستہ مذاق ملازم تھا۔ اسے ستار بجانے میں خاص دسترس تھی اور وہ مسدس حالی ستار پر ایک طرز کے ساتھ سنایا کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب التزام کے ساتھ ہر دوسرے روز اس سے مسدس سننے کی خواہش کرتے۔ حضور سرور کائنات کی تعریف میں وہ بند جو 'وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا' سے شروع ہوتے ہیں انھیں بطور خاص مرغوب تھے۔ ان کو سنتے ہی ان کا دل بھر آتا اور وہ اکثر بے اختیار رو پڑتے۔ اسی طرح اگر کوئی عمدہ نعت سنائی جاتی تو ان کی آنکھیں ضرور پرنم ہو جاتیں۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علامہ کی طبیعت کا یہ سوز و گداز عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور عشق رسول میں ان کی سرشاری اور استغراق کمال کے درجہ پر جا پہنچا۔ آخر میں تو یہ حال ہو گیا تھا کہ ذرا حضورؐ کا نام کسی کی زبان پر آیا اور آپ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ اسی طرح آپ کو فریضۂ حج کی ادائیگی اور روضۂ مبارک کی زیارت کی شدید آرزو تھی اور ضعف کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا مگر اس وقت بھی یہی لگن تھی کہ شاید طاقت عود کر آئے اور مجھے یہ مقدس سفر نصیب ہو جائے۔

پروفیسر سیّد عبدالرشید فاضل لکھتے ہیں:

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں: میں ۸ر اپریل کی شام کو حاضر ہوا تو ایک صاحب حضرت مرحوم کے پاس بیٹھے تھے۔ میرے پہنچنے پر ان صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ابھی تو آپ کو حجاز جانا ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ سہارن پور سے ایک صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے حرم پاک کا طواف کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دُعا کی تھی کہ آپ کو بھی حرم پاک پہنچنا نصیب ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دُعا قبول ہو گئی ہے۔ پھر فرمانے لگے اب بظاہر حجاز پہنچنے کی کوئی صورت نہیں، لیکن دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔

میر غلام بھیک نیرنگ تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۳۷ء کے موسم سرما میں ایک روز جاوید منزل میں ان سے ملاقات ہوئی۔ دیر تک صحبت رہی۔ وہ اس وقت بہت کمزور تھے۔ سفر مدینہ کا بھی ذکر رہا، کہنے لگے کہ جس قدر تھوڑی طاقت مجھ میں رہ گئی ہے میں اس کو مدینہ کے لیے بچا بچا کے رکھ رہا ہوں۔ افسوس کہ ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اقبال کا قلبی تعلق حضور سرور کائنات کی ذات قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضور ﷺ کا ذکر آتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی اگرچہ وہ فوراً ضبط کر لیتے تھے چونکہ میں بارہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضور کے مرقد پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ وہیں جاں بحق ہو جائیں گے۔ میرا اندازہ یہی تھا اللہ بہتر جانتا ہے (اقبال، اکتوبر ۱۹۵۷ء، ص ۳۰)[۱]

دسمبر ۱۹۳۷ء کے ایک خط میں حضرت علامہ، مخدوم الملک سیّد غلام میراں شاہ صاحب کو لکھتے ہیں:

الحمدللہ کہ آپ خیریت سے ہیں اور حج کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو یہ سفر مبارک کرے اور اس کے فرشتوں کی رحمتیں آپ کے شریک حال ہوں۔ کاش کہ میں بھی آپ کے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ چل سکتا، اور آپ کی صحبت کی برکت سے مستفیض ہوتا لیکن افسوس ہے کہ جدائی کے ایام ابھی باقی معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جاؤں تاہم حضور کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے کہ فرمایا: الطالحون لی (گنہگار میرے لیے ہیں)۔ امید ہے کہ آپ اس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہیں کریں گے۔[۲۲]

ان شہادتوں سے علامہ اقبال کی محبت رسولؐ اور حرمین الشریفین کی زیارت کے ذوق وشوق کی شدت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح سیرت مقدسہ کی روشنی آپ کے دل ودماغ کو منور کیے رہتی تھی۔ جناب مولانا مودودی نے ایک عجیب بصیرت افروز واقعہ بیان کیا ہے:

پنجاب کے ایک دولت مند رئیس نے ایک قانونی مشورے کے لیے اقبال اور سر فضل حسین اور ایک دو اور مشہور قانون دان اصحاب کو اپنے ہاں بلایا اور اپنی شان دار کوٹھی میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ رات کو جس وقت اقبال اپنے کمرے میں آرام کے لیے گئے تو ہر طرف عیش وتنعم کے سامان دیکھ کر اور اپنے نیچے نہایت نرم اور قیمتی بستر پا کر معاً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ جس رسول پاکؐ کی جوتیوں کے صدقے میں ہم کو یہ مرتبے حاصل ہوئے ہیں اس نے بوریے پر سو کر زندگی گزار دی تھی۔ یہ خیال آنا تھا کہ آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی۔ اس بستر پر لیٹنا ان کے لیے ناممکن ہوگیا۔ اٹھے اور برابر کے غسل خانے میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور مسلسل رونا شروع کر دیا۔ جب ذرا دل کو قرار آیا تو اپنے ملازم کو بلوا کر اپنا بستر کھلوایا اور ایک چارپائی اسی غسل خانے میں بچھوائی اور جب تک وہاں مقیم رہے، غسل خانے ہی میں سوتے رہے۔ یہ وفات سے کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔[۲۳]

حضرت علامہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

در دل مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است[۲۴]

اقبال کی اس والہانہ عقیدت، جذباتی لگاؤ، قلبی شیفتگی اور ذوق وشوق نے آپ کے ان اشعار میں جو حضورؐ کے ذکر مبارک سے مزین ہیں، عجیب کیف، محبت، عقیدت، شیفتگی، درد، تاثیر اور سوز وگداز بھر دیا ہے، آپ کی نعتیہ شاعری کے ابتدائی دور میں البتہ آپ کے اشعار میں روایتی نعت گوئی کا اثر زیادہ نمایاں ہے، ایک پوری غزل کا مطالعہ کیجیے:

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو ہٹا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

Marfat.com
Marfat.com

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلے
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر
بہار جنت سے کھینچتا تھا ہمیں مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر
لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حور جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شور محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا کیا سکھا کر
تری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیار یثرب میں آ ہی پہنچے صبا کی موجوں میں مل ملا کر
شہید عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر
رکھی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنس عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے زر شفاعت دکھا دکھا کر
ترے ثنا گو عروس رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روز محشر
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر
بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستان عرب کی بو ہے
مگر نہ اب ہاتھ لا ادھر کو وہیں سے لائی ہے تو اُڑا کر
تری جدائی میں مرنے والے فنا کے تیروں سے بے خبر ہیں
اجل کی ہم نے ہنسی اُڑائی اسے بھی مارا تھکا تھکا کر
ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی تھی مجھے بھی محشر میں تاکتی تھی
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتاب عمل اُٹھا کر
یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
وبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامن تر میں منہ چھپا کر
شہید عشق نبیؐ ہوں میری لحد پہ شمع قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

Marfat.com
Marfat.com

خیال راہ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ سفر نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر[۵]

۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے تھے۔ یورپ کے تین سالہ قیام نے آپ پر بہت گہرے اثرات مرتسم کیے۔ آپ نے اپنے تحقیقی مقالے کے سلسلے میں مفکرین اسلام کے تخیلات اور نظریات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ دوسری طرف مغرب کے تہذیب و تمدن کو آپ نے قریب سے دیکھا اور سمجھا تو فرمایا:

دیار مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرا کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا[۶]

نیز صاف الفاظ میں کہہ دیا:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے[۷]

اس لیے آپ نے اپنے لیے اور اپنی ملت کے لیے وہی شراب کہنہ طلب کی، جو میخانہ یثرب میں ڈھالی گئی تھی۔ فرماتے ہیں

پیر مغاں! فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیف غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا، بزم کہن بدل گئی
اب تو خدا کے واسطے ان کو مئے حجاز دے[۸]

یہی وہ زمانہ ہے جب آپ نے سمجھ لیا کہ راز حیات اور رمز ارتقا حرکت مسلسل، جنبش پیہم اور سعی و عمل میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اس وقت سے آپ کے کلام میں سوز دوام اور گردش مدام کے مضامین کی تکرار پائی جاتی ہے مثلاً:

راز حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے
زندہ ہر اک چیز ہے کوشش ناتمام سے[۹]

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے[۵۸]

☆☆☆

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا، کچل گئے ہیں[۵۹]

یورپ سے واپسی پر آپ کے تاثرات نے "بلاد اسلامیہ" مشہور نظم میں ظہور کیا۔ آپ اسلامی شان وشکوہ، دولت واقبال، عظمت وشوکت کے ان روشن اور تابناک مرکزی مقامات کو یاد کرتے اور حسرت وافسوس سے مسلمانوں کی عظمت وجلال گزشتہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کا ظہور دہلی، بغداد، قرطبہ، قسطنطنیہ (استانبول) جیسے عظیم مرکزوں سے صدیوں تک ہوتا رہا اور جو سارے عالم کے لیے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا خزانہ اور سرچشمہ بنے رہے مگر یہ تمام عظمت وشوکت کے مینار، خواب گاہ مصطفیٰؐ کے تقدس اور جلال پر قربان ہیں، جس کی مثال عالم میں نہیں مل سکتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس سرزمین مقدس کے آغوش میں وہ شہنشاہ معظم آسودۂ خواب وراحت ہے، جس کے زیر سایہ تمام دنیا نے پناہ حاصل کی، جس نے تمام اقوام عالم کو امن کا پیغام سنایا، جو مسلمانوں کا ماوا وملجا ہے اور جس سے مسلمانوں کی حیات اور تقدیر وابستہ ہے۔ اس نظم کا آخری بند ملاحظہ کیجیے:

وہ زمیں ہے تو، مگر اے خواب گاہ مصطفیٰؐ
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
نام لیوا جس کے، شاہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشین قیصر کے، وارث مسند جم کے ہوئے
ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس نہ شام

Marfat.com
Marfat.com

آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تو، ماوا ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر شبنم بھی ہیں!!

اسی زمانے سے اقبال کی اسلامی شاعری اور پیامی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ اقبال کے دل میں مذہب کی عظمت و محبت اور رسول کریم ﷺ کی عقیدت و مودت پہلے سے جاگزیں تھی۔ اب اس میں اور پختگی آجاتی ہے اور عمر، علم اور تجربہ کے ساتھ اس میں ترقی ہو جاتی ہے۔ ان کی زبان سے اب ترانہ ہندی کی بجائے ترانہ ملی نکلتا ہے۔ قوم کو بیدار کرنے اور ان میں غیرت و حمیت کا احساس جگانے کا شوق بڑھتا ہے۔ تہذیب جدید اور مغربی مادیت کی تباہ کاریوں سے متنبہ کرتے اور گردش ایام کو پیچھے کی طرف لوٹانے پر کمر بستہ ہو جاتے۔ اسلام کی عظمت، قرآن کریم کی صداقت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی جانب رجعت، اسوۂ حسنہ نبوی کا اتباع اور تقلید، تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین اب ان کی شاعری کے بنیادی مضامین ہو جاتے ہیں۔ ان کی شاعری کا یہ میلان روایتی انداز کا نہ تھا۔ ان کے دماغ اور دل نے جو صحیح جانا اور سمجھا وہی ملت کے لیے ان کا پیغام بن کر ان کے اشعار میں ظاہر ہوا۔ یہیں سے ان کی نعتیہ شاعری نے بھی ایک نیا اُسلوب، نیا لہجہ، نیا آہنگ اختیار کیا۔ مضامین بھی نئے طرز ادا بھی نیا، اُسلوب بیاں بھی نیا اور سچ یہ ہے کہ یہی وہ شاعری ہے جسے ''جزویست از پیغمبری'' کہا گیا ہے۔

اقبال کی قومی اور ملی شاعری میں بھی اب جو رنگ چمکنے لگا اس کی مثال ان کی اس نظم میں ملتی ہے جو بانگ درا میں ''خطاب بجوانان اسلام'' کے عنوان سے صفحہ ۱۹۱ پر درج ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا
تمدن آفریں، خلاق آئین جہاں داری
صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا

Marfat.com
Marfat.com

سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
"بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا"
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارہ
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت ■ سیارہ
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ
"غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را"[۱۳]

اقبال کو ان کے غائر اور تفصیلی مطالعہ اور مشاہدہ نے بتادیا کہ اسلام ہی سچا دین اور مذہب ہے۔اسوۂ رسولؐ ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان راہ نجات پاسکتا ہے اور تعلیمات نبوی ہی وہ واحد صراط مستقیم جو بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو پستی و ذلت سے نکال کر ترقی و بلندی پر پہنچا سکتا ہے۔ سیرت پاک کا مطالعہ اور قرآن حکیم کے مطالب میں غور و خوض نے ان کو کامل یقین بخش دیا تھا کہ اسلامی تعلیمات ہماری دنیوی زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کی ضامن ہیں۔ اخلاق کی پاکیزگی اور کردار کی سربلندی صرف اسی طریق میں مضمر ہے جو قرآن مجید اور اسوۂ حسنہ نے ہم کو سکھایا اور بتایا ہے۔اس لیے اب اقبال کی تمام تر شاعری انھی مطالب اور انھی موضوعات میں مرتکز

Marfat.com
Marfat.com

ہو کر رہ گئی اور خاص طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی اور سیرت مقدسہ ان کی شاعری کا سب سے اہم اور سب سے مرکزی موضوع قرار پائی۔

اقبال ایک پیامی شاعر تھے اس لیے ان کی غزلوں یا نظموں کا علیحدہ علیحدہ مطالعہ مفید مطلب نہیں ہو سکتا۔ ان کی کتابوں کو مجموعی طور پر پڑھ کر ان کا مقصود اور مافی الضمیر سمجھا جا سکتا ہے۔ کوئی شخص بھی جو غائر نظر سے اقبال کا تفصیلی مطالعہ کرے اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان کا مقصودِ شاعری قرآن حکیم کی عظمت اور صداقت بیان کرنے اور اس کی تعلیمات اور پیغام پر زور دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مقدسہ اور اسوۂ حسنہ کے مثالی نمونے کو ملت اسلامی کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کے ذہن نشین کیا جائے کہ صرف قرآن اور سنت کی تقلید اور اتباع میں ترقی اور فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ ان کے کلام میں مقصدِ رسالت، عظمت رسولؐ، تعلیمات نبویؐ، پیغام رسولؐ، اسوۂ حسنہ، مکارمِ اخلاق کی تفصیلات کثرت سے موجود ہیں اور آپ تاکیدی طور پر بتاتے ہیں کہ یہی ایک راستہ ہے جو صراط مستقیم کہا جا سکتا ہے۔ جو درس حیات بھی ہے اور پیغام عمل بھی، راہ نجات بھی ہے اور معراج ارتقا بھی۔

اقبال کی حب رسول کا کچھ بیان پہلے آچکا ہے۔ آپ سرتاپا محبت نبیؐ سے سرشار تھے۔ اس لیے عقیدت و محبت، نذر و نیاز، شوق یثرب، دُعا و مناجات اور ذوق و شوق کے مضامین کثرت سے جا بجا نظر آتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس موجب تخلیق کائنات بھی ہے اور فریاد رس عالم بھی۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اقبال ملت کی زبوں حالی کی فریاد دربار نبوی میں پیش کرتے ہیں اور انھی سے دستگیری اور چارہ گری کی درخواست کرتے ہیں۔ اس مختصر بیان کے بعد اشعار کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔ پہلے ایسے اشعار بکثرت نقل کیے جا چکے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ بے جا تکرار سے گریز کروں الا ماشاءاللہ۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اقبال کو حجاز مقدس اور روضۂ اطہر کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ ان کے یہ شعر ان کی اس دلی کیفیت کے ترجمان ہیں اور آپ کی عقیدت و محبت کی سچی شرح کرتے ہیں۔ "ترانہ ملی" میں کہتے ہیں:

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا![1]

☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال
اُڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے[۱۵]

شفاخانہ حجاز کی تعمیر کا حال سن کر ایک قطعہ کہا ہے۔ اس میں کہتے ہیں:

اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں غبار حجاز میں[۱۶]

☆☆☆

خاک یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است[۱۷]

ارمغان حجاز آپ کی آخری تصنیف ہے، جو آپ کی وفات کے بعد نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں صفحات ۲۱ سے ۶۲ تک جو رباعیات اور قطعات درج ہیں ان کا عنوان ہے "حضور رسالت"۔ ان میں سے کچھ کے مطالعے سے لطف حاصل کیجیے۔

اقبال کے زیارت مدینہ کے شوق کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ایک قطعہ میں کہتے ہیں کہ اس بڑھاپے اور ضعف کے عالم میں میں نے یثرب کا سفر اختیار کیا ہے۔ عاشقانہ نغمے گاتا ہوا گرم رفتار ہوں۔ میری مثال اس پرندے کی سی ہے جو شام کے وقت صحرا میں اپنے گھونسلے پر اترنے کے لیے پر کھولتا ہے:

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چوں آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ[۱۸]

کیا پوچھتے ہو کہ میرے نغموں اور نالوں کا مقام کیا ہے لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ میرا اصل مرکز کیا ہے۔ اس صحرا میں اس لیے میں نے ڈیرا جمایا ہے کہ میں یہاں خلوت میں بیٹھ کر اکیلا نغمہ سرائی کیا کروں۔

چہ پرسی از مقامات نوایم
ندیماں کم شناسند از کجایم
کشادم رختِ خود را اندریں دشت
کہ اندر خلوتش تنہا سرایم[۱۹]

Marfat.com
Marfat.com

کیسا پیارا صحرا ہے۔ جہاں قافلے گرم رفتار ہیں۔ محمل رواں ہیں اور درود پڑھتے جا رہے ہیں۔ اس صحرا کی گرم گرم ریت پر سجدے کرو، اتنے سجدے کہ تمھاری پیشانی پر داغ نمایاں ہو جائے:

چہ خوش صحرا کہ دروے کارواں ہا
درودے خواند و محمل براند
بہ ریگِ گرم او آور سجودے
جبیں را سوز تا داغے بماند![۲۰]

کیسا پیارا صحرا ہے جس کی شام صبح کو شرماتی ہے۔ اس کی رات چھوٹی اور دن لمبا ہوتا ہے۔ اے مسافر! آہستہ آہستہ قدم رکھو اس لیے کہ یہاں کا ایک ایک ذرہ ہماری طرح دردِ محبت میں ڈوبا ہوا ہے:

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خند است
شبش کوتاہ و روز او بلند است
قدم اے راہرو آہستہ تر نہ
چوما ہر ذرۂ او درد مند است[۲۱]

اے سالارِ کارواں! یہ عجمی کون ہے؟ اس کا لہجہ اور آہنگ عرب جیسا نہیں۔ یہ عجمی ایسے تروتازہ اور شاداب نغمے الاپ رہا ہے کہ ایک ویران بیابان میں ان نغموں سے دل کو طراوت حاصل ہوتی ہے:

امیرِ کارواں! آں عجمی کیست؟
سرود او بآہنگِ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابی او
خنک دل در بیابانے تواں زیست[۲۲]

میں کبھی عراقی کے عاشقانہ اشعار پڑھتا ہوں کبھی جامی کے اشعار میرے دل میں محبت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ اگرچہ میں عرب کے لہجے اور آہنگ سے واقف نہیں ہوں، مگر پھر بھی ساربان کے پرشوق نغموں میں شریک ہوں:

گہے شعرِ عراقی را بخوانم
گہے جامی زند آتش بجانم
ندانم گرچہ آہنگِ عرب را
شریکِ نغمہ ہائے ساربانم[۲۳]

Marfat.com
Marfat.com

مسافر کے دل میں جو سوز غم ہے اس میں اور زیادہ خوشی اور نشاط بھر دے۔ اس کے نالہ و فغاں کو اور زیادہ جنوں میں ترقی کا سبب بنا۔ اے ساربان! اور لمبے راستے سے ہو کر چل، میرے جدائی کے سوز کو اور زیادہ بھڑکا:

غمِ راہی نشاط آمیز تر کن
فغانش را جنوں انگیز تر کن
بگیر اے ساربان راہ درازے
مرا سوزِ جدائی تیز تر کن[۲۴]

اے ساتھی، آ! ہم دونوں مل کر نالہ وزاری کریں۔ میں اور تو دونوں کسی کے جمال جہاں آرا کے شہید ہیں آ دل کے مطابق کچھ باتیں کہیں اور آقا و مولا کے قدموں سے اپنی آنکھیں رگڑ کر دل کی بھڑاس نکالیں:

بیا اے ہم نفس! باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شان جمالیم
دو حرفے بر مراد دل بگوئیم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم[۲۵]

حکیموں اور دانشمندوں کی یہاں کوئی حیثیت نہیں اور ایک نادان کے حصہ میں جلوۂ مستانہ آ گیا۔ کیسی خوش قسمتی اور کیسا مبارک زمانہ ہے کہ ایک فقیر بے نوا کو شہنشاہ کے آستانے پر حاضری میسر آئی:

حکیماں را بہا کمتر نہادند
بناداں جلوۂ مستانہ دادند
چہ خوش بختے، چہ خرم روز گارے
در سلطاں بہ درویشے کشادند[۲۶]

مسلمان وہ جو فقیر ہے مگر اب بھی اس میں کج کلاہی کی آن باقی ہے۔ اس کے سینے سے اب بھی محبت کی آہ نکلتی ہے۔ اس کا دل رو رہا ہے۔ کیوں روتا ہے؟ اسے مطلق معلوم نہیں۔ اے رسول اللہ! اس پر لطف و کرم کی نگاہ ڈالیے کہ اس کے دل کی گرہ کھل جائے:

Marfat.com
Marfat.com

مسلماں آں فقیر کج کلاہے
رمید از سینۂ او سوز آہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے[۲۷]

دل میں جو گرمی اور بے تابی ہے سب آپ کے غم کی بدولت ہے۔ میرے نالے بھی آپ ہی کی توجہ کا فیضان ہیں۔ میں اس پر ماتم کناں ہوں کہ ملک ہندوستان میں ایک بھی تو شخص مجھے ایسا نظر نہیں آیا جو آپ کے اسرار کا محرم ہو:

تب و تاب دل از سوز غم تست
نوائے من ز تاثیر دم تست
بنالم زانکہ اندر کشور ہند
ندیدم بندۂ کو محرم تست[۲۸]

ہندوستان کے غلام مسلمانوں کی رات ختم ہو کر صبح کے طلوع ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس سرزمین پر سورج کا بھی گزر نہیں معلوم ہوتا۔ ہمارے حال زار پر ذرا نگاہ کرم کیجیے۔ کیونکہ مشرق کی مسلم اقوام میں ہم ہندی مسلمانوں سے زیادہ بے بس اور بے چارہ دوسری کوئی قوم نہیں:

شبِ ہندی غلاماں را سحر نیست
بایں خاک آفتابے را گذر نیست
بماکن گوشئہ چشمے کہ در شرق
مسلمانے زما بے چارہ تر نیست[۲۹]

ابھی تک یہ فلکِ کج رفتار ہم سے مخالفت پر اڑا ہوا ہے۔ ابھی تک یہ قافلہ اپنی منزل سے دور ہے۔ میں اس کاروان ملت کی ابتری اور بدنظمی کا کیا حال بیان کروں۔ آپ کو تو خود معلوم ہے کہ اس قوم کا کوئی قائد اور رہنما نہیں:

ہنوز ایں چرخ نیلی کج خرام است
ہنوز ایں کارواں دور از مقام است
ز کار بے نظام او چہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام است[۳۰]

Marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں کے خون میں وہ حرارت اور جوش باقی نہیں رہا۔اب تو اس ویرانے میں گل لالہ بھی نہیں اگتا۔اس کی جیب کی طرح اس کی تلوار کا میان بھی خالی ہے۔یعنی مفلس بھی ہے اور بے عمل بھی۔اس کے ویران گھر میں اس کی کتاب (قرآن مجید) بھی صرف زینت طاق بنی رہتی ہے:

نماند آں تاب و تب در خونِ نابش
نروید لاله از کشتِ خرابش
نیام او تہی چوں کیسۂ او
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش[۳۱]

ساری دنیا میں لادینی پھیلی ہوئی ہے۔حد یہ ہے کہ دنیا والے روح کو بھی جسم کے آثار میں شمار کرنے لگے ہیں۔جو فقر آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بخشا تھا اس سے ہماری بے حس روحوں میں سوز و حرارت پیدا فرما دیجیے:

دگرگوں کرد لا دینی جہاں را
ز آثار بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیقؓ دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را[۳۲]

میں مسلمان ہوں۔ہر ملک میں میرا حال پردیسی کا سا ہے۔اس لیے کہ مجھے دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔باوجود ساری بے طاقتی کے میں اس پیچ و تاب میں مبتلا رہتا ہوں کہ میں پھر ماسوا کے چکر میں پھنس گیا۔کیسے اس سے چھٹکارا حاصل کروں:

مسلمانم غریبِ ہر دیارم
کہ با ایں خاکداں کارے ندارم
بایں بے طاقتی در پیچ و تابم
کہ من دیگر بغیر اللہ دچارم[۳۳]

آپ نے جو بازو مجھے عطا فرمائے تھے ان ہی کے ذریعے میں نے پرواز کی۔اپنے پرسوز نغموں میں خود ہی تڑپتا رہا۔ایسا مسلمان کہ موت بھی اس سے مقابل ہو تو لرز جائے؛ میں نے ساری دنیا دیکھ ڈالی مگر اسے نہ پایا:

Marfat.com
Marfat.com

بآں بالے کہ بخشیدی پریدم
بسوزِ نغمہ ہائے خود تپیدم
مسلمانے کہ مرگ ازوے بلرزد
جہاں گردیدم و او را ندیدم[۳۴]

ایک رات میں مناجات میں بارگاہِ الٰہی میں زار و قطار رویا، اور سوال کیا کہ مسلمان اتنے زار و نزار اور عاجز و خوار کیوں ہو رہے ہیں۔ ندا آئی کہ تو جانتا نہیں ہے ان لوگوں کے پاس دل تو ہے مگر اس دل میں بسنے والا کوئی محبوب نہیں ہے:

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد، نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندا رند[۳۵]

میں کبھی گر پڑتا ہوں کبھی مستانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہوں تاکہ تلوار سے خوں ریزی کروں (اہل زمانہ کے خلاف جہاد کروں)۔ خدا کے واسطے ایک نظرِ لطف سے نوازیے اور دستگیری فرمایئے۔ کیونکہ میں اپنے زمانے کیخلاف برسرِ پیکار ہوں اس میں کامیابی میسر ہو:

گہے افتم گہے مستانہ خیزم
چہ خوں با تیغ و شمشیرے بریزم
نگاہ التفاتے بر سر بام
کہ من با عصر خود اندر ستیزم[۳۶]

مجھے خلوت چاہیے اور آہ و فغاں ہی میرے لیے مناسب ہے۔ یثرب کی طرف بغیر کسی کارواں کے ہی سفر کرنا خوب ہے۔ کہاں مکتب اور کہاں میکدۂ شوق آپ خود ہی فرما دیجیے کہ میرے لیے ان دونوں میں سے کون سی چیز بہتر ہے مدرسہ یا میخانہ محبت!:

مرا تنہائی و آہ و فغاں بہ
سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا مکتب، کجا میخانۂ شوق
تو خود فرما مرا ایں بہ کہ آں بہ[۳۷]

Marfat.com
Marfat.com

جو اسرار میں نے قوم کے سامنے واشگاف الفاظ میں بیان کیے کسی نے نہ سمجھے۔ میرے کھجور کے درخت سے کسی نے بھی تو اس کا میٹھا پھل نہ کھایا۔ اے بادشاہ کونین ﷺ! میں آپ ہی سے انصاف چاہتا ہوں۔ ذرا دیکھیے تو یاروں نے مجھے بھی ایک عام غزل گو شاعر سمجھ رکھا ہے:

بآں رازے کہ گفتم، پے نبردند
ز شاخ نخل من خرما نخورند
من اے میر اُمم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند[۳۸]

ہمارے دلوں میں آہ کے دھوئیں کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ کے سوا کسی دوسرے تک رسائی نہیں جو ہماری دستگیری کرے۔ میں افسانۂ غم کہوں تو اور کس سے کہوں ہمارے سینوں میں آپ کے علاوہ اور کوئی بستا ہی نہیں:

درون ما بجز دودِ نفس نیست
بجز دست تو ما را دسترس نیست
دگر افسانۂ غم با کہ گویم
کہ اندر سینہ ہا غیر از تو کس نیست[۳۹]

ایک غریب اور درد مند نالے کر رہا ہے۔ اپنے پرسوز نغموں سے وہ خود ہی گھلا جا رہا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ وہ کس تلاش میں ہے اور کیا چاہتا ہے۔ اسے بس ایک دل مطلوب ہے جو ہر دو عالم سے بے نیاز ہو:

غریبے درد مندے نے نوازے
ز سوز نغمۂ خود در گدازے
تو می دانی چہ می جوید چہ خواہد
دلے از ہر دو عالم بے نیازے[۴۰]

مجھے کسی اور ہوا سے شادابی اور رنگ روپ نہیں چاہیے۔ میں تو بس آپ کے آفتاب درخشاں کے فیض سے نشوونما پاتا ہوں۔ میری نظر ماہ و پرویں سے بھی آگے اور ان سے بھی بلند تر ہے۔ میں کسی کی خوشنودی اور خوشامد کی بات نہیں کرتا۔ میں تو جو حق بات ہے وہی زبان پر لاتا ہوں:

Marfat.com
Marfat.com

نم و رنگ از دم بادے نجویم
ز فیض آفتاب تو برویم
نگاہم از مہ و پرویں بلند است
سخن را مزاج کس نگویم[۴۱]

اس سمندر میں جس کا اور نہ چھور۔ عاشقوں کی رہنمائی فقط ایک دل کرتا ہے اور بس آپ نے فرمایا تو ہم نے مکہ معظمہ کی زیارت کا قصد کیا۔ ورنہ ہماری منزل تو سوا آپ کے آستانہ اقدس کے دوسری کوئی نہیں۔

در آں دریا کہ او را ساحلے نیست
دلیل عاشقاں غیر از دلے نیست
تو فرمودی رہ بطحا گرفتم
وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست[۴۲]

ہم حاضری کے مشتاق ہیں۔ ہمیں آستانہ سے نہ دھتکاریئے۔ آپ نے جو دردِ محبت عطا فرمایا ہے اس کی وجہ سے ہم بے صبر اور بے قرار ہیں۔ صبر کے علاوہ آپ جو چاہیں حکم صادر فرمایئے ہم تعمیل کریں گے، مگر ہم میں اور صبر میں تو دو سو کوس کی دوری ہے:

مراں از در کہ مشتاقِ حضوریم
ازاں دردے کہ دادی ناصبوریم
بفرما ہر چہ می خواہی بجز صبر
کہ ما از وے دو صدی فرسنگ دوریم[۴۳]

میں فقیر اور محتاج ہوں جو کچھ مانگتا ہوں آپ ہی سے مانگتا ہوں۔ میں گھاس کا ایک تنکا ہوں اس کی ایک پتی سے جہاز جیسا سنگین اور مستحکم دل تراش دیجیے۔ دانش مندوں اور فلسفیوں کی کتابوں سے مجھے دردِ سر اور پریشان خیالی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، اس لیے کہ میری تربیت کسی کی نظر سے فیض یافتہ ہے:

فقیرم از تو خواہم ہر چہ خواہم
دل کو ہے خراش از برگِ کاہم
مرا درسِ حکیماں دردِ سر داد
کہ من پروردۂ فیضِ نگاہم[۴۴]

Marfat.com
Marfat.com

میں نہ مُلّا کی محفل میں بیٹھتا ہوں نہ صوفی کی خانقاہ میں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نہ اِس طبقے سے علاقہ رکھتا ہوں اور نہ اُس سے۔ آپ ہی میرے دل کی تختی پر اسم اللہ نقش فرما دیجیے۔ تا کہ میں اس کے فیض سے اس کو اور اپنی خودی کو صاف صاف پہچان لوں:

نہ با مُلّا نہ با صوفی نشینم
تو می دانی کہ من آنم نہ اینم
نویس اللہ بر لوحِ دلِ من
کہ ہم خود را ہم او را فاش بینم[۴۵]

میں نے اپنا دل کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ بلکہ اپنی مشکلات کا حل خود ہی پیدا کیا۔ غیر اللہ پر میں نے ایک دفعہ بھروسا کیا تھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ دو سو دفعہ اپنے مقام سے نیچے آ گرا:

دل خود را بدستِ کس ندادم
گرہ از روئے کارِ خود کشادم
بغیر اللہ کردم تکیہ یکبار
دو صد بار از مقام خود فتادم[۴۶]

ابھی اس آگ میں چنگاری چھپی ہوئی ہے۔ ابھی اس سینے میں آہ سحر پوشیدہ ہے۔ آپ میری آنکھوں پر اپنی تجلی آشکار کیجیے تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ باوجود اس ضعف اور عالم پیری کے میرے اندر ابھی تاب نظارہ موجود ہے:

ہنوز ایں خاک دارائے شرر ہست
ہنوز این سینہ را آہ سحر ہست
تجلی ریز بر چشم کہ بینی
بایں پیری مرا تابِ نظر ہست[۴۷]

میری نظر جو کچھ بھی دیکھتی ہے اس سے بے نیازانہ گزر جاتی ہے۔ میرے دل کو تو بس سوز دروں کی آگ پگھلائے دے رہی ہے۔ میرا واسطہ اس زمانے سے ہے جس میں نہ اخلاص ہے نہ سوز آپ ہی مجھے بتا دیجیے کہ آخر یہ بھید کیا ہے:

نگاہم زانچہ بینم بے نیاز است
دل از سوزِ درونم در گداز است

Marfat.com
Marfat.com

من و ایں عصرِ بے اخلاص و بے سوز
بگو با من کہ آخر ایں چہ راز است؟[۴۸]

میری آنکھوں کو یہ نگاہ آپ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ان میں لالہ کی روشنی بھی آپ ہی کی دی ہوئی ہے۔ مجھے "من رآنی" کی صبح سے فیض یاب فرمایئے، اس لیے کہ میری رات کی تاریکی کو دور کرنے والے چاند کی چاندنی آپ ہی کی آوردہ ہے۔ [اشارہ ہے حدیث شریف کے مضمون کی جانب۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہے: من رآنی فقد رای اللّٰہ (جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کا دیدار کیا)]۔

بچشمِ من نگہ آوردۂ تست
فروغ لالہ آوردۂ تست
دوچارم کن بہ صبح من رآنی
شبم را تاب مہ آوردۂ تست[۴۹]

جب میں نے اپنی خودی میں ڈوب کر اپنی معرفت حاصل کی، تو آپ کے نورِ مقدس کی برکت سے اپنے مقام کو پالیا۔ دنیا کے اس دیر میں نوائے صبح گاہی کی برکتوں سے میں نے عشق و مستی کی ایک نئی دنیا بسائی:

چو خود را در کنار خود کشیدم
بہ نور تو مقام خویش دیدم
دریں دیر از نوائے صبح گاہی
جہان عشق و مستی آفریدم[۵۰]

دنیا عشق کی دولت سے قائم ہے اور عشق کی دولت آپ کے سینۂ مبارک سے حاصل ہوتی ہے۔ اس عشق میں سرور اس شرابِ کہن سے پیدا ہوتا ہے جو آپ نے کشید فرمائی اور پلائی۔ مجھے جبریلؑ کی بابت بھی صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ جبریلؑ بھی آئینۂ رسالت کے ایک جوہر کا نام ہے:

جہاں از عشق و عشق از سینۂ تست
سرورش از مئے دیرینۂ تست
جز ایں چیزے نمی دانم ز جبریل
کہ او یک جوہر از آئینہ تست[۵۱]

Marfat.com
Marfat.com

مجھے جو سوز عطا ہوا ہے یہ آپ ہی کا فیضان ہے۔ میرے انگوروں کی بیل میں جو شراب ابل رہی ہے وہ آپ ہی کے زم زم سے نکلتی ہے۔ میری درویشی سے مملکت کسریٰ و جمشید بھی شرماتی ہے۔ کیونکہ میرے سینے میں جو دل ہے وہ آپ ہی کے اسرار کا محرم ہے:

مرا ایں سوز از فیضِ دمِ تست
بتاکم موج مے از زمزم تست
خجل ملک جم از درویشی من
کہ دل در سینۂ من محرم تست[۵۲]

میں ملت بیضا کے حضور میں تڑپتا رہا اور میں نے ایک دل گداز نغمہ اور صدا تخلیق کی۔ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بات مختصر سے مختصر کی جائے۔ تو یوں کہیے کہ میں تڑپا، میں نے تخلیق کیا اور میں چل بسا:

حضورِ ملتِ بیضا تپیدم
نوائے دل گداز آفریدم
ادب گوید سخن را مختصر گوے
تپیدم، آفریدم، آرمیدم[۵۳]

میں نے بھی مولانا روم کی طرح حرم میں بانگ اذان بلند کی۔ انھی سے تو میں نے جان و روح کے بھید سیکھے ہیں۔ دور قدیم کے فتنوں میں ان کی ذات نے جو کام انجام دیا تھا، عصر جدید کے فتنوں میں وہی کام میں کر رہا ہوں:

چو رومی در حرم دادم اذاں من
ازو آموختم اسرار جاں من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن او
بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں من[۵۴]

میری مٹی سے ایک سرسبز لہلاتا ہوا باغ پیدا کیجیے۔ میرے آنسو لالہ کے خون میں ملا دیجیے۔ اگر میں حضرت علیؓ کی تلوار بننے کے قابل نہیں ہوں تو مجھے وہ نظر عطا فرمایئے جو حضرت علیؓ کی طرح تیز ہو:

گلستانے ز خاک من بر انگیز
نم چشمم بخون لالہ آمیز
اگر شایاں نیم تیغ علیؓ را
نگاہے دہ چو شمشیرِ علیؓ تیز[۵۵]

Marfat.com
Marfat.com

آپ کے نورِ مقدس سے میں اپنی نگاہ کو منور کرتا ہوں، تاکہ میں مہر و ماہ کے سینے چیر کر اندر دیکھ سکوں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں، اس لیے کہ مجھے لا الٰہ کی مشکلات معلوم ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مسلمان کے فرائض کیا ہیں اور ان کی انجام دہی کیسی دشوار ہے:

بنور تو بر افروزم نگہ را
کہ بینم اندرونِ مہر و مہ را
چو می گویم مسلمانم، بہ لرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را[۵۶]

آپ کے کوچہ میں دل، پرسوز و گداز کی ایک ہی صدا کافی ہے۔ میرے لیے یہی ابتداء ہے اور یہی انتہا۔ یہ میسر ہو جائے تو سب کچھ ہے۔ میں اس رندِ پاک باز کی جرات پر آفریں کرتا ہوں اور حیرت زدہ ہوتا ہوں کہ وہ کیسے بڑے مقام پر تھا جو اس نے خدا سے برملا کہہ دیا تھا کہ "ہمارے لیے مصطفےٰ کافی ہیں"، ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے:

بکوئے تو گدازِ یک نوا بس
مرا این ابتدا ایں انتہا بس
خرابِ جراتِ آں رندِ پاکم
خدا را گفت "ما را مصطفیٰ بس"[۵۷]

"حضورِ رسالت" کے بعد ارمغانِ حجاز میں اگلا عنوان ہے "حضورِ ملت" اس کی پہلی رباعی پیغام کا درجہ رکھتی ہے اور یہاں شامل کرنے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں: "ماہِ نو کی طرح منزل کی طرف قدم بڑھائے چلا جا۔ اس فضائے کائنات میں ہر دم ترقی کی راہ پر چلتا رہ۔ اگر تجھے اس دنیا میں اپنے مقام کی خواہش ہے تو بس خدا سے لو لگا اور حضرت محمد مصطفیٰ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر گام زن رہ":

بمنزل کوش مانندِ مہِ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رو[۵۸]

مجھے احساس ہے کہ ترجمہ میں اصل کا لطف برقرار نہیں رہتا۔ مگر میں نے آزاد ترجمہ کیا ہے

Marfat.com
Marfat.com

تا کہ اُردو ترجمہ کی روانی میں فتور نہ آئے۔ ارمغان حجاز کے ان قطعات و رباعیات کے مطالعہ سے حضرت علامہ کے سوز و گداز، عشق نبوی، دردِ دل، حضور کی ثنا و صفت اور عظمت و جلال سبھی کا اک گونہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں ان اقتباسات کی طوالت پر معذرت ضروری نہیں جانتا۔

آنحضرت ﷺ کی نعت میں اقبال کے یہ دو شعر ایسے بلیغ، جامع اور شاندار ہیں کہ طویل نعتوں میں جو مضامین بیان کیے جائیں، وہ سب یہاں مختصر الفاظ میں سمو دیے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وہ دانائے سبل ختم الرسلؐ مولائے کلؐ جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ[۵۹]

اقبال کا سارا پیغام ایک لفظ خودی میں مضمر ہے۔ دیکھیے خودی کی خلوت و جلوت کو کیسے جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی[۶۰]

ملاحظہ کیجیے عقل و عشق کا ایک تمثیل میں موازنہ کرتے ہوئے عشق کی عظمت کا کن خوبصورت اور بامعنی الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بولہب[۶۱]

ارمغان حجاز میں سب سے پہلے جو رباعیاں اور قطعات ہیں ان کا عنوان ہے "حضور حق"۔ ان میں دو رباعیاں آنحضرت ﷺ سے جس عقیدت کا اظہار کرتی ہیں وہ بے مثال ہے۔ ایک رباعی میں فرماتے ہیں: "جب یہ عالم اختتام کو پہنچے، اور ہر پوشیدہ چیز آشکار ہو جائے اور اعمال کی باز پرس ہونے لگے تو اے رب العزت! ہم گنہگاروں کو سرکار دو عالم کے حضور میں ذلیل و

Marfat.com
Marfat.com

خوار نہ کیجیے۔ ہمارے اعمالِ بد کی پرسش آپ کی نظروں سے چھپا کر کیجیے تاکہ آپ کے دل میں یہ ملال نہ آئے کہ میری اُمت میں ایسے سیہ کار اور خطا کار بھی ہیں۔ ایسے میں ہم عاصیوں کو کیسی کچھ شرم نہ آئے گی کہ ہم آقائے دو جہاں کے ملال کا سبب بنے''۔

به پایان چون رسد این عالم پیر
شود بے پرده ہر پوشیده تقدیر
مکن رسوا حضور خواجه ما را
حساب من ز چشم او نہاں گیر[۶۱]

اسی طرح اس سے اگلی رباعی میں عجب ذوق وشوق اور بے تابی و بے قراری کا اظہار کرتے ہیں۔ ''حضورِ حق'' میں کہتے ہیں کہ جسم تو یہاں مکہ میں پڑا ہے اور روح بے تاب و بے قرار ہے۔ اس شہر کی آرزو کہ بطحا میں (مکہ) بھی جس کی راہ میں ایک منزل ہے۔ تو اے خدا! یہیں بے شک مکے میں رہ (کہ تیرا گھر یہاں ہے) اور اپنے دوستوں کو قرب کی نعمت سے نواز۔ مگر مجھے تو منزلِ دوست (مدینے) پہنچنے کی آرزو ہے مجھ سے یہاں اور زیادہ توقف ممکن نہیں:

بدن وا ماند و جانم در تگ و پوست
سوے شہرے که بطحا در ره اوست
تو باش این جا و خاصان بیامیز
که من دارم ہواے منزل دوست[۶۳]

معراجِ نبوی کی عظمت و اہمیت معجزاتِ رسولؐ میں جیسی ممتاز ہیں ایسے ہی وہ انسانی ارتقا کی بلند ترین منزل کا نشان ہیں ایسا کہ جس پر جن و ملک، مہر و ماہ، انجم و افلاک سب محوِ حیرت ہیں:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے[۶۴]

اس سے زیادہ واضح الفاظ میں کہتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں[۶۵]

اسی طرح معجزہ معراج سے عمل و ہمت کا سبق مسلمانوں کو سکھاتے ہیں:

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز

Marfat.com
Marfat.com

سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات[۲۲]

جاوید نامہ کے آغاز میں اقبال مولانا روم سے ملاقات کرتے ہیں اور مولانا روم آپ کو اسرار معراج سمجھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زندگی نام ہے اپنی خودی کو آراستہ کرنے کا اور اپنے وجود پر شہادت طلب کرنے کا۔ تو شاہد اول تو ہے خود اپنی ذات کا شعور۔ دوسرا شاہد ہے دوسرے کا شعور، تا کہ ان دونوں طرح کے شعور کے ذریعے اپنی ذات کی معرفت حاصل کر سکے اور شاہد ثالث ہے شعور ذات حق۔ نور ذات حق کے ذریعے اپنی ذات کو پہچاننا اور دیکھنا۔ جب تو ان تینوں شہادتوں کو جمع کرے تو سمجھ جا کہ اب تجھ میں صفات الٰہی پیدا ہو گئیں۔

اس کے بعد اسرار معراج بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''زندگی نام ہے اس کا کہ آدمی اپنے حقیقی مقام تک پہنچ جائے اور یہاں ذات کا بے پردہ مشاہدہ کرے جو مرد مومن ہے وہ صفات کے احوال و شئون میں الجھ کر نہیں رہ جاتا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مثال تیرے سامنے ہے کہ آپ ذات کے علاوہ کسی شے پر راضی نہ ہوئے۔ معراج کیا ہے؟ شاہد کی آرزو کرنا اور شاہد کی نظروں کے سامنے امتحان میں پورا اترنا۔ ایسا شاہد کہ اس کی تصدیق کے بغیر ہماری زندگی ہی غیر معتبر ہے۔ اس کے حضور میں کوئی قائم نہیں رہ سکتا اور جو قائم رہ جائے وہی کھرا سونا ہے۔ اپنی آب و تاب کو ترقی دینا ہی صحیح بات ہے۔ آفتاب کے سامنے اپنے آپ کو آزمانا ہی درست ہے''۔ اشعار کا مطالعہ کیجیے:

بر مقام خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مرد مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد الا بذات
چیست معراج؟ آرزوئے شاہدے
امتحانے روبروئے شاہدے
شاہد عادل کہ بے تصدیق او
زندگی ما را چہ گل را رنگ و بو
در حضورش کس نماند استوار

Marfat.com
Marfat.com

ور بماند ہست او کامل عیار
تاب خود را بر فزودن خوش تر است
پیش خورشید آزمودن خوش تر است[۱۷]

حبِ رسولؐ میں ڈوب جانے کی کچھ مثالیں اقبال نے بعض واقعات سے بھی پیش کی ہیں۔

غزوۂ تبوک ایسے وقت پیش آیا کہ مسلمانوں کے پاس نہ ساز و سامان تھا نہ ہتھیار۔ دور دراز سفر، روم جیسی قوت سے ٹکر، شوق جہاد میں ہزاروں صحابہ حضورؐ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے اور جس کے پاس جو کچھ میسر تھا اس نے جہاد کے سامان اور تیاری کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت عثمانؓ جن کی دولت مسلمانوں کی مقصد برآری کے لیے بروقت آمادۂ خدمت ہوتی تھی۔ اُنھوں نے اس وقت بیش قرار مدد کی۔ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے مع ساز و سامان اور ایک ہزار دینار نقد پیش کیے۔ حضرت عمرؓ کو نئی سوداگری میں خاصا نفع ہوا تھا آپؓ نے اپنے مال و دولت کا نصف اہل و عیال کے لیے چھوڑا اور نصف راہ خدا میں رسول کریمؐ کی خدمت والا میں پیش کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ حاضر خدمت ہوئے۔ یہ تفصیل اقبال کے اشعار میں دیکھیے:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار ورخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضور چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
"اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر!
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار!
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس[۱۸]

حضرت بلالؓ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ ملک حبش کا غیر معروف شخص، مکہ میں غلام بن کر

Marfat.com
Marfat.com

آیا مگر عشق رسولؐ کی برکت سے اسے وہ مقام بلند حاصل ہوا کہ موذنِ رسول بنا۔ تمام صحابہؓ اس کو عزت و اکرام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ جیسے جلیل القدر صحابی اس کو سیّدنا بلالؓ کہا کرتے تھے۔ یہ سب عزت و عظمت محبت رسولؐ اور عشق نبیؐ کے صدقے میں ان کو حاصل ہوئی ہے۔

اقبال کی ایک نظم پڑھیے:

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا
اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری

Marfat.com
Marfat.com

کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اسؐ کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اسؐ کا[۱۹]

ایک اور نظم میں حضرت بلالؓ کا مقابلہ و موازنہ سکندر اعظم سے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو عشق نبوی کی بدولت عمر ابد حاصل ہوئی۔ دنیا بھر میں روزانہ پانچوں وقت اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو حضرت بلالؓ کی یاد تازہ کرتی ہے۔ محبت رسول کا صدقہ ہے یہ حیات دوام۔ اشعار پڑھیے:

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولاں گہ سکندر رومی تھا ایشیا
گردوں سے بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا
دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا
آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں
لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نور نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز

Marfat.com
Marfat.com

صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

افریقہ، یورپ اور ایشیا کے اسلامی ممالک وسعت وعظمت دشمنان اسلام کے سینوں میں عداوت کی آگ بھڑکاتی رہتی تھی۔ انیسویں صدی اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ عیسائی طاقتوں کی سازشوں، فتنہ طرازیوں اور ریشہ دوانیوں کی بدولت ایک ایک کر کے مسلمان ممالک کسی ایک یا دوسری عیسائی حکومت کے غلبہ اور اقتدار میں آتے چلے گئے اور مسلمانوں کے لیے یہ وسیع دنیا تنگ ہو کر رہ گئی۔ بیسویں صدی میں وہ وقت آیا کہ مسلمانوں نے ایک نئی کروٹ لی اور دوبارہ آزادی حاصل کرنے کے درپے ہو گئے۔ انگلستان، فرانس، اٹلی، یونان وغیرہ سب کی انفرادی اور اجتماعی طاقتوں سے ان کو سخت ٹکر لینی پڑی مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کی سرفروشیاں اور قربانیاں کام آئیں اور آخر کار رفتہ رفتہ بیشتر مسلم ممالک آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بقول اقبال:

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

غرض آزادی کی ان لاتعداد جنگوں میں سے ایک وہ بھی تھی جو طرابلس (لیبیا) کے مسلمانوں نے اٹلی کے خلاف لڑی تھی اور ان لڑائیوں میں ہزاروں سرفروشان اسلام نے اپنی جانیں قربان کی تھیں۔ اقبال ایسے تمام انقلابی واقعات سے فطری طور پر متاثر ہوئے۔ ایک نظم ''حضور رسالت مآبؐ میں'' کا مطالعہ کیجیے:

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے رخت سفر روانہ ہوا
قیود شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظام کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا
فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو
کہا حضور نے ''اے عندلیب باغ حجاز

Marfat.com
Marfat.com

کلی کلی ہے تری گرمی نوا سے گداز
ہمیشہ سر خوش جام ولا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرت سجود و نیاز
اُڑا جو پستی دنیا سے تو سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعت پرواز
نکل کے باغ جہان سے برنگ بُو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تُو آیا؟"
"حضور! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں"[۵]

اقبال نے حب رسول کا ایک عجیب واقعہ نظم کیا ہے۔ امین الامت حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کی قیادت میں رومیوں سے یرموک میں لڑائی ہوئی تھی۔ تعداد اور ساز و سامان کے لحاظ سے اسلامی لشکر اور رومی فوج کی نسبت ایک اور دس سے ایک اور پچیس تک تاریخ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔ حق اور باطل کا عجیب معرکہ درپیش تھا۔ ایسے میں ایک نوجوان مجاہد کا شوق شہادت اور رسول پاک ﷺ کی زیارت کے لیے بے تابی اور دوسری تفصیلات علامہ اقبال کی نظم "جنگ یرموک کا ایک واقعہ" میں ملاحظہ کیجیے:

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام
اک نوجوان صورت سیماب مضطرب

Marfat.com
Marfat.com

آ کر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام
"اے بو عبیدہ! رخصت پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا میرے صبر و سکوں کا جام
بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام"
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ "وہ نوجواں ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہِ رسول امیںؐ میں تو
کرنا یہ میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے کیے جو وعدے کیے تھے حضور نے"[۳]

اب تو سعودی حکومت کی وجہ سے حجاز میں مکمل امن وامان ہے۔ موٹریں بسیں، اونٹ سب امن وامان سے دن رات سفر کرتے ہیں ورنہ عرصہ دراز تک تمام راستے سخت خطرات سے بھرے ہوئے تھے۔ رہزنوں اور ڈاکوؤں کے خوف سے بغیر قافلوں کا سفر ناممکن تھا اور قافلوں کی حفاظت بھی کچھ یقینی نہ تھی، وہ بھی اکثر قتل وغارت کا نشانہ بن جاتے تھے۔ مصر سے خانہ کعبہ کا غلاف مبارک بڑے جلوس کے ساتھ اور فوجی دستہ کی حفاظت میں جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس "محمل شامی" کی رفاقت میں سفر کرنے میں عافیت اور حفاظت جانتے تھے۔ مگر ایسے جاں باز اور جانباز عاشق بھی ہوتے تھے جنھیں سفر یثرب میں کسی حفاظت کی آرزو نہ تھی۔ اس مبارک سفر اور مقدس راہ میں اگر وہ قربان بھی ہو جائیں تو یہ بھی بڑی سعادت ہے۔ ایسی ایک نظم دیکھیے، عنوان ہے: "ایک

Marfat.com
Marfat.com

حاجی مدینے کے راستے میں"۔

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور
اس بیاباں یعنی بحر خشک کا ساحل ہے دور
ہم سفر میرے شکار دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے جو، ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے
اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی
موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی
خنجرِ رہزن اسے گویا ہلال عید تھا
"ہائے یثرب" دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا
خوف کہتا ہے کہ "یثرب کی طرف تنہا نہ چل"
شوق کہتا ہے کہ "تو مسلم ہے بیباکانہ چل"
"بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا!
عاشقوں کو روز محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا!"
خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرت مدفون یثربؐ میں یہی مخفی ہے راز
گو سلامت محمل شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے
آہ یہ عقل زیاں اندیش کیا چالاک ہے!
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے![۴۴]

جیسا کہ گزشتہ تحریر سے ظاہر ہوا علامہ اقبال صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدس سے دستگیری اور فریادرسی کے لیے رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کو اپنا مشکل کشا جانتے ہیں۔ مثلاً

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغ سکندری[۴۵]

☆☆☆

اے باد صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی[۴۶]

Marfat.com
Marfat.com

☆☆☆

تو اے مولائے یثرب! آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی مرا ایمان زناری ہے[۷]

جناب سرورِ کائنات سے فریاد کرتے ہیں۔ ''اے روحِ محمدؐ'' اس قطعہ کا عنوان ہے:

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے!
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفاں کدھر جائے!
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خواں کدھر جائے!
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ!
آیاتِ الٰہی کا نگہباں کدھر جائے![۸]

اقبال بجا طور پر ملت کے زوال اور انتشار پر آزردہ ہیں۔ مسلمانوں کی بے عملی اور کفر سامانی پر ان کا دل دکھتا ہے۔ جا بجا طرح طرح سے اس جذبے کا اظہار کیا ہے۔ ایک جگہ ابو طالب کلیم کے شعر کی تضمین کر کے قطعہ لکھا ہے۔ مسلمان سے خطاب ہے:

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثربؐ کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقۂ خاتم میں گردوں تھا اسیر
اے سلیماں! تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اس سے اب نا آشنا تیری جبیں
دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جس کی بیباکی تھی حیرت آفریں
تیرے آبا کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے

Marfat.com
Marfat.com

ہے وہی باطل تیرے کاشانۂ دل میں مکیں
غافل اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیم نکتہ بیں
"سرکشی با ہر کہ کردی رام او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی آنجا نشیں"[۷۹]

(جس سے تم نے سرکشی کی ہے پھر اسی کے مطیع وفرماں بردار بن جاؤ۔ جہاں سے تم شعلے کی طرح ابھرے تھے، پھر اسی جگہ کو اپنا مسکن وماوا بنالو۔)

"عبدالقادر کے نام" کی نظم میں اپنے ایک رفیق کار سے نہیں بلکہ سارے ہم خیال اور ہم مشرب مسلمانوں سے کہتے ہیں، اور ان کو دعوت عمل دیتے ہیں:

دیکھ یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بے کار
قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں[۸۰]

مگر اقبال مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔ کہتے ہیں:

سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا، پھر استوار ہو گا
نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا[۸۱]

علامہ اقبال ملت کی زبوں حالی پر بہت افسردہ رہتے تھے۔ ایک خط میں علامہ سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ یہ بے چینی اور اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ اختیار نہ کر لے۔ حال ہی میں ایک تعلیم یافتہ عرب سے ملنے کا اتفاق ہوا، فرانسیسی خوب بولتا تھا، مگر اسلام سے قطعاً بے خبر تھا۔ اس قسم کے واقعات مشاہدے میں آتے ہیں تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔[۸۲]

ملفوظات اقبال میں سید الطاف حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

ایک عرصے کے بعد پھر ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میرے علاوہ ایک اور پروفیسر صاحب بھی

Marfat.com
Marfat.com

تشریف فرماتھے۔ سلسلۂ کلام شروع تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو پروفیسر صاحب کہہ رہے تھے کہ ''ہمارے نوجوان اگر آج بھی اپنے اخلاق درست کرلیں تو میں امید کرتا ہوں کہ ان کا مستقبل خوش گوار ہوگا''۔ دورانِ گفتگو میں پروفیسر صاحب نے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! آج تک کوئی قوم یا کسی قوم کی تہذیب مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں ہوئی''۔ کہنے لگے: ''یہ خیال صحیح نہیں مختار قومیں عام طور پر اپنے محکوموں کے دل و دماغ پر یہ خیال اس لیے مسلط کردیتی ہیں کہ ان میں پھر سے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہی نہ ہوسکے۔ اسلام اس خیال کا قطعی مخالف ہے۔ آپ محض ایک قوم کے متعلق فرماتے ہیں کہ مرکر زندہ نہیں ہوسکتی۔ مگر خیال فرمایئے قرآن تو قیامت کا قائل ہے۔ وہ تو کہتا ہے ایک قوم کیا ساری دنیا مرکر ایک بار پھر زندہ ہوجائے گی۔[۸۳]

یہی امید افزا جذبہ اقبال نے اپنے اس شعر میں واضح الفاظ میں بیان کردیا ہے:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی[۸۴]

''طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام'' کے قطعہ میں یہی بات ان الفاظ میں دہراتے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات، حمیت، شعائر، غیرت اور روایات کو اسی قدیم راہ پر ڈھالنے کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

جذب حرم سے ہے فروغ انجمن حجاز کا
اس کا مقام اور ہے، اس کا نظام اور ہے[۸۵]

شکوہ کے جواب میں ندائے غیب سے جو پیغام ملا وہ طویل نظم ''جواب شکوہ'' میں موجود ہے۔ اس میں واضح تلقین فرمائی گئی ہے کہ عروج رفتہ کو حاصل کرنے اور دنیا میں نیا انقلاب برپا کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ تو اسلام کی بتائی ہوئی صراط مستقیم اختیار کرے اور آنحضرت ﷺ کے دین و منہاج پر سرگرم عمل ہو۔ پھر تجھ میں وہ قوت آجائے گی کہ تو ایک بار پھر ساری دنیا پر چھاجائے گا:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے[۸۶]

صاف الفاظ میں وعدہ ہے کہ:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں[۸۷]

Marfat.com
Marfat.com

مسلمان صاحب لولاک لما کا پیرو ہے اور ان کی سنت کو اپنے لیے مشعل راہ جانتا ہے۔ اس لیے وہ وارث ہے متاعِ مصطفوی کا اور انعامات ربانی کا۔ واضح الفاظ میں کہتے ہیں:

عالم ہے فقط مومنِ جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے[۸۸]

☆☆☆

جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
مرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک[۸۹]

مسلمانوں پر تہذیب جدید کی چھاپ زیادہ سے زیادہ گہری ہوتی جاتی ہے۔ اقبال آزردہ تو ہیں مگر مایوس نہیں اس لیے کہ وہ اس اُصول سے بھی واقف ہیں کہ ابولہب کے شعلے جب زیادہ بھڑکنے لگیں تو ان کو بجھانے کے لیے مصطفیٰؐ کا ظہور قریب ہو جاتا ہے۔ خود فرمایا ہے:

نہالِ ترک ز برق فرنگ بار آورد
ظہورِ مصطفی را بہانہ بولہبی است[۹۰]

اسی طرح اس سے پہلے کہہ چکے تھے:

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے[۹۱]

بس شرط یہ ہے کہ:

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا[۹۲]

اہل مصر کو ابوالہول کی مثال پیش کر کے قوت کا پیغام دیتے ہیں۔ یہی پیغام ساری ملت کے لیے ہے کیونکہ شمشیر مصطفوی تمام عالم کو زیر نگیں کرنے کے لیے مامور کی گئی ہے۔ فرمایا:

خود ابو الہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو
وہ ابو الہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم
دفعتاً جس سے بدل جاتی ہے تقدیر امم
ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقل حکیم
ہر زمانے میں ہے دگرگوں ہے طبیعت اس کی

Marfat.com
Marfat.com

کبھی شمشیر محمد ہے کبھی چوب کلیمؑ[۹۳]

حق و باطل کی یہ رزم آرائی اور خیر و شر کی یہ جنگ ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے، مگر حق اور خیر کو باطل اور شر سے کسی خوف کی ضرورت نہیں۔ آخر فتح حق اور صداقت ہی کو حاصل ہوتی ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی[۹۴]

جاوید نامہ میں زروان جو روح زمان و مکان ہے، زندہ رود (اقبال) کو عالم بالا کی سیاحت کے لیے لے جاتا ہے۔ مرشد رومی ان کے ہمراہ ہیں۔ وادیٔ یرغمید میں پہنچتے ہیں، جس کو ملائکہ وادیٔ طواسین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ طاسین محمد میں روح ابوجہل نوحہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ابوجہل کا یہ نوحہ ملامت اور ماتم کے انداز میں ہونا ہی تھا، مگر سچ پوچھیے تو اسی میں تعلیمات نبوی کا سارا عطر کھنچ آیا ہے۔ روح ابوجہل کہتی ہے:

محمدؐ کے باعث ہمارے سینے چھلنی ہو گئے ہیں۔ اس کی بدولت کعبہ کا چراغ ہی بجھ گیا۔ وہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کی باتیں کیا کرتا تھا جن کو سن کر ہمارے نوجوان ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔ وہ تو جادوگر ہے، اور اس کے کلام میں بھی سحر بھرا ہوا ہے۔ لا الہ کے یہ دو لفظ بھی کفر ہی تو ہیں۔ اس نے باپ دادا کے مذہب کو تلپٹ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو تہس نہس کر ڈالا۔ لات و منات اس کی ایک ضرب بھی نہ سہار سکے اور پاش پاش ہو گئے۔ اے کائنات تو ہی اس سے بدلہ لے۔ اس نے حاضر و موجود کا منتر توڑ کے نظروں سے غائب معبود سے دل لگایا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ جو نظر نہ آئے اس سے دل کا لگانا کیا ہوا۔ اور سنو اس کا مذہب ملک اور نسب کو بھی کوئی مرتبہ نہیں دیتا۔ خود وہ قریش میں سے ہے مگر عربوں کی بڑائی اور بزرگی کا قائل نہیں۔ اس کی نظروں میں پست اور بلند سب برابر ہیں۔ وہ تو ایک ہی دستر خوان پر اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح کی مساوات اور مواخات خالص بدیشی (عجمی) چیز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ سلمان مزدکی ہے اور اسی نے یہ سب کچھ سکھایا ہے۔ اے سنگ اسود! محمد کے ہاتھوں ہم پر جو افتاد پڑی ہے، تو ہی اس کا حال پھر سے سنا دے! اے ہبل! وہ کہ تو ہم غریبوں کی فریاد رسی کرتا ہے! اپنے گھر کو ان بے دینوں سے واپس چھین لے۔ ان کی جماعت پر بھیڑیے چھوڑ دے۔ ان کے درختوں کو پھلوں (کھجوروں) سے محروم رکھ۔ اے منات! اے لات! تم کعبہ چھوڑ کر مت جاؤ۔ اگر اس گھر کو چھوڑتے ہو تو ہمارے دل کو تو مت چھوڑو۔

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کے اشعار کا لطف اُٹھائیے۔ طوالت سے بچنے کے لیے کچھ اشعار حذف کر دیے گئے ہیں:

سینۂ ما از محمد داغ داغ
از دمِ او کعبہ را گل شد چراغ
از ہلاک قیصر و کسریٰ سرود
نوجوانان را ز دستِ ما ربود
ساحر و اندر کلامش ساحری ست
ایں دو حرفِ لااِلٰہ خود کافری ست
تا بساط دین آبا در نورد
با خداوندانِ ما کرد آنچہ کرد
پاش پاش از ضربتش لات و منات
انتقام ازوئے بگیر اے کائنات
دل بہ غائب بست واز حاضر گسست
نقش حاضر را افسون او شکست
دیدۂ بر غائب فروبستن خطاست
آنچہ اندر دیدہ می ناید کجاست
مذہب او قاطع ملک و نسب
از قریش و منکر از فضل عرب
در نگاہ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بریک خوان نشست
ایں مساوات ایں مؤاخات اعجمی ست
خوب می دانم کہ سلمان مزدکی ست
بازگو، اے سنگ اسود باز گو
آنچہ دیدم از محمد باز گو
اے ہبل اے بندہ را پوزش پذیرا

Marfat.com
Marfat.com

خانۂ خود را ز بے کیشاں بگیر
گلۂ شاں را بہ گرگاں کن سبیل
تلخ کن خرمائے شاں را بر نخیل
اے منات اے لات! ازیں منزل مرو
گرز منزل می روی از دل مرو[۹۵]

ارمغان حجاز کی ایک دلچسپ اور انوکھی نظم ہے ”ابلیس کی مجلس شوریٰ“۔ ابلیس اپنے کارناموں کی ڈینگیں مارتا ہے تو اس کے مشیر جمہوریت، فسطائیت، اشتراکیت وغیرہ کے خطرات پیش کر کے خاص طور پر اشتراکیت کو کار ابلیسی میں خلل انداز ہوتا ہوا بتاتے ہیں۔ مگر ابلیس تفصیل سے ان کے خطرات کو رد کرتا ہے۔ اشتراکیت کو فساد ابلیسی میں خلل انداز نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ:

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ ہو[۹۶]

اور صاف کہہ دیتا ہے کہ:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے![۹۷]

کار ابلیسی میں خلل پیدا کرنے والی قوت اشتراکیت نہیں اسلام ہے۔ اس کے بعد چند اشعار میں اسلام کے انقلابی پیغام کا ذکر کرتا ہے یہ شریعت وہ ہے جو انسان پیدا کرتی ہے، آدمی کو قوت بخشتی ہے، عورت کی حفاظت کرتی ہے، آئین پیغمبرؐ سے میری توبہ! ہر طرح کی غلامی کے لیے یہاں موت لکھی ہوئی ہے، یہاں سلاطین اور فقراء میں کوئی فرق نہیں۔ مال و دولت کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک و صاف کرتا ہے۔ امیروں کو بتاتا ہے کہ دولت تمھاری ملک نہیں تمھارے پاس خدا کی امانت ہے جسے اس کے معین کردہ حدود کے مطابق خرچ کرنا لازم ہے۔ فکر و عمل کا اس سے بڑا اور کیا انقلاب ہو سکتا ہے کہ اسلام کہتا ہے، زمین بادشاہوں کی ملکیت نہیں بلکہ خدا کی ملکیت

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ ان چند بنیادی تصورات کا ذکر کر کے ابلیس اپنے مشیروں سے کہتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تم مسلمان کو عمل و کردار سے بیگانہ رکھو۔ یہ جاگ اُٹھا اور اس نے خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو میرے کاروبار کے لیے یہ سب خطرات پیدا ہو جائیں گے۔

اقبال کے وہ اشعار جو اس نظم میں اسلام کے متعلق ہیں، ملاحظہ کیجیے۔ ابلیس اپنی بات یوں بیان کرتا ہے:

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر! آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں
ہے یہی بہتر الٰہیات میں اُلجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے[۹۸]

رموزِ بے خودی میں علامہ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سائل دروازے پر آیا اور چپک کر رہ گیا۔ اس پر مجھے سخت غصہ آیا، اور میں نے اسے مارا، جس سے اس کے سر میں

Marfat.com
Marfat.com

ضرب آئی، اور کشکول دور جا پڑا اور جو کچھ اس میں تھا وہ بھی گر گیا۔ میرے والد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا، دل تڑپنے لگا، سینے سے آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں والد کا یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا۔ انھوں نے گلوگیر آواز میں کہا ''کل قیامت کے دن ساری اُمت رسول اکرم ﷺ کے حضور میں پیش ہوگی۔ ان میں غازیان ملت بھی ہوں گے، حافظانِ قرآن و حدیث بھی ہوں گے۔ وہ بھی ہوں گے جو دین متین کی راہ میں قربان ہو کر سرخ رو ہوئے اور مطلع اُمت پر انجن درخشاں کی طرح روشن ہوئے۔ زاہد بھی ہوں گے اور عاشقان رسول بھی۔ عالم بھی ہوں گے اور وہ گنہگار بھی جو شرم میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس عظیم اجتماع میں یہ دردمند فقیر فریاد کرے گا تو بتاؤ اس وقت میں کیا جواب دے سکوں گا جب نبی کریم ﷺ مجھ سے استفسار فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان مسلمان کو تیرے سپرد کیا تھا لیکن اس نے میرے اخلاق و آداب کا کوئی سبق ذرا سا بھی نہ سیکھا۔ تجھ سے اتنا سا کام بھی نہ ہوا کہ ایک نوجوان کو آدمی بنا دیتا''۔ گو والد مرحوم بڑی نرمی سے گفتگو کر رہے تھے مگر میں شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔ والد صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: بیٹا! حضورؐ کی اُمت کے اس اجتماعِ عظیم کا تصور کرو۔ میری اس سفید داڑھی کو دیکھو۔ میرے اس وقت کے خوف و امید سے لرز اٹھنے کا خیال کرو۔ باپ پر ایسا ظلم مت کرو۔ اس آقائے دو عالم کے حضور میں اس غلام کو ذلیل و خوار کرنے کا سبب مت بنو۔ تم تو باغِ مصطفیٰ کی ایک کلی ہو۔ بہار مصطفوی کی ہواؤں سے کھل کے گل شگفتہ بن جاؤ''۔

علامہ کے اشعار مطالعہ کیجیے۔ لکھتے ہیں:

سائلے مثل قضائے مبرمے
بر در ما زد صدائے پیہمے
از غضب چوبے شکستم بر سرش
حاصل دریوزہ افتاد از برش
عقل در آغازِ ایامِ شباب
می نیندیشد صواب و نا صواب
از مزاج من پدر آزردہ گشت
لالہ زار چہرہ اش افسردہ گشت

Marfat.com
Marfat.com

بر لبش آہے جگر تابے رسید
درمیانِ سینۂ او دل تپید
کوکبے در چشم او گردید و ریخت
بر سر مژگاں دمے تابید وریخت
ہمچو آں مرغے کہ در فصلِ خزاں
لرزد از بادِ سحر در آشیاں
در تنم لرزید جان غافلم
رفت لیلائے شکیب از محملم
گفت فردا اُمت خیرالرسلِ
جمع گردد پیش آں مولائے کل
غازیانِ ملت بیضائے او
حافظانِ حکمت رعنائے او
ہم شہیدانے کہ دیں را حجت اند
مثل انجم در فضائے ملت اند
زاہدان و عاشقان دل فگار
عالمان و عاصیان شرمسار
درمیانِ انجمن گردد بلند
نالہ ہائے ایں گدائے دردمند
اے صراطت مشکل از بے مرکبی
من چہ گویم چوں مرا پرسد نبیؐ
"حق جوانے مسلمے با تو سپرد
کو نصیبے از دبستانم نبرد
از تو ایں یک کار آساں ہم نشد"
یعنی آں انبارِ گلِ آدم نشد
در ملامت نرم گفتار آں کریم

Marfat.com
Marfat.com

من رہینِ خجلت و امید و بیم
اند کے اندیش و یاد آرائے پسر
اجتماع اُمت خیرالبشرؐ
باز ایں ریش سفید من نگر
لرزۂ بیم و امیدِ من نگر
بر پدر ایں جور نا زیبا مکن
پیش مولا بندہ را رسوا مکن
غنچۂ از شاخسار مصطفیؐ
گل شو از باد بہار مصطفیؐ [۹۹]

اقبال کے کلام میں تعلیمات اسلام کے بہت سے مظاہر و منظر اور چند در چند واقعات مثال اور شواہد کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ حضورؐ کی شفقت و رحمت اور حسن سلوک و مساوات کا ایک واقعہ سنیے۔ ایک جنگ میں حاتم طائی کی لڑکی قید ہو کر حضورؐ کے سامنے آئی، اس حال میں کہ وہ بے پردہ تھی۔ اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور اس کی گردن شرم و حیا سے جھکی ہوئی تھی۔ نبی رحمت ﷺ اس کا حال زار دیکھ کر متاثر ہوئے۔ آپؐ نے اس کی رہائی کا حکم دیا اور اپنی چادر مبارک اسے اوڑھنے کے لیے عطا فرمائی۔ یہ واقعہ بیان کر کے اقبال کہتے ہیں کہ ہم آپ کے اُمتی قبیلۂ طے کی اس بی بی سے بھی زیادہ ننگے ہیں اور ساری دنیا کی قوموں کے مقابلے میں چادر اور بے ساز وسامان کے ہیں۔ محشر میں جس طرح آنحضرت ﷺ ہمارا سہارا ہوں گے، اسی طرح اس دنیا میں بھی وہی ہماری پردہ داری کریں گے اور آبرو رکھیں گے۔ ان کا لطف و قہر سب رحمت ہی رحمت ہے۔ لطف دوستوں کے لیے اور قہر دشمنوں کے لیے۔ مگر دونوں صورتوں میں رحمت۔ دیکھو آپ نے بجائے اہل مکہ سے انتقام لینے کے ان سے فرمادیا کہ تمھارے لیے عفو عام کی نوید ہے۔

اشعار کا مطالعہ کیجیے:

در مصافے پیش آں گردوں سریر
دخترِ سردارِ طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کر دہ بود
دخترک را چوں نبی بے پردہ دید

Marfat.com
Marfat.com

چادر خود پیش روئے او کشید
ما ازاں خاتون طے عریاں تریم
پیش اقوام جہاں بے چادریم
روز محشر اعتبار ما ست او
در جہاں ہم پر دہ دار ما است او
لطف و قہر او سراپا رحمتے
آں بیاراں ایں با عدا رحمتے
آں کہ بر اعدا درِ رحمت کشاد
مکہ را پیغامِ لا تثریب داد[۱۰۰]

وطنیت وقومیت کا مسئلہ عہد حاضر کا سب سے بڑا ابلیسی جال ہے۔ مسلمانوں کو اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ

ع "اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے"[۱۰۱]

لیکن مغربی حکما اور سیاست دانوں نے اس کے بالکل برعکس دوسرا راستہ وطنیت کا سجھایا ہے۔ اقبال نے ابتداء سے اس تصور کی مخالفت کی ہے۔ مناسب ہے کہ اس پر ذرا تفصیل سے بحث کی جائے اور اقبال کی نظم ونثر سے وافر شہادتیں جمع کر دی جائیں۔

وطنیت کے مغربی سیاسی نظریہ کی تردید کرتے ہوئے اس صدی کے آغاز میں اُنھوں نے اپنی ایک غزل میں کہا تھا:

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے[۱۰۲]

اور اس کی وضاحت یوں کی تھی:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں

Marfat.com
Marfat.com

اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی[۳۰]

اس طرح اقبال نے واضح کر دیا تھا کہ ملت اسلامیہ کی اساس دین اسلام ہے۔ رنگ، نسل، نسب، وطن، جغرافیائی حدود، یہ سب اتحاد ملی کا حقیقی سبب نہیں ہیں۔ اس لیے دینی بھائیو! تم مغربی نظریات پر اپنی ملت کا قیاس کر کے راستے سے مت بھٹکو۔ ملت محمدیہ کی اساس وطن نہیں دین ہے۔

اپنی مختصر نظم (مسدس) میں ''وطنیت'' کے عنوان سے اس کی مزید وضاحت فرمائی ہے۔ ذیلی عنوان ''یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے'' خود ان کی وضاحت کے خطوط معین کرتا ہے۔ صاف کہہ دیتے ہیں کہ گفتار سیاست میں وطن کا مفہوم جداگانہ ہے اور ارشاد نبویؐ میں اس کا منشا کچھ اور ہے۔ مغرب کے اس تصور کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اقوام یورپ کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور اسلام کے مقصد وحدت بنی آدم کے لیے تو یہ تصور سرتاسر تخریب و انتشار کا باعث ہے۔ حضورؐ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور فتح مکہ کے بعد بھی اپنے اس پرانے وطن میں سکونت اختیار نہیں فرمائی۔ اس سے بڑا اس بات کا ثبوت اور کیا ہو گا کہ وطن اور خاک وطن سے محبت کے وہ معنی ہرگز نہیں ہیں جو مغرب نے اس دور میں ایجاد کیے ہیں۔

پوری نظم قابل مطالعہ ہے۔ دیکھیے، فرماتے ہیں:

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس تو مصطفویؐ ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفویؐ! خاک میں اس بت کو ملا دے

Marfat.com
Marfat.com

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے[۲۰۴]

غرض یہ پیغام صداقت ترجمان اقبال نے بار بار اور طرح طرح دہرایا تاکہ ملت اسلامیہ مغرب کے اس سنہرے جال کے فریب سے محفوظ رہ سکے۔ مثلاً فرمایا:

نسل اگر مسلم کے مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گزر[۲۰۵]

اسی طرح فیصلہ کن الفاظ میں نصیحت کی:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسل ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا[۲۰۶]

رموز بے خودی میں حضرت علامہ نے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ "در معنی ایں کہ وطن اساس ملت نیست"۔ اس میں صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ وطن کو اساس قومیت بنانے کے

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اُخوت انسانی کے پاؤں پر ضرب کاری لگادی گئی اور نوع انسانی کو قبیلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی جنت سے ساری رونق جاتی رہی، اور یہاں جدال و قتال کی بہاریں آنے لگیں۔ چنانچہ انسانیت تو مطلق جاتی رہی اور دنیا میں مختلف قومیں باقی رہ گئیں۔ آدمی سے آدمی بچھڑ گیا۔ اس کے بعد اس تصور کے آغاز و اسباب پر نظر ڈالتے اور کہتے ہیں کہ مذہب کی مسند پر مغربیوں نے سیاست کو لا بٹھایا۔ عیسائیوں نے گرجا کی رہنمائی سے رشتہ توڑا تو ان میں دہریت آ گئی۔ اس دہریت میں ابلیس نے اپنا ایک چیلا ان پر مسلط کر دیا۔ فلورنس کا مشہور مفکر میکیاولی ایک باطل اور غلط تصور لے کر آیا۔ اس نے یہ سرمہ سب کی آنکھوں میں لگا کر سب کو اندھا کر دیا اور دنیا میں فتنہ و فساد کے بیج بو دیے۔ اس کے زور بیان نے حق کو دبا دیا اور دنیا میں ایک نئے آئین کو جنم دیا۔ اس نے ملک اور وطن کو معبود کا درجہ دیا یعنی ایک حقیر شے کو بلند ترین حقیقت پر پہنچا دیا۔ اسی کی تعلیم و تلقین کا ثمر ہے کہ باطل ہر طرف پھیل گیا اور مکاری اور حیلہ گری نے ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی اس کم بخت نے ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اُلٹی پٹی پڑھائی کہ اب مکر و فریب کا نام مصلحت اور دور اندیشی سمجھا جانے لگا۔

حضرت علامہ کے اشعار یہ ہیں:

آں چناں قطع اُخوت کردہ اند
بر وطن تعمیر ملت کردہ اند
تا وطن را شمع محفل ساختند
نوع انساں را قبائل ساختند
ایں شجر جنت ز عالم بردہ است
تلخی پیکار بار آوردہ است
مرد می اندر جہاں افسانہ شد
آدمی از آدمی بیگانہ شد
روح از تن رفت و ہفت اندام ماند
آدمیت گم شد و اقوام ماند
تا سیاست مسندِ مذہب گرفت
ایں شجر در گلشنِ مغرب گرفت

Marfat.com
Marfat.com

دہریت چوں جامۂ مذہب درید
مرسلے از حضرت شیطاں رسید
آں فلاں نساوی باطل پرست
سرمۂ او دیدۂ مردم شکست
نسخۂ بہرِ شہنشاہاں نوشت
در گل ما دانہ پیکار کشت
فطرت او سوئے ظلمت بردہ رخت
حق ز تیغ خامہء او لخت لخت
بت گری مانندِ آذر پیشہ اش
بست نقش تازہ اندیشہ اش
مملکت را دینِ او معبود ساخت
فکر او مذموم را محمود ساخت
باطل از تعلیمِ او بالیدہ است
حیلہ اندازہ فنے گردیدہ است
طرح تدبیرِ زبوں فرجام ریخت
ایں خسک در جادۂ ایام ریخت
شب بچشمِ اہل عالم چیدہ است
مصلحت تزویر را نامیدہ است[۱۰۷]

اس لیے مسلمانوں سے اقبال نے بار بار صاف الفاظ میں کہا ہے کہ ہم جغرافیائی حدود میں بٹی ہوئی ملت نہیں ہیں۔ ہم تو ایک ہی باغ کے مختلف پودے اور ان پودوں کی مختلف شاخیں ہیں۔ رنگ اور بو کا فرق کرنا ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ ہمارا دین یہ ہے کہ "سب مسلمان بھائی بھائی ہیں" (فرمانِ الٰہی)۔ اس لیے کہ ہم ایک ہی بہار سے فیض پائے ہوئے اور اسی سے تربیت حاصل کیے ہوئے ہیں۔ اشعار دیکھیے:

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم

Marfat.com
Marfat.com

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
که ما پروردۂ یک نو بہاریم[۱۰۸]

بال جبریل میں 'دین وسیاست' کے عنوان سے ایک قطعہ ہے۔ اس میں اقبال نے یہی بات دوسری طرح مقابلہ وموازنہ کر کے سمجھائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دین عیسوی نے ترک دنیا کی تعلیم دی اس لیے ان کے ہاں خانقاہیت اور رہبانیت کو ترجیح ہے۔ اس صورت میں سلطنت اور حکومت کا عیسویت سے کیا جوڑ بیٹھتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلیسا اور حکومت میں سخت مخاصمت پیدا ہوگئی اور اس فساد کا یہ نتیجہ نکلا کہ حکومت وسیاست نے ملکی معاملات میں کلیسا کی مداخلت بند کر دی۔ جب دین سے دنیا اس طرح کٹ گئی تو ہر طرف ہوا وہوس کا غلبہ نظر آنے لگا۔ دین ودنیا کی یہ دوئی (افتراق و علیحدگی) تہذیب کی ناعاقبت اندیشی اور ملک ومذہب دونوں کے لیے ناکامی کا ذریعہ ہے۔ یہ تو ایک صحرا نشین اُمّی پیغمبر ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپؐ نے ایسا آئین پیش کیا اور دنیا کو ایسے ضابطے پیش کیے جن کی روشنی میں بنی نوع انسان راہ نجات پر گامزن ہو سکتی ہے۔ آپؐ کے آئین ونظام میں ایک طبقے اور دوسرے طبقے کے لیے حدود وقیود معین ہیں جن پر قائم رہنے والوں کے لیے بشارتیں ہیں اور جن سے تجاوز کرنے والوں کے لیے ڈراوے ہیں۔ آپؐ نے اپنے پیغام میں صاف اعلان فرما دیا کہ بادشاہ اور فقیر، سلطان اور درویش ایک ہی سطح پر اور مساوی درجے پر ہیں۔ اور یہی بات انسانیت کی حفاظت وبقا کی ضامن ہے۔

حضرت علامہ کے اشعار کا لطف لیجیے:

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی
سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی و راہبی میں
کہ وہ سر بلند ہے یہ سر بزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی

Marfat.com
Marfat.com

دوئی چشم تہذیب کی نابصیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیںؐ کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری[۹]

ضرب کلیم میں بہت واضح الفاظ میں کہا ہے۔ امرائے ممالک عربیہ سے خطاب ہے:

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصالِ مصطفویؐ، افتراق بولہبی
نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالم عربی[۱۰]

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے بعد مغربی سیاست کی مصلحت نے لیگ آف نیشنز قائم کی تھی۔ جس پر بجا طور پر اقبال نے طنز کیا تھا کہ "کچھ کفن چوروں نے قبریں آپس میں تقسیم کرنے کے لیے ایک انجمن بنائی ہے۔" یہ تو طنزیہ چوٹ تھی مگر پیامی بات یہ تھی کہ آپ نے "مکہ اور جنیوا" کے عنوان سے ایک مختصر قطعہ کہا تھا جس میں یہ بات سمجھائی تھی کہ تمھیں عالم انسانیت کی وحدت کا یا تو تصور ہی نہیں ہے یا تم سخت قسم کی مکاری و عیاری سے کام لیتے ہو۔ مغرب کی حکمت و دانش کا تقاضا صرف یہ ہے کہ انسانیت کو قوموں میں بانٹتے رہیں۔ اس کے برعکس اسلام کا یہ پیغام ہے کہ بنی نوع انسان ایک ہے۔ اسلام انسانیت کو ایک ملت دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ جو تم "جمعیت اقوام" بناتے ہو یہ تو وہی انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا جذبہ ہوا۔ "جمعیت آدم" کیوں نہیں قائم کرتے جو تقاضائے فطرت اور قانون الٰہی کے مطابق ہو۔

اقبال کے اشعار پڑھیے۔ ماقل و دل کی کیسے بلیغ مثال ہیں:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم!
تفریق ملل، حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود، فقط ملت آدم!
مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام

Marfat.com
Marfat.com

"جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم؟"!!!

تحریک پاکستان کے زمانے میں کچھ وطن پرست تصور کے ہم نوا قائدین نے وطنیت کے بارے میں مضامین لکھے اور اس نظریے کی تائید کی تھی۔ علامہ اقبال اس زمانے میں بہت بیمار تھے اور چند ہفتوں کے بعد ہی آپ نے انتقال فرمایا مگر موضوع کی اہمیت اور موقع کی نزاکت کے لحاظ سے آپ نے ایک طویل مضمون لکھوایا تھا، جو مارچ ۱۹۳۸ء کے آغاز میں انقلاب لاہور اور دوسرے اخبارات نے شائع کیا تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا تھا:

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ جو کچھ قرآن مجید سے میری سمجھ میں آیا ہے، اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانے میں 'دین' قومی تھا۔ جیسے مصریوں، یونانیوں اور ہندیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار پایا جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے۔ جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے، اس لیے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف 'اسٹیٹ' ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ تو قومی ہے نہ نسلی ہے نہ انفرادی اور پرائیویٹ بلکہ خالصۃً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد اور منظم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل قوم اور نسل پر بنا نہیں کیا جاسکتا نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کو معتقدات پر ہی بنی کیا جاسکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہوسکتی ہے۔ جو ایک 'اُمت' کی تشکیل اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے۔

اُمت مسلمہ، جس دین فطرت کی حامل ہے اس کا نام 'دین قیم' ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب وغریب لطیفۂ قرآنی مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف دین ہی مقوم ہے اس گروہ کے امور معاشی اور معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظام کے سپرد کردے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ قرآن کی رو سے حقیقی تمدنی زندگی یا سیاسی معنوں میں 'قوم' دین اسلام ہی سے 'تقویم' پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی

Marfat.com
Marfat.com

ہونا مقبول ہے اور مردود ہے۔
ایک اور لطیف نقطہ بھی مسلمانوں کے لیے قابل غور ہے کہ اگر 'وطنیت' کا جذبہ ایسا ہی اہم اور قابل قدر تھا تو رسول ﷺ کے بعض اقارب اور ہم نسلوں اور ہم قوموں کو آپؐ سے پرخاش کیوں ہوئی؟ کیوں نہ رسول کریم ﷺ نے اسلام کو محض ایک ہمہ گیر معمولی ملت سمجھ کر بلحاظ قوم یا قومیت ابوجہل اور ابولہب کو اپنا رکھا اور کیوں نہ ان کی دل جوئی کرتے رہے بلکہ کیوں نہ عرب کے سیاسی امور میں ان کے ساتھ ''قومیت وطنی'' قائم رکھی؟ اگر اسلام سے مطلق آزادی مراد تھی تو آزادی کا نصب العین تو قریش مکہ کا بھی تھا مگر افسوس کہ آپ اس نکتہ پر غور نہیں فرماتے کہ پیغمبر خدا ﷺ کے نزدیک اسلام دین قیم اُمت مسلمہ کی آزادی مقصود تھی۔ ان کو چھوڑ کر یا ان کو کسی دوسری ہیئت اجتماعیہ کے تابع رکھ کر کوئی اور آزادی چاہنا بے معنی تھا۔ ابوجہل اور ابولہب اُمت مسلمہ کو آزادی سے پھولتا پھلتا نہیں دیکھ سکتے تھے کہ بطور مدافعت ان سے نزاع درپیش آئی۔ محمد (فداہ ابی وامی) کی قوم آپ کی بعثت سے پہلے قوم تھی اور آزاد تھی لیکن جب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت بننے لگی تو اب قوم کی حیثیت ثانوی رہ گئی۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں آگئے، وہ خواہ ان کی قوم میں سے تھے یا دیگر اقوام سے، وہ سب 'اُمت مسلمہ' یا 'ملت محمدیہ' بن گئے۔ پہلے وہ 'ملک ونسب' کے گرفتار تھے، اب ملک ونسب ان کا گرفتار ہوگیا:

کسے کو پنجہ زد ملک و نسب را
نداند نکتۂ دین عرب را
اگر قوم از وطن بودے محمدؐ
ندادے دعوتِ دیں بولہب را

حضور رسالت مآب ﷺ کے لیے یہ راہ بہت آسان تھی کہ آپ ابولہب یا ابوجہل یا کفار مکہ سے فرماتے کہ 'تم اپنی بت پرستی پر قائم رہو ہم اپنی خدا پرستی پر قائم رہتے ہیں مگر اس نسلی اور وطنی اشتراک کی بنا پر جو ہمارے اور تمھارے درمیان موجود ہے، ایک 'وحدت عربیہ' قائم کی جاسکتی ہے۔ اگر حضورؐ (نعوذ باللہ) یہ راہ اختیار کرتے تو اس میں شک نہیں کہ یہ ایک وطن دوست کی راہ ہوتی۔ لیکن نبی آخر الزماںؐ کی راہ نہ ہوتی۔
نبوت محمدیہ کی غایت الغایات یہ ہے کہ ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم کی جائے جس کی تشکیل اس قانونِ الٰہی کے تابع ہو جو نبوت محمدیہ کو بارگاہِ الٰہی سے عطا ہوا تھا یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ بنی نوع انسان کی قوم کو باوجود شعوب وقبائل اور الوان والسنہ کے اختلافات کو تسلیم کر لینے کے۔ ان کو تمام

Marfat.com
Marfat.com

آلودگیوں سے منزہ کیا جائے جو زمان، مکان، وطن، قوم، نسل، نسب، ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں اور اس طرح اس پیکر خاکی کو وہ ملکوتی تخیل عطا کیا جائے، جو اپنے وقت کے ہر لحظہ میں 'ابدیت' سے ہمکنار رہتا ہے۔ یہ ہے 'مقام محمدیؐ'۔ یہ ہے 'نصب العین ملت اسلامیہ' کا۔ اس کی بلندیوں پر پہنچنے تک معلوم نہیں حضرت انسان کو کتنی صدیاں لگیں، مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اقوام عالم کی باہمی مغایرت دور کرنے میں اور باوجود شعوبی، قبائلی، نسلی، لونی اور لسانی امتیازات کے ان کو یک رنگ کرنے میں جو کام اسلام نے تیرہ سو سال میں کیا ہے، وہ دیگر ادیان سے تین ہزار سال میں بھی نہیں ہو سکا۔

وطن کا لفظ جو اس قول میں مستعمل ہوا ہے۔ محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ اس کے حدود آج کچھ ہیں اور کل کچھ۔ کل تک اہل برما ہندوستانی تھے اور آج برمی ہیں۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے اس کے لیے قربانی کو تیار رہتا ہے۔ بعض نادان لوگ اس کی تائید میں حب الوطن من الایمان کا مقولہ حدیث سمجھ کر پیش کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وطن کی محبت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ جس کی پرورش کے لیے اثرات کی کچھ ضرورت نہیں مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں 'وطن' کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ 'وطن' ایک اُصول ہے 'ہیئت اجتماعیہ انسانیہ' کا۔ امہ اس اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چونکہ اسلام میں بھی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے اس لیے جب لفظ وطن کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔

یورپ کا تجربہ دنیا کے سامنے ہے۔ جب یورپ کی دینی وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور یورپ کی اقوام علیحدہ علیحدہ ہو گئیں تو ان کو اس بات کی فکر ہوئی کہ قومی زندگی کی اساس 'وطن' کے تصور میں تلاش کی جائے۔ کیا انجام ہوا اور ہو رہا ہے ان کے اس انتخاب کا؟ لوتھر کی اصلاح، غیر سلیم عقلیت کا دور، اُصول دین کا اسٹیٹ کے اُصولوں سے افتراق بلکہ جنگ یہ تمام قوتیں یورپ کو دھکیل کر کس طرف لے گئیں؟ لادینی، دہریت اور اقتصادی جنگوں کی طرف۔ زمانہ حال نے اس اساس کو ضروری سمجھا ہے مگر صاف ظاہر ہے کہ یہ کافی نہیں بلکہ بہت سی اور قوتیں بھی ہیں جو اس قسم کی 'قوم' کی تشکیل کے لیے ضروری ہیں مثلاً دین کی طرف سے بے پروائی، سیاسی روزمرہ مسائل میں انہماک اور علیٰ ہذا القیاس اور دیگر موثرات جن کو مدبرین اپنے ذہن سے پیدا کریں تاکہ ان ذرائع سے اس قوم میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ اگر ایسی 'قوم' میں ادیان و ملل ہوں بھی تو رفتہ رفتہ

Marfat.com
Marfat.com

وہ تمام ملتیں مٹ جاتی ہیں اور صرف 'لادینی' اس قوم کے افراد میں وجہ اشتراک رہ جاتی ہے۔ افسوس ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو اس نظریۂ وطن کے لوازم وعواقب کی پوری حقیقت معلوم نہیں اگر بعض مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ 'دین' اور 'وطن' بحیثیت ایک سیاسی تصور کے یک جارہ سکتے ہیں تو میں مسلمانوں کو ہر وقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس راہ کا آخری مرحلہ اول تو 'لادینی' ہوگی اور اگر لادینی نہیں تو اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروائی۔[۱۱۲]

علامہ کے اس مضمون کے محرک جو اسباب تھے انھی کے تاثر نے وہ قطعہ کہلوایا تھا جو ارمغان حجاز (اُردو) میں صفحہ ۶۲ پر درج ہے، جس میں افسوس کا اظہار کیا تھا کہ ہمارے دینی رہنما بھی پیام محمدیؐ سے تغافل برتنے لگے حالانکہ ہمارے تمام انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل اسلامی آئین اور قوانین میں پوشیدہ ہے۔ فرامین الٰہی پر کاربند ہونے اور احکام مصطفویؐ کا اتباع کرنے ہی سے ہم راہ راست پا سکتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کا بھی سیاسی، معاشی اور اقتصادی مسئلہ کیوں نہ ہو۔ اس قطعہ کے دو شعر ہیں:

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است[۱۱۳]

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس حیلہ باز اور مکار مغربی نے دین داروں کو وطن کے نظریہ کی تعلیم دی۔ وہ خود تو کسی مرکز کا متلاشی ہے اور تو اس کے برعکس افتراق ونفاق میں گرفتار ہے۔ خود کو مختلف ملکوں اور نسلوں کے چکر سے نکال۔ اگر تو نیک وبد کی تمیز کر سکتا ہے تو سمجھ لے کہ اینٹ پتھر سے دل لگانا بے معنی ہوتا ہے۔ دین کے کیا معنی ہیں؟ یہ کہ آدمی پستی سے بلندی پر آئے تاکہ اس کو خود شناسی اور معرفت حاصل ہو۔ جس نے اللہ ھو کہا، پھر وہ اس عالم کے چار اطراف اور چار حدود سے ماورا اور مافوق ہو گیا۔ ان کے اشعار ہیں:

لُردِ مغرب، آں سراپا مکر و فن
اہل دیں را داد تعلیم وطن
او بفکرِ مرکز و تو در نفاق
بگذر از شام و فلسطین و عراق
تو اگر داری تمیز خوب و زشت

Marfat.com
Marfat.com

دل نہ بندی با کلوخ و سنگ و خشت
چیست دیں؟ برخاستن از روے خاک
تا ز خود آگاہ گردد جانِ پاک
می نگنجد آں کہ گفت اللہ ہو
در حدودِ ایں نظام چار سو[۲۴]

چند اشعار کے بعد اور وضاحت کرتے ہیں کہ یہ مٹھی بھر خاک جس کا نام تم نے وطن رکھا ہے۔ یہ جو تم خود کو مصر، ایران، یمن سے منسوب کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ وطن سے اہل وطن کو ایک نسبت ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ایک ملت خاک ہی سے ابھر کر افق عالم پر طلوع کرتی ہے۔ لیکن تم اس نسبت اور علاقہ پر غور کرو گے تو تم کو بال سے زیادہ باریک ایک نکتہ نظر آئے گا۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ اس کی بے حجابی اور تجلی سب مشرق سے طلوع ہونے ہی پر منحصر ہے۔ مگر سورج اپنی اندرونی تپش سے ہر وقت بے تاب رہتا ہے کہ مشرق و مغرب کی قید سے باہر نکل آئے۔ سورج اپنے مشرق سے چمکتا دمکتا طلوع ہوتا ہے تاکہ تمام آفاق کو تسخیر کر لے۔ اس لیے کہ سورج کی فطرت مشرق اور مغرب سے بالاتر ہے۔ گو ہم اسے خاوری اور مشرقی کہتے ہیں مگر وہ مشرق کا پابند نہیں۔ یہی حال ملت مسلمہ کا ہے کہ وہ اپنی آفاقیت کی وجہ سے کسی ایک مقام کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اشعار کا مطالعہ کیجیے۔ فرماتے ہیں:

آں کفِ خاکے کہ نامیدی وطن
ایں کہ گوئی مصر و ایران و یمن
با وطن اہلِ وطن را نسبتے است
زانکہ از خاکش طلوع ملتے است
اندریں نسبت اگر داری نظر
نکتۂ بینی ز مو باریک تر
گرچہ از مشرق بر آید آفتاب
با تجلی ہائے شوخ و بے حجاب
در تب و تاب است از سوز دروں
تا ز قید شرق و غرب آید بروں
بردمد از مشرقِ خود جلوہ مست

Marfat.com
Marfat.com

تا ہمہ آفاق را آرد بدست
فطرتش از مشرق و مغرب بری است
گرچہ او از روے نسبت خاوری است[۵۱]

ملت محمدیہؐ کے وجود کی کیا خوب توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ملة ابیکم ابراهیم (تم اپنے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کی ملت ہو)۔ تو ہم تو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد اور ان کی ملت ہیں۔ وہ قومیں اور ہوتی ہیں جو اپنی تقدیر اور تعمیر کو وطن یا نسب پر مبنی سمجھتی ہیں۔ ملت کی بنیاد وطن پر سمجھنا اور مٹی اور پانی کا پرستار بننا کیا معنی رکھتا ہے؟ نسب پر ناز کرنا نادانی ہے۔ نسب کا حکم تو فقط جسم پر چلتا ہے اور جسم فنا ہو جانے والی چیز ہے۔ ہماری ملت کی بنیاد اور اساس کچھ اور ہے۔ یہ اساس ہمارے دل کے اندر ہے ہم یہاں موجود ہیں، مگر ہم نے ایک نظروں سے غائب ہستی سے دل لگایا ہے اور اس تعلق کے بعد ہم دوسرے تمام رشتوں سے آزاد و برتر ہو گئے ہیں۔ اس قوم مسلمان کا رشتہ ستاروں کے ربط و نظام کی طرح ہے جیسے نگاہ ہماری اپنی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے اسی طرح ہمارا مرکز وحدت بھی ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ہم ایک ہی ترکش سے نکلے ہوئے تیر ہیں۔ ہم ایک نظر آتے ہیں، ایک سا دیکھتے ہیں، ایک ہی انداز فکر ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد اور انجام سب ایک ہے۔ ہمارے اُسلوب اور انداز خیال سب ایک ہے۔ ہم جو اس کے انعامات سے مالا مال ہو کر بھائی بھائی ہوئے تو ہم یک زبان، یک دل اور یک جان ہو گئے اور ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔

اقبال کے اشعار پڑھیے:

ما مسلمانیم و اولادِ خلیلؑ
از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل
با وطن وابستہ تقدیرِ اُمم
بر نسب بنیادِ تعمیرِ اُمم
اصلِ ملت در وطن دیدن کہ چہ؟
باد و آب و گل پرستیدن کہ چہ؟
بر نسب نازاں شدن نادانی است
حکمِ او اندر تن و تن فانی است
ملت ما را اساس دیگر است

Marfat.com
Marfat.com

ایں اساس اندر دل ما مضمر است
حاضریم و دل ز بغائب بستہ ایم
پس ز بندِ ایں و آں وارستہ ایم
رشتۂ ایں قوم مثلِ انجم است
چوں نگہ ہم از نگاہِ ما گم است
تیرِ خوش پیکان یک کیشیم ما
یک نما، یک بیں، یک اندیشیم ما
مدعائے ما مآل ما یکیست
طرز و اندازِ خیال ما یکیست
ما ز نعمت ہاے او اخواں شدیم
یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم[۱۱۴]

نیز فرماتے ہیں کہ ہم جو ایک ملت قرار پائے تو آنحضرت ﷺ سے نسبت پیدا کر لینے کی وجہ سے آپؐ کی ذات رحمۃ للعالمین ہے۔ لہٰذا ہم بھی دنیا کے لیے پیغام رحمت ہیں۔ ہم اسی سمندر سے برآمد ہوئے ہیں اور جس طرح ایک موج دوسری موج سے علیحدہ نہیں ہوتی اسی طرح ہم بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ ہماری جاے پناہ حصار حرم ہے۔ اسی لیے ہم بیشۂ عالم میں شیروں کی مانند نعرہ زن ہیں۔ اگر تو میری بات پر غور کرے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی رمز شناس آنکھوں سے دیکھے تو حضرت نبی کریم ﷺ تیرے لیے دل وجگر کی قوت بن جائیں اور ان کی ذات گرامی خدا سے بھی زیادہ محبوب قرار پائے گی۔ مسلمان کے قلب کے لیے اس کی کتاب (قرآن) قوت ہے اور اس کی حکمت (سنت) ملت مسلمہ کے لیے شہ رگ کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر کثرت ایک وحدت میں منضم ہو جانے سے حیات پاتی ہے۔ مسلمان کی وحدت دین فطرت سے حاصل ہوتی ہے۔ ہم نے یہ دین فطرت نبی کریم ﷺ سے سیکھا اور آپ ہی کی تلقین کے توسط سے حق کے راستے میں مشعل روشن کی۔ جب تک یہ وحدت ہمارے ہاتھوں میں رہے گی ہماری ہستی ابد تک قائم رہے گی۔ تو خدا نے شریعت ہم پر ختم کر دی۔ اسی طرح جیسے ہمارے رسولؐ پر رسالت کا اتمام کیا۔ ہم سے محفل ایام کی زینت ہے۔ حضورؐ کی ذات گرامی رسولوں کی خاتم ہے اور ہم اقوام و امم کے خاتم ہیں۔ اب ساقی گری کی خدمت خدا نے ہمارے سپرد کی ہے۔ اپنا آخری جام اس نے ہمیں کو عطا فرما دیا ہے۔ یہ خدا کا بڑا

Marfat.com
Marfat.com

احسان ہے کہ اس نے اپنے رسولؐ کی زبانی کہلوا دیا کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ قول حق دین مصطفیٰؐ کی عزت و آبرو ہے۔ قوم کو اسی سے سرمایۂ قوت حاصل ہوتا ہے اور وحدت ملی کا بھید بھی اسی میں پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیندہ کے لیے ہر دعوے کو باطل کر دیا اور ابد تک کے لیے اسلام کی شیرازہ بندی کر کے اس کو استحکام بخشا۔ اس لیے مسلمان غیر اللہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا اور لا قوم بعدی (میرے بعد اور کوئی قوم نہیں) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اقبال کے اشعار پڑھیے:

ما ز حکمِ نسبتِ او ملتیم
اہل عالم را پیام رحمتیم
از میان بحر او خیزیم ما
مثل موج از ہم نمی ریزیم ما
اُمتش در حرز دیوار حرم
نعرہ زن مانند شیران در اجم
معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری با دیدہء صدیقؓ اگر
قوت قلب و جگر گردد نبیؐ
از خدا محبوب تر گردد نبیؐ
قلب مومن را کتابش قوت است
حکمتش حبل الورید ملت است
زندہ ہر کثرت ز بند وحدت است
وحدت مسلم ز دینِ فطرت است
دین فطرت از نبیؐ آموختیم
در رہ حق مشعلے افروختیم
تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود
ہستی ما با ابد ہمدم شود
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را

Marfat.com
Marfat.com

او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گذاشت
داد ما را آخریں جامے کہ داشت
لا نبی بعدی ز احسان خداست
پردہ ناموس دین مصطفیٰؐ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو
حفظ سرِّ وحدتِ ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند
نعرۂ لا قوم بعدی می زند[۱۲]

مزید وضاحت کرتے ہیں کہ یہ اُمت مسلمہ سوا اللہ سے یکسر بیگانہ ہے۔ یہ تو صرف چراغ مصطفویؐ پر پروانہ وار قربان ہوتی ہے اور آپؐ کے اتباع میں ہمہ وقت لگی رہتی ہے۔ یہ وہ اُمت ہے کہ گرمی حب الٰہی سے اس کا سینہ روشن رہتا ہے۔ اس کا ایک ایک ذرہ حرم آفتاب کو منور کرنے والی شمع کا نور ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین اس کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اس کا بزرگی کا میعاد یہ ہے کہ "تم میں جو سب سے زیادہ متقی ہے وہ بارگاہ خداوندی میں سب سے زیادہ معزز و ممتاز ہے۔" آیت ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُم (الحجرات:۱۳)۔ اس کے دل میں کل مومنٍ اِخوۃٌ (حدیث شریف) "مسلمان بھائی بھائی ہیں" کا اُصول راسخ ہے۔ حریت اور آزادی اس کے ضمیر میں سمائی ہوئی ہے۔ اس کے مذہب میں سارے امتیازات باطل ہیں۔ اس کی تو سرشت میں مساوات داخل ہے۔

اقبال کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

اُمتے از ما سوا بیگانۂ
بر چراغ مصطفیٰؐ پروانۂ
اُمتے از گرمئ حق سینہ تاب
ذرہ اش شمعِ حریم آفتاب
مرسلان و انبیا آبائے او

Marfat.com
Marfat.com

اکرمِ او نزدِ حق اتقائے او
کل مومن اخوۃ اندر دلش
حریت سرمایۂ آب و گلش
نا شکیب امتیازات آمدہ
در نہادِ او مساوات آمدہ[۱۱۸]

حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے۔) اس قسم کے اقوال و روایات سن سنا کر لوگوں کو گمراہی کا راستہ دکھایا جاتا ہے۔ اس بارے میں اقبال کی تحریر پہلے نقل ہو چکی ہے۔ بانگ درا کی نظم "وطنیت" میں ہجرت کے استدلال کی جانب اشارہ بھی آپ کی نظر سے گزر چکا ہے۔ رموزِ بیخودی میں یہ استدلال اور زیادہ وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ اسی کا مطالعہ بصیرت افروز اور ایمان افزا ہوگا۔ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی قومیت کا عقدہ بخوبی حل فرمادیا تھا کہ آپؐ نے اپنے وطن (مکہ) سے (مدینہ کو) ہجرت فرمائی۔ اس کی مصلحت اور غایت غور و تدبر چاہتی ہے۔ آپ کی حکمت (سنت) ایک ایسی ملت کا قیام ہے جو سارے عالم کو محیط ہوگی۔ اس کی بنیاد آپؐ نے کلمہ طیبہ پر قائم کی اور آپ ہی کے احسانات اور انعامات میں سے یہ ہے کہ ہمارے لیے روئے زمین مسجد بنا دی گئی۔ اب ذرا دیکھو اور سوچو کہ وہ ذات گرامی جن کی خدا نے قرآن میں تعریف و توصیف کی ہے۔ جن کی جان کی حفاظت کی خدا نے خود ضمانت دی ہے (اور فرمادیا ہے کہ واللہ یعصمك من الناس اور اللہ تعالیٰ آپ کی جان کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) دشمن جن کی ہیبت سے بے بس و مجبور ہو جاتے تھے۔ جن کے رعب سے ان کے جسموں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ تو کیوں آپ اپنے باپ دادا کے وطن کو چھوڑ کر چلے گئے؟ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ آپؐ دشمنوں کے ڈر سے بھاگ گئے تھے؟ (نعوذ باللہ) یہ تو راویوں نے سچی بات ہماری نظر سے چھپادی ہے۔ اُنھوں نے ہجرت کا مفہوم خود ہی صحیح نہ سمجھا۔ ہجرت تو مسلمان کی زندگی کا ایک بنیادی اُصول ہے۔ ہجرت تو مسلمان کے بقا و ثبات کے اسباب میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے تو معنی ہیں کم سائی سے وسعت کی طرف جانا۔ شبنم کو چھوڑنا تا کہ سمندر کو مسخر کیا جائے۔ (اس کے بعد بہت سی شاعرانہ مثالیں فطرت سے پیش کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ) جو کوئی قید اطراف و جہات سے آزاد ہو گیا وہ فلک کی طرح (چار جہت ہی پر نہیں) شش جہت پر چھا گیا۔ اپنے زمانے کے مکر و فریب سے ہوشیار ہو جا۔ اے راہ رو! یہ ڈاکو تیری بٹ ماری پر آمادہ ہے ہوشیار رہ۔

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کے اشعار کا مطالعہ کیجیے:

عقدۂ قومیت مسلم کشود
از وطن آقائے ما ہجرت نمود
حکمتش یک ملت گیتی نورد
بر اساس کلمۂ تعمیر کرد
تا ز بخشش ہا ئے آں سلطان دیں
مسجد ما شد ہمہ روئے زمیں
آں کہ در قرآں خدا او را ستود
آں کہ حفظ جان او موعود بود
دشمناں بے دست و پا از ہیبتش
لرزہ بر تن از شکوہ فطرتش
پس چرا از مسکن آبا گریخت؟
تو گماں داری کہ از اعدا گریخت؟
قصہ گویاں حق ز ما پو شیدہ اند
معنئ ہجرت غلط فہمیدہ اند
ہجرت آئین حیات مسلم است
ایں ز اسباب ثبات مسلم است
معنئ او از تنک آبی رم است
ترکِ شبنم بہر تسخیر یم است
ہر کہ از قید جہات آزاد شد
چوں فلک در شش جہت آباد شد
از فریب عصرِ نو ہشیار باش
رہ فتد اے راہ رو ہشیار باش[۱۱]

رموز بے خودی کے آخر میں سورۂ اخلاص کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لم یلد و لم یولد کی تشریح کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ تیری قوم رنگ اور خون سب سے بالاتر ہے۔ یہاں کے ایک

Marfat.com
Marfat.com

کالے کی قدر و قیمت سو سرخ و سفید افراد سے بڑھ کر ہے۔ اگر تو مسلمان ہونے کا مدعی ہے تو باپ، ماں، چچا، جیسے رشتوں سے خود کو بلند و برتر سمجھ، اور حضرت سلمان فارسیؓ کے مانند خود کو اسلام کا فرزند شمار کر (حضرت سلمان فارسیؓ سے جب لوگوں نے ان کا شجرہ نسب دریافت کیا، تو باوجود اس کے کہ آپ کا خاندان عجم میں اچھی حیثیت کا تھا، آپ نے جواب دیا تھا۔ سلمان ابن اسلام) اگر تو نے نسب کو ملت اسلامیہ کا ایک جز گردان لیا، تو تو نے اُخوت (بھائی چارہ) کے اسلامی حکم میں بڑا رخنہ پیدا کر دیا۔ گویا تیری جڑ ہماری زمین میں ابھی جمی نہیں۔ اور تیرے تصورات ابھی تک غیر اسلامی ہیں۔ ہمارا رشتہ نہ روم سے ہے نہ عرب سے۔ ہماری نسبت نسب کی پابند نہیں ہے۔ ہم نے تو محبوب حجازی ﷺ سے دل لگایا ہے۔ اس رشتے کی بدولت ہم سب ایک دوسرے سے باہم جڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا رشتہ بس ایک رشتۂ محبت (تولّائے نبیؐ) سے ہے۔ ہمارے لیے اسی ایک شراب کا نشہ کافی ووافی ہے۔ نسب کا تعلق تو فقط جسم سے ہوتا ہے، اور یہ عشق و محبت جان اور روح میں سمائی ہوئی ہے۔ اس لیے عشق کا رشتہ نسب سے زیادہ مضبوط ہے۔ اگر تجھے رسول کریم ﷺ سے عشق و محبت ہے تو نسب کا خیال چھوڑنا ہوگا۔ یہی نہیں ایران اور عرب کی طرح کے ملکی اور وطنی تصورات سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنی ہوگی جس طرح رسول اللہ ﷺ خود خدا کا نور ہیں اسی طرح ان کی اُمت بھی نور خدا ہے۔ ہماری ہستی صرف اسی کی ذات سے متعلق ہے۔

اقبال کے اشعار دیکھیے:

قوم تو از رنگ و خوں بالا تر است
قیمتِ یک اسودش صد احمر است
فارغ از باپ وام و اعمام باش
ہم چو سلمانؓ زادۂ اسلام باش
گر نسب را جزوِ ملت کردۂ
رخنہ در کار اُخوت کردۂ
در زمین ما بگیرد ریشہ ات
ہست نا مسلم ہنوز اندیشہ ات
نیست از روم و عرب پیوند ما
نسبت پابندِ نسب پیوند ما
دل بہ محبوب حجازیؐ بستہ ایم

Marfat.com
Marfat.com

زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم
رشتۂ ما یک تولایش بس است
چشم ما را کیف صہبایش بس است
عشق در جان ونسب در پیکر است
رشتۂ عشق از نسب محکم تر است
عشق ورزی از نسب باید گزشت
ہم ز ایران و عرب باید گزشت
اُمت او مثل او نور حق است
ہستیِ ما از وجودش مشتق است[۴۸]

پیام مشرق ۱۹۲۳ء میں مشہور جرمن فلسفی اور شاعر ''گوئٹے'' کے ''مغربی دیوان'' کے جواب میں علامہ اقبال نے شائع کی تھی۔اس کو آپ نے امیر امان اللہ خاں سے منسوب کیا تھا جو اس وقت مملکت افغانستان کے امیر یا بادشاہ تھے۔ابتداء میں ''پیشکش'' کے عنوان سے ایک طویل نظم میں امیر امان اللہ سے خطاب کیا ہے اور ان کو جہاں بینی اور جہاں بانی کے گر سکھائے ہیں، آخر میں نصیحت فرماتے ہیں کہ:

سرداری ہمارے دینی اصولوں کے مطابق خدمت خلق کا نام ہے۔(عربی کا مشہور قول ہے سیّد القوم خادمھم۔قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔فارسی کی کہاوت ہے: ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'') نیز حضرت عمر فاروقؓ جیسا عدل اور حضرت علیؓ جیسا فقر اختیار کرنا شیوۂ سروری ہے۔ ملک اور دین کے کاموں کے ہجوم میں تھوڑی دیر کے لیے خلوت میں وقت نکال کر خود احتسابی کیا کرو۔جو کوئی تھوڑی دیر کے لیے خود احتسابی میں بیٹھ جاتا ہے پھر اس کی کمند سے کوئی بھی شکار بچ کے نہیں جا سکتا۔قبائے خسروی پہن کر درویشانہ زندگی بسر کرو۔اپنی آنکھیں کھلی رکھو اور خدا سے لو لگائے رکھو۔سلطنت عثمانیہ کا شہنشاہ مراد جو قائد ملت کا منصب رکھتا تھا اور جس کی تلوار کے سامنے بجلی اور طوفان سب ہیچ تھے۔وہ بڑی شان وشوکت والا بادشاہ تھا مگر ساتھ ہی فقر کی دولت سے بھی مالا مال تھا۔باہر سے اردشیر تھا تو اندر سے ابوذرؓ۔وہ مسلمان جنھوں نے بادشاہت کی ہے تو دراصل بادشاہی میں اُنھوں نے فقیری کے جلوے دکھائے ہیں۔سلطان مراد بھی ایسا ہی بادشاہ تھا۔اس کے پاس کوئی دنیوی ساز وسامان نہ تھا۔بس اس کے پاس جو سامان تھا وہ تھا تلوار اور قرآن۔تو یاد رکھو جس شخص کو عشق مصطفیٰؐ کا سامان میسر آ گیا، بحر و بر اس کے گوشۂ دامن میں سما

Marfat.com
Marfat.com

گئے۔ اس لیے تم خدا سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کا سوزِ دل مانگو اور خدا سے مانگو تو بس عشقِ نبی کا ایک ذرہ طلب کرو۔ اس لیے کہ اُمتِ مسلمہ کی حیات کی اساس عشقِ رسولؐ ہے اور بس۔ بلکہ ساری کائنات کا سارا ساز و سامان ہے تو بس عشقِ رسول ﷺ۔

حضرت علامہ کے اشعار کا لطف حاصل کیجیے:

سروری در دین ما خدمت گری است
عدل فاروقیؓ و فقر حیدریؓ است
در ہجومِ کارہائے ملک و دیں
با دل خود یک نفس خلوت گزیں
ہر کہ یک دم در کمینِ خود نشست
ہیچ نخچیر از کمند او نجست
در قبائے خسروی درویش زی
دیدۂ بیدار و خدا اندیش زی
قائدِ ملت شہنشاہِ مراد
تیغ او را برق و تندر خانہ زاد
ہم فقیرے ہم شہ گردوں فرے
اردشیرے با روانِ بوذرےؓ
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند
حکمرانے بود و سامانے نداشت
دست او جز تیغ و قرآنے نداشت
ہر کہ عشق مصطفیٰؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشہء دامانِ اوست
سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب
ذرہ عشق نبیؐ از حق طلب
زانکہ ملت را حیات از عشق اوست

Marfat.com
Marfat.com

برگ و ساز کائنات از عشق اوست!!!

جاوید نامہ میں اقبال (زندہ رود) حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی رہبری میں عالم بالا کی سیر کرتے ہیں۔ فلک عطارد پر ان کی حضرت جمال الدین افغانیؒ اور حضرت سعید حلیم پاشاؒ سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ دونوں اسرار سیاست اور رموز مملکت بتاتے ہیں۔ سعید حلیم پاشا کہتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال نے تجدید و اصلاح کا دعویٰ کیا۔ مگر اسے بصیرت حاصل نہ تھی۔ اس لیے اس نے اصلاح کے معنی یہ سمجھے کہ مغرب کے فرسودہ خیالات اور روایات کو اپنا لے۔ اس کے دل میں کسی نئے عالم کے آباد کرنے کا جذبہ موجود نہ تھا۔ اس لیے اس نے کورانہ تقلید کی راہ اختیار کی۔ اگر کسی کو دل زندہ میسر ہوتا ہے تو وہ تو خود نئے زمانے اور نئے عالم پیدا کرتا ہے۔ اس کو کورانہ تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسا دل زندہ پانے کا گر میں تمھیں بتاتا ہوں۔ اگر تم میں مسلمانوں کا سا حوصلہ ہے تو خود احتسابی اختیار کرو اور قرآن کے مطالب میں ڈوب جاؤ۔ قرآن کی آیتوں میں سینکڑوں نئے عالم چھپے ہوئے ہیں اور اس کی ایک ایک آن میں بہت سے زمانے لپٹے ہوئے ہیں۔ عصر حاضر بھی قرآن کے بہت سے زمانوں میں سے ایک زمانہ ہے۔ اگر تمھارے دل میں نکتہ شناسی اور باریک بینی کا جذبہ ہے تو میری بات کی تہہ تک پہنچو۔ بندۂ مومن خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ہر عالم اس کے جسم پر ایک قبا کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ایک عالم (قبا) اس کے جسم پر پرانا ہو جاتا ہے تو قرآن اسے نئے عالم اور نئی قبا عطا فرما دیتا ہے:

زندہ دل خلاقِ اعصار و دہور
جانش از تقلید گردد بے حضور
چوں مسلمانان اگر داری جگر
در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست
عصر ہا پیچیدہ در آنات اوست
یک جہانش عہدِ حاضر را بس است
گیر اگر در سینہ دل معنی رس است
بندۂ مومن ز آیات خداست
ہر جہاں اندر بر او چوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش

Marfat.com
Marfat.com

می دهد قرآن جهانے دیگرش [۱۲۱]

مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کے نام ہی سے اس کے موضوع کی طرف اشارہ مل جاتا ہے۔ اس مثنوی کے آخر میں ”در حضور رسالت مآب“ کے عنوان سے باسٹھ شعروں کی طویل مناجات اور عرض داشت ہے۔ اس کا کچھ حصہ ملاحظہ کیجیے۔ لکھتے ہیں:

آپ ہی کی ذات گرامی ہمارا ماوا و ملجا ہے۔ اس مسلمان قوم کو موت کے خوف سے رہائی عطا کیجیے۔ آپ کا ذکر ذوق اور سرور کا سرمایہ ہے جو قوم کو فقر کی حالت میں غیرت کا جذبہ بخشتا ہے۔ اے کہ آپ کی ذات ہر سالک کا مقام اور منزل ہے۔ آپ کا جذبہ اور کشش ہر سالک کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ میں نے عرب اور عجم سب میں گھوم کے دیکھ لیا ہے۔ ہر جگہ ابولہب تو ملتا ہے، مصطفیٰؐ کا جلوہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ یہ بندہ جو نسبی طور پر مسلمان اور ہوش مند ہے۔ اس کے تاریک ضمیر میں کوئی چراغ بھی روشن نہیں۔ جدید تعلیم نے اس سے دین کا جذبہ چھین لیا ہے۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ جس کا نام مسلمان ہے وہ کبھی ہوا کرتا تھا۔ اب تو اس کا فقط نام باقی رہ گیا ہے۔ گھریلو چڑیوں کی طرح ادھر ادھر دانا چگتا پھرتا ہے۔ فضائے آسمانی کی وسعت اور اس کی حقیقت سے کہ یہ سب اسی کی تسخیر کے لیے بنائی گئی ہے مطلق ناآشنا ہے۔ جدید تعلیم کے بقراط خود ہی تنگ نظر اور کوتاہ عقل ہیں۔ اس لیے اس کو بھی اس کے مقام سے آگاہ نہ کر سکے۔ افسوس! مومن ہوتے ہوئے وہ موت کے راز سے واقف نہیں۔ اس بدنصیب کے دل میں لا غالب الا اللہ (خدا کے علاوہ کوئی بھی غلبہ اور سلطانی نہیں رکھتا) موجود نہیں۔ جب اس کے سینے میں دل ہی مر گیا تو اب اس کا یہ حال ہو ہی جانا تھا کہ وہ کھانے اور سونے کے سوا کسی اور بات کو سوچتا ہی نہیں۔ آپ قم باذنی (میرے حکم سے اٹھ کھڑا ہو) فرما کے اس کو زندگی بخش دیجیے، اور اس کے دل میں اللہ ھو پھر سے زندہ کر دیجیے۔ اے آقا! اے مولا! اپنے تیز رفتار گھوڑے کی باگ ایک لمحے کو روکیے۔ میری بات میری زبان سے آسانی سے ادا نہیں ہو پاتی۔ دل میں جو بات ہے وہ ہونٹوں تک لاؤں یا نہ لاؤں؟ شوق تو ادب کا محکوم ہونا نہیں جانتا۔ آپ کے گرد ساری کائنات طواف کرتی ہے۔ میں حضورؐ سے ایک نگاہ التفات کا آرزومند ہوں میرا ذکر، فکر، علم، عرفان سب کچھ آپؐ ہی ہیں۔ میرے لیے کشتی، سمندر، طوفان سب کچھ آپؐ ہی ہیں۔ آپ کی گلی کا حرم میرے لیے جائے پناہ ہے۔ میں بڑی امید لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ علامہ بوصیریؒ نے جس طرح اپنی بیماری میں آپؐ سے رجوع کیا تھا، اسی طرح میں بھی آپؐ ہی سے عرض کرتا ہوں تاکہ میری گزشتہ صحت پھر مجھے واپس مل جائے۔ آپ کی شفقت گناہ گاروں پر تو اور بھی زیادہ ہے، اور ان کی

Marfat.com
Marfat.com

خطائیں معاف کرنے میں آپؐ ماں جیسی محبت وشفقت رکھتے ہیں۔اے وہ کہ آپ کا وجود ساری دنیا کے لیے ایک بہار تازہ ہے، اپنے سائے سے مجھے محروم نہ کیجیے۔ مجھے غیر اللہ سے کسی طرح کی کوئی آرزو نہیں۔ بس آپؐ ہی مجھے یا تو تلوار بنا دیجیے یا کلید۔ میری فکر تو دین کے مطالب سمجھنے میں تیز اور طرار ہے مگر مجھ سے کسی قسم کا کوئی نیک عمل سرزد نہیں ہوا ہے۔ آپ میرے تیشے کو اور زیادہ تیز کر دیجیے۔ اس لیے کہ مجھے کوہ کن سے بھی زیادہ مشکلات اور رکاوٹیں درپیش ہیں۔ میں مومن ہوں اپنی خودی اور حقیقت کا منکر نہیں ہوں۔ آپؐ مجھے کسوٹی پر کس دیجیے۔ پھر دیکھیے کہ یہ اچھی ذات کا لوہا کیسی کچھ کاٹ دکھاتا ہے۔

اقبال کے اشعار کا مطالعہ کیجیے:

اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ!
وار ہاں ایں قوم را از ترسِ مرگ
ذکر تو سرمایۂ ذوق و سرور
قوم را دارد بہ فکر اندر غیور
اے مقام و منزلِ ہر راہ رو
جذب تو اندر دلِ ہر راہ رو
در عجم گردیدم و ہم در عرب
مصطفیؐ نایاب و ارزاں بولہب
ایں مسلمان زادۂ روشن دماغ
ظلمت آباد ضمیرش بے چراغ
مکتب ازوے جذبۂ دیں در ربود
از وجودش ایں قدر دانم کہ بود
دانہ چیں مانند مرغان سراست
از فضائے نیلگوں نا آشناست
شیخ مکتب کم سواد و کم نظر
از مقام او نداد او را خبر
مومن و از رمز مرگ آگاہ نیست

Marfat.com
Marfat.com

در دلش لا غالب الا اللہ نیست
تا دل او درمیان سینہ مرد
می نیندیشد مگر از خواب و خورد
قم باذنی گوی و او را زندہ کن
در دلش اللہ ہو را زندہ کن
شہسوارا! یک نفس در کش عناں
حرفِ من آساں نیاید بر زباں
آرزو آید کہ ناید تا بہ لب؟
می نہ گردد شوق محکومِ ادب
گردِ تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہِ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی
اے پناہِ من حریم کوئے تو!
من بامیدے رسیدم سوئے تو
چوں بصیری از تو می خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود
مہر تو بر عاصیاں افزوں تر است
در خطا بخشی چو مہرِ ما در است
اے وجود تو جہاں را نو بہار!
پر تو خود را دریغ از من مدار
تا ز غیر اللہ ندارم ہیچ امید
یا مرا شمشیر گرداں یا کلید
فکر من در فہم دیں چالاک و چست
تخم کردارے ز خاک من نہ رست
تیشہ ام را تیز تر گرداں کہ من

Marfat.com
Marfat.com

محنتے دارم فزوں از کوہکن
مومنم، از خویشتن کافر نیم
بر فسانم زن کہ بد گوہر نیم[۱۲۳]

اقبال نے ملت کی زبوں حالی اور پستی وخواری کا حال شکوہ کے انداز میں باری تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا تھا۔ اس کے چند سال بعد اس شکایت کا جواب دربار الٰہی سے جواب شکوہ میں ان کے زبان وقلم سے ادا ہوا۔ گلہ شکایت کا منہ توڑ جواب اور مسلمانوں کو ان کے غلط رویوں اور بدکاریوں پر انتباہ کرنے کے بعد مستقبل کے لیے ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ تم صراط مستقیم پر گامزن رہو اور اگر تم محبت رسولؐ اور اطاعت رسول کو اپنا شعار بناؤ تو اب بھی تمھارا ساتھ دیں گے، اور امداد آسمانی اور تائید ربانی پھر تمھاری دستگیری کرے گی۔

'جواب شکوہ' کے یہ آخری بند یہی پیغام سناتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

مثل بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا
رخت بر دوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے
مردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمھارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروردہ، ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح
عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہاں گیر تری
ما سوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں[۱۲۴]

رموز بیخودی کے آخر میں اقبال نے ۶۵ شعروں میں ''عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمۃ للعالمینؐ'' کے عنوان سے بہت معنی خیز اور بلیغ عرض داشت پیش کی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے اس کتاب کا اختتام بھی اسی پر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ صرف منتخب اشعار پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں:

حضور! آپ کی ذاتِ گرامی حیات کے لیے شباب کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کا اس عالم میں تشریف لانا زندگی کے خواب کی تعبیر تھا۔ زمین کو آپ کا مسکن بننے کی بدولت بے پناہ بلندی اور برکت حاصل ہوئی۔ آسمان نے آپؐ کے آستانے پر بوسہ دیا تو اسے سربلندی میسر آئی۔ دل میں جو غم پوشیدہ ہے اسے زبان پر نہ لانا بہت مشکل ہے۔ بالکل ایسے جیسے شراب بوتل میں ہو تو کہاں چھپ سکتی ہے۔ مسلمان اسرارِ نبوت سے بالکل بیگانہ ہو گیا ہے، یہ کعبہ پھر بتوں کا گھر بنا جا رہا ہے۔ مسلمان کافر کی طرح موت سے ڈرنے لگ گیا ہے۔ اس کے سینے میں دل زندہ ہے ہی نہیں۔ مسلمان مردہ نظر آیا تو میں نے اسے آبِ حیات بتایا اور اسے قرآن حکیم کے اسرار و رموز میں سے

Marfat.com
Marfat.com

کچھ تعلیم کیے۔ آپ کہ آپؐ نے شیخ بوصیریؒ کو چادر کا عطیہ بخشا اور مجھے سلمٰی کا بربط (شاعری کا ملکہ) عطا کیا۔ اس مسلمان کو جو صحیح کو بھی غلط سمجھتا ہے حق کا ذوق عطا فرما دیجیے۔ یہ تو اپنے ملک اور متاع کو بھی نہیں پہچانتا۔ آپ کی رحمت سارے عالم کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ میری یہ آرزو ہے کہ مجھے حجاز میں موت آئے۔ وہ مسلمان جو ماسوا سے بیگانہ ہے، کب تک بت خانے میں قید رہے گا۔ سبحان اللہ! ماشاء اللہ! کیا مبارک شہر ہے وہ جہاں آپؐ ہیں اور کیسی اچھی اور پاک ہے ■ خاک جس میں آپ آسودہ ہیں۔ جو میرے یار کا مسکن اور میرے بادشاہ کا شہر ہے وہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ عاشقوں کی نظر میں حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت دین میں داخل ہے) کے یہی معنے ہیں۔ میرے ستارے کو بلندی بخشیے، اور اپنی مقدس دیوار کے سائے میں مجھے مرقد عطا کیجیے۔ تا کہ اس مقدس سرزمین میں پہنچ کر میرے بے تاب دل کو چین نصیب ہو جائے اور مجھے جو پارے جیسی بے تابی و بے قراری ہے اسے آسودگی اور قرار میسر آ جائے۔ پھر میں بھی آسمان سے اکڑ کر کہہ سکوں کہ دیکھ! میرے چین اور آرام کو دیکھ! تو نے میرا آغاز دیکھا تھا، اب میرا یہ انجام بھی دیکھ! میری یہ بلند اقبالی اور خوش بختی بھی دیکھ!!

حضرت علامہ کے اشعار کا لطف حاصل کیجیے:

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسۂ بامت بلند
از غم پنہاں نہ گفتن مشکل است
بادہ در مینا نہفتن مشکل است
مسلم از سر نبیؐ بیگانہ شد
باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد
ہم چو کافر از اجل ترسندۂ
سینہ اش فارغ ز قلبِ زندۂ
مردہ بود از آب حیواں گفتمش
سرے از اسرار قرآں گفتمش
اے بصیری را ردا بخشندۂ!

Marfat.com
Marfat.com

بربط سلمیٰ مرا بخشندهٔ
ذوق حق ده ایں خطا اندیش را
ایں که نشناسد متاع خویش را
ہست شان رحمتت گیتی نواز
آرزو دارم که میرم در حجاز
مسلمے از ما سوا بیگانهٔ
تا کجا زناری بت خانهٔ
فرخا شهرے که تو بودی دراں!
اے خنك خاكے که آسودی دراں!
"مسکن یار است و شهر شاهِ من
پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن"
کوکبم را دیدهٔ بیدار بخش
مرقدے در سایهٔ دیوار بخش
تا بیا ساید دل بے تاب من
بستگی پیدا کند سیماب من
با فلك گویم که آرامم نگر
دیدهٔ آغازم، انجامم نگر[۱۳۵]

Marfat.com
Marfat.com

حواشی

۱- ہر دو اقتباسات از پروفیسر سید عبدالرشید فاضل، اقبال اور عشقِ رسالت مآبؐ، ص ۵۱-۵۲۔
۲- اقبال نامہ، حصہ اول، ص ۲۲۸۔
۳- محمد حسنین سید، جوہرِ اقبال، ص ۳۹-۴۰۔
۴- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۱۹۔
۵- کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال، مرتب: صابر کلوروی، ص ۳۳۲-۳۳۴
۶- کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگ درا، ص ۱۵۱۔
۷- ایضاً، ص ۲۸۹۔
۸- ایضاً، ص ۱۲۳۔
۹- ایضاً، ص ۱۳۳۔
۱۰- ایضاً، ص ۲۸۹۔
۱۱- ایضاً، ص ۱۲۹۔
۱۲- ایضاً، ص ۱۵۶-۱۵۷۔
۱۳- ایضاً، ص ۱۹۱۔
۱۴- ایضاً، ص ۱۷۰۔
۱۵- ایضاً، ص ۱۱۶۔
۱۶- ایضاً، ص ۲۱۰۔
۱۷- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۲۱۔
۱۸- ایضاً، ارمغانِ حجاز، ص ۲۴۔
۱۹- ایضاً، ص ۲۵۔
۲۰- ایضاً، ص ۲۶۔
۲۱- ایضاً، ص ۲۷۔
۲۲- ایضاً، ص ۲۷۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۳- ایضاً،ص ۲۸۔
۲۴- ایضاً،ص ۲۹۔
۲۵- ایضاً۔
۲۶- ایضاً۔
۲۷- ایضاً،ص ۳۰۔
۲۸- ایضاً،ص ۳۱۔
۲۹- ایضاً۔
۳۰- ایضاً،ص ۳۲۔
۳۱- ایضاً۔
۳۲- ایضاً،ص ۳۸۔
۳۳- ایضاً،ص ۴۰۔
۳۴- ایضاً۔
۳۵- ایضاً،ص ۴۱۔
۳۶- ایضاً،ص ۴۲۔
۳۷- ایضاً۔
۳۸- ایضاً،ص ۴۳۔
۳۹- ایضاً،ص ۴۵۔
۴۰- ایضاً۔
۴۱- ایضاً،ص ۴۶۔
۴۲- ایضاً۔
۴۳- ایضاً۔
۴۴- ایضاً،ص ۴۷۔
۴۵- ایضاً،ص ۴۸۔
۴۶- ایضاً،ص ۴۹۔
۴۷- ایضاً،ص ۵۰۔
۴۸- ایضاً۔
۴۹- ایضاً،ص ۵۲۔
۵۰- ایضاً۔
۵۱- ایضاً،ص ۵۴۔

Marfat.com
Marfat.com

۵۲- ایضاً۔
۵۳- ایضاً، ص ۵۵۔
۵۴- ایضاً، ص ۵۶۔
۵۵- ایضاً۔
۵۶- ایضاً، ص ۵۹۔
۵۷- ایضاً۔
۵۸- ایضاً، ص ۶۵۔
۵۹- کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، ص ۳۹۔
۶۰- ایضاً، ص ۸۴۔
۶۱- ایضاً، ص ۱۱۷۔
۶۲- کلیاتِ اقبال (فارسی)، ارمغانِ حجاز، ص ۳۹۔
۶۳- ایضاً، ص ۱۹۔
۶۴- کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، ص ۲۶۔
۶۵- ایضاً، ص ۳۰۔
۶۶- ایضاً، بانگِ درا، ص ۲۶۲۔
۶۷- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۳۹۔
۶۸- کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگِ درا، ص ۲۳۶-۲۳۷۔
۶۹- ایضاً، ص ۹۰-۹۱۔
۷۰- ایضاً، ص ۲۵۵۔
۷۱- ایضاً، ص ۲۸۰۔
۷۲- ایضاً، ص ۲۰۸-۲۰۹۔
۷۳- ایضاً، ص ۲۶۰-۲۶۱۔
۷۴- ایضاً، ص ۱۷۲-۱۷۳۔
۷۵- ایضاً، ص ۲۶۴۔
۷۶- ایضاً، ص ۲۹۳۔
۷۷- ایضاً، بالِ جبریل، ص ۴۸۔
۷۸- ایضاً، ضربِ کلیم، ص ۶۱۔
۷۹- ایضاً، بانگِ درا، ص ۲۳۳۔
۸۰- ایضاً، ص ۱۴۲۔

Marfat.com
Marfat.com

۸۱- ایضاً، ص ۱۵۱۔
۸۲- اقبال نامہ، حصہ اول، ص ۱۶۳۔
۸۳- ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ملفوظات اقبال، ص ۲۰۶-۲۰۷۔
۸۴- کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، ص ۲۷۔
۸۵- ایضاً، بانگِ درا، ص ۱۲۴۔
۸۶- ایضاً، ص ۲۲۰۔
۸۷- ایضاً، ص ۲۲۱۔
۸۸- ایضاً، بالِ جبریل، ص ۴۵۔
۸۹- ایضاً، ص ۷۰۔
۹۰- کلیاتِ اقبال (فارسی)، پیامِ مشرق، ص ۱۲۵۔
۹۱- کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگ درا، ص ۲۱۹۔
۹۲- ایضاً، ص ۲۱۸، ۲۱۹۔
۹۳- ایضاً، ضربِ کلیم، ۱۵۶۔
۹۴- ایضاً، بانگِ درا، ص ۲۳۵۔
۹۵- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۵۴، ۵۶۔
۹۶- کلیاتِ اقبال (اردو)، ارمغانِ حجاز، ص ۱۷۔
۹۷- ایضاً۔
۹۸- ایضاً، ص ۱۷، ۱۹۔
۹۹- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۱۳۱، ۱۳۹۔
۱۰۰- ایضاً، ص ۲۰۔
۱۰۱- کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگِ درا، ص ۱۷۱۔
۱۰۲- ایضاً، ص ۱۴۶۔
۱۰۳- ایضاً، ص ۲۶۱۔
۱۰۴- ایضاً، ص ۱۷۱، ۱۷۲۔
۱۰۵- ایضاً، ص ۲۷۹۔
۱۰۶- ایضاً، ص ۲۸۸۔
۱۰۷- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۱۱۵، ۱۱۷۔
۱۰۸- ایضاً، پیامِ مشرق، ص ۵۲۔
۱۰۹- کلیاتِ اقبال (اُردو)، بالِ جبریل، ص ۱۲۱، ۱۲۲۔

Marfat.com
Marfat.com

۱۱۰- ایضاً، ضربِ کلیم، ص ۷۷۔
۱۱۱- ایضاً، ص ۷۰، ۷۱۔
۱۱۲- سیرتِ اقبال، ص ۳۱۵، ۳۲۰، ۳۲۷، ۳۲۹۔
۱۱۳- کلیاتِ اقبال (اردو)، ارمغان حجاز، ص ۶۲۔
۱۱۴- کلیاتِ اقبال (فارسی)، جاوید نامہ، ص ۶۲، ۶۳۔
۱۱۵- ایضاً، ص ۶۳۔
۱۱۶- ایضاً، اسرار و رموز، ص ۹۳۔
۱۱۷- ایضاً، ص ۱۰۱، ۱۰۲۔
۱۱۸- ایضاً، ص ۱۰۴۔
۱۱۹- ایضاً، ص ۱۱۴، ۱۱۵۔
۱۲۰- ایضاً، ص ۱۶۲، ۱۶۳۔
۱۲۱- ایضاً، پیام مشرق، ص ۲۰، ۲۱۔
۱۲۲- ایضاً، جاوید نامہ، ص ۶۶۔
۱۲۳- ایضاً، پس چہ باید کرد، ص ۴۸، ۵۲۔
۱۲۴- کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگِ درا، ص ۲۲۰، ۲۲۱۔
۱۲۵- کلیاتِ اقبال (فارسی)، اسرار و رموز، ص ۱۶۶-۱۷۰۔

Marfat.com
Marfat.com

کتابیات

ابوالحسن :مولانا ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۳ء۔

آزاد :مولانا ابوالکلام آزاد، ام الکتاب، بساط ادب، لاہور، ۱۹۶۹ء۔

اقبال :کلیات اقبال (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۹۰ء۔

کلیات اقبال (اردو) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (ترجمہ خطبات اقبال از سید نذیر نیازی) بزم، اقبال لاہور،

تاج :تصدق حسین تاج، مضامین اقبال، احمدیہ پریس، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۲ھ۔

جعفری :رئیس احمد جعفری، اقبال اور عشق رسولؐ، شیخ غلام علی، لاہور، ۱۹۵۶ء۔

حسنین :محمد حسنین سید، جوہر اقبال، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۳۸ء۔

ڈار :بشیر احمد ڈار، انوار اقبال، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۶۰ء۔

ذوقی :حضرت سید محمد ذوق شاہ، سرّ دلبراں، مکتبہ ذوقیہ، کراچی، ۱۹۵۴ء۔

رشید :مولانا غلام دستگیر رشید، آثار اقبال، سید عبدالرزاق، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۶ء۔

سباعی :ڈاکٹر مصطفیٰ حسنی سباعی، سنت رسولؐ (اردو ترجمہ از ملک غلام علی)، مکتبہ چراغ راہ، لاہور، ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۴ء)۔

سلیمان :قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین: جلد دوم وسوم، شیخ غلام علی، لاہور، ۱۹۶۸ء۔

سلیمان :علامہ سید سلیمان ندوی، خطبات مدراس، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

سیرت النبیؐ، جلد چہارم، قمر سعید پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۵ء۔

سیرت النبیؐ، جلد پنجم، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۶۱ء۔

سیرت النبیؐ، جلد ششم، قمر سعید پبلشرز، لاہور، اعظم گڑھ، ۱۹۷۵ء۔

سیوہاروی: مولانا حفظ الرحمان، اخلاق و فلسفۂ اخلاق، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۰ء۔

صدیقی :ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصور زمان و مکان، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء۔

عبدالواحد: سید عبدالواحد معینی، مقالات اقبال، شیخ محمد اشرف، لاہور، ۱۹۶۳ء۔

عطاء اللہ : شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، حصہ اول و دوم، شیخ محمد اشرف، لاہور، ۱۹۵۱ء۔

Marfat.com
Marfat.com

علوی :خالد علوی،اقبال اور احیائے دین،المکتبہ العلمیہ،لاہور،۱۹۷۱ء۔
فاروقی :محمد طاہر فاروقی،سیرت اقبال،قومی کتب خانہ،لاہور،۱۹۶۶ء۔
فاضل :سیّد عبدالرشید فاضل،علامہ اقبال اور تصوف،ادارۂ تنویرات علم وادب،کراچی،۱۹۶۷ء۔
:اقبال اور عشق رسالت مآب ؐ،ادارہ تنویراتِ علم وادب،کراچی ۱۹۴۶ء۔
فرمان :ڈاکٹر فرمان فتح پوری،اُردو کی نعتیہ شاعری،آئینۂ ادب،لاہور،۱۹۷۴ء۔
گرامی :مولانا گرامی،مکاتیب اقبال،اقبال اکادمی،کراچی،۱۹۶۹ء۔
مجدد :امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ،مکتوبات شریف،دفتر اول ودوم،نور کمپنی،لاہور،۱۹۶۴ء۔
مودودی :مولانا ابوالاعلیٰ مودودی،خلافت وملوکیت،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۶۹ء۔
ندوی :مولانا عبدالسلام ندوی،اقبالِ کامل،دارالمصنفین،اعظم گڑھ،۱۹۶۸ء۔
نورالدین:ڈاکٹر ابوسعید نورالدین،اسلامی تصوف اور اقبال،اقبال اکادمی،کراچی،۱۹۵۹ء۔
نیاز :نیاز الدین خاں،مکاتیب اقبال،بزم اقبال،لاہور،۱۹۵۴ء۔
نیازی :سیّد نذیر نیازی، مکتوبات اقبال،اقبال اکادمی،کراچی،۱۹۵۷ء۔
وحید :فقیر سیّد وحید الدین،روز گار فقیر،جلد اول سپننگ ملز،کراچی،۱۹۶۴ء۔
:روز گار فقیر،جلد دوم۔لائن آرٹ پریس،کراچی،۱۹۶۵ء۔
وقار :پروفیسر سیّد وقار عظیم، اقبال ..... شاعر اور فلسفی،تصنیفات،لاہور،۱۹۶۸ء۔
یوسف :ڈاکٹر یوسف حسین،روح اقبال،اعظم اسٹیم پریس،حیدرآباد دکن،۱۹۴۱ء۔

❁.....❁.....❁

Marfat.com
Marfat.com

اشاریہ

Marfat.com
Marfat.com

اشخاص

آ

الف

Marfat.com
Marfat.com

ب

پ

ت

ج

ح

Marfat.com
Marfat.com

خ

د

ذ

ز

س

ش

ص

ض

Marfat.com
Marfat.com

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

گ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

کتب

الف

ب

ت

پ

ج

چ

ح

خ

ر

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

امکنہ

الف

ب

پ

ٹ

ث

ج

چ

ح

خ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

ل

م

و

ہ

ی

Marfat.com
Marfat.com